

# ایک عہد از شخصیت

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

شیخ القرآن والحديث  
حافظ محمد دینؒ

تلمیذ ابوالسلام  
مفتی محمد صدیقؒ (سرگودھوی)

مؤلف

عطاء محمد جموع

شائع کردہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث شہر و ضلع سرگودھا



## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِيقِ الْإِسْلَامِيِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

**PDF** کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کریموں کی باقی نشانی رہے گزر جائیں بادل کہ پانی رہے  
پھلا پھولا رہے چمن یارب میری امیدوں کا  
جگر کا خون دے دے کریہ بوٹے میں نے پالے ہیں

شیخ القرآن والحديث

حضرت مولانا حافظ محمد دینؒ  
(بانی ادارہ جات)

- ۱۔ جماعت الہدیث ضلع سرگودھا
- ۲۔ مسجد و مدرسہ الہدیث چک نمبر 23 الف جنوبی بھاگٹا نوالہ
- ۳۔ مسجد و مدرسہ معاذ بن جبل الہدیث بھاگٹا نوالہ
- ۴۔ مسجد قدس و مدرسہ الہدیث سیال موڑ
- ۵۔ مسجد و مدرسہ الہدیث چک نمبر 25 جنوبی بھاگٹا نوالہ
- ۶۔ مسجد الہدیث بھٹوکالونی چک 23 الف جنوبی
- ۷۔ سرپرستی جامع مسجد الہدیث کوٹ بھائی خان

www.KitaboSunnat.com

## انتساب

میرے شفیق دادا جان مستری اللہ دینؒ

اور

حافظ جی کے نانا جان حافظ احمد دین لک

کے نام جن کو خدمت دین

کے جذبہ نے دوستی کے رشتہ میں پیوست کیا۔

عطا محمد جموع



## فہرست

11	حسب و نسب	پہلا باب
22	انٹرویو	دوسرا باب
42	پیکر اخلاص	تیسرا باب
67	جماعتی بیداری میں کردار	چوتھا باب
95	طبی و روحانی برکات	پانچواں باب
119	سماجی و فلاحی کردار	چھٹا باب
128	حسن اخلاق	ساتواں باب
142	سفر محبت و بندگی	آٹھواں باب
157	سفر آخرت	نواں باب
168	اولاد	دسواں باب
177	تعزیتی بیانات + لواحقین کے تاثرات	گیارہواں باب
212	رفقاء خاص	بارھواں باب
224	حرف آخر	

## حرفے چند

چند روز پیشتر ایک صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اکہرا بدن، درمیانہ قد، گندمی رنگ، بات چیت میں اخلاص نمایاں اور علم کا عنصر ہویدا۔ ان کا اسم گرامی ہے، عطا محمد جنجوعہ 13 فروری 1953 کو کوٹ بھائی خان (سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم اپنے جد امجد مستری اللہ دینؒ اور حافظ سراج الدینؒ سے حاصل کی۔

میٹرک پاس کرنے کے بعد سرگودھا گئے اور گورنمنٹ کالج میں داخلہ لیا تو وہاں ممتاز علمائے دین مولانا مفتی محمد صدیق اور مولانا محمد ابراہیم کمر پوری کی خدمت میں حاضر ہونے کا مواقع میسر آئے اور ان سے اخذ فیض کیا۔ پھر تدریس کورس کی منزل طے کی اور محکمہ تعلیم میں بطور ٹیچر خدمات سرانجام دینے لگے۔ کچھ عرصہ قبل گورنمنٹ ہائی سکول سے ریٹائرمنٹ ہوئی۔

عطا محمد جنجوعہ سے بے شک بالمشافہ ملاقات چند روز پہلے ہوئی لیکن ان کی قلمی افکار کی بنا پر ان سے مدتوں سے شناسائی ہے۔ ان کے دشحاتِ قلم مسلسل مختلف رسائل و جرائد میں چھپ رہے ہیں اور میں باقاعدہ ان کا مطالعہ کرتا ہوں، مثلاً ہفت روزہ ”الاعتصام“، ہفت روزہ ”تنظیم اہل حدیث“، ہفت روزہ ”اہل حدیث“، ماہنامہ ”الاخوة“ اور ماہنامہ ”المنبر“ میں ان کا سلسلہ نگارشات جاری رہتا ہے اور میرے سمیت بے شمار قارئین کرام اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ مرزا نیت سے متعلق ان کے مضامین کو بالخصوص لائق مطالعہ سمجھا جاتا ہے۔ اس موضوع کو وہ جس اسلوب میں زیر بحث لاتے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے۔ علاوہ ازیں شخصیات کا تذکرہ بھی خوب صورت انداز میں کرتے ہیں۔ ان کے مضامین نے جہاں قاری کو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہاں وہ اظہارِ افکار کے طریقے سے بھی آگاہ ہوتا ہے اور نئے الفاظ کا بھی اسے پتا چلتا ہے۔

اب وہ اللہ کے فضل سے مضامین کے دائرے سے آگے نکل کر ”مؤلف کتاب“ ہو گئے ہیں۔ ان کی یہ اہم تصنیف جو خواندگانِ محترم کے زیر مطالعہ ہے۔ ”شیخ القرآن الحدیث حضرت مولانا حافظ محمد دینؒ“ کے نام سے موسوم ہے مولانا مدوح رفیع المرتبت عالم تھے۔ بہت بڑے مبلغ

اور بے حد عمدہ خصال و اعظا صالحت کا پیکر دل نواز اور انکسار و تواضع کا روح پرور مرقع۔ انہوں نے لاتعداد لوگوں کو علوم دینیہ سے آشنا کیا اور ان کو راہِ مستقیم پر گامزن کرنے کا باعث ہوئے۔ وہ شیریں کلام بزرگ تھے اور لوگ بڑے انہماک اور توجہ سے ان کے ارشادات سنتے تھے۔ مبلغ جس قدر میٹھی زبان میں بات کرے گا، لوگ اسی نسبت سے اس کے قریب ہوں گے اور علم و عمل کی دولت اسے اپنے دامن کو پُر کرنے کی کوشش کریں گے۔

عطا محمد جنجوعہ صاحب کا یہ قابل قدر کارنامہ ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں تفصیل سے ان کے کوائفِ حیات جمع کر دیے ہیں۔ بزرگانِ دین کے حالات لکھنا اور ان کے احوال کے مختلف پہلوؤں سے لوگوں کو آگاہ کرنے کی سعی کرنا بے حد ضروری ہے، جنجوعہ صاحب ہمارے شکرِ یے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس طرف عنانِ توجہ مبذول فرمائی اور اپنے دور کی ایک عظیم شخصیت سے لوگوں کو متعارف کرایا۔

اس کتاب میں صرف حافظ محمد دین صاحب مرحوم کا تذکرہ ہی نہیں کیا گیا، اس کے ضمن میں بہت سی شخصیتوں کے تذکار معرضِ بیان میں آگئے ہیں۔ کتاب کے مندرجات سے پتا چلتا ہے کہ ان کے صاحب زادے بھی نہایت صالح اور تقویٰ شعار ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی بہترین انداز سے کتاب میں مرقوم ہے۔ پھر حافظ صاحب نے جو خدمات سرانجام دیں اور متعدد مقامات میں جو دینی نوعیت کے ادارے قائم کیے اور مسجدیں تعمیر کرائیں ان کی تفصیل کتاب میں آگئی ہے۔ اس اہم خدمت پر اللہ تعالیٰ مصنفِ شہیر کو اجرِ جزیل سے نوازے۔

یہ کتاب قارئین کے لئے نہایت فائدہ مند ہوگی۔ آئیے اس سے استفادہ کرنے کی کوشش کریں۔

محمد اسحاق بھٹی

اسلامیہ کالونی۔ ساندہ لاہور

۵ ستمبر ۲۰۱۳

## عرض مولف

اخلاف و اسلاف کے محاسن و مناقب کو ضبط تحریر کرنا تاریخی تسلسل ہے۔ حافظ محمد دین عالم باعمل اور اپنے اسلاف کی علمی یادگار اور روحانی اقدار کے امین تھے آپ نے صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر زندگی بسر کی اور معاشرہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ خوش اسلوبی سے سر انجام دیا اور خرافات و رسومات کا حکمت عملی سے خاتمہ کیا۔

مفکر اسلام سید سلیمان ندویؒ نے ”علماء کی ذمہ داریاں“ بیان فرمائی ہیں۔

”آج کل ہمارے علماء کا کام صرف پڑھنا، پڑھانا، مسئلہ بتانا اور فتویٰ لکھنا سمجھتا جاتا ہے لیکن اب وہ وقت ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے پچھلے سبق کو دہرائیں ان کا کام صرف علم و نظر تک محدود نہیں بلکہ علمی جدوجہد اور علمی خدمت بھی ان کے منصب کا ایک بہت بڑا فرض ہے ہر آبادی (جہاں وہ رہیں) ان کی خدمت و کوشش سے آباد رہے وہاں کے جابلوں کو پڑھانا، وہاں کے نادانوں کو سمجھانا، وہاں کے غریبوں کی خدمت کرنا، ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا وہاں کے معذوروں کی خدمت کرنا ایک عالم دین کے فرائض میں سے ہے۔“ (تعمیر حیات ستمبر 1981ء)

سید ندوی مرحوم مذکورہ ذمہ داریوں سے عہدہ براء ہونے والے علماء کی فہرست میں شیخ الحدیث حافظ محمد دینؒ تلمیذ مفتی جماعت محمد صدیق ممتاز حیثیت کے حامل رہے۔

کتاب و سنت کا فروغ حافظ جی کا مقصد حیات رہا۔ آپ تبلیغی، سماجی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی معاملات میں مخلص تھے۔ اور اس بنا پر معاشرہ میں روحانی انقلاب برپا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

تذکرہ نویسی کے فن سے نابلد ہوں عزیزم عبدالحالق کے ذوق نے مجبور کیا۔ جولائی 2011ء کو حافظ جی کا انٹرویو کیا آپ نے تفصیل سے اظہار خیال کیا چونکہ آپ کی زبان سے نکلی ہوئی تمام باتیں قیمتی و تاریخی معلومات پر مبنی تھیں اس بنا پر موضوع کی مناسبت سے انٹرویو کو ترتیب دینے میں خصوصی محنت کرنا پڑی۔ میں نے ذاتی معلومات انٹرویو اور مشاہدہ کی روشنی میں حسب و نسب، تعلیمی سفر اور تبلیغی سرگرمیوں پر لکھا۔ جو جماعتی جرائد میں شائع ہوا۔



حافظ جی کے فوت ہونے کے بعد عبدالحق کا اصرار بڑھ گیا کہ آپ اباجی کے فلاحی و سماجی اور طبی کمالات پر تفصیل سے لکھیں۔ عزیزم حافظ عبدالماجد جدہ سے پاکستان تشریف لائے ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ چک کے بزرگ احباب اور نوجوان ساتھیوں کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے حافظ جی سے متعلق مطلوبہ اہم نوعیت کی معلومات فراہم کیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عزیزم عمر فاروق کو اجر عظیم سے نوازے جنہوں نے ”سوئے حرم“ کو ترتیب دینے میں مسلسل 48 گھنٹے وقت کی قربانی دی۔ نئی معلومات اور واقعات کو مناسب جگہ پر کمپوز کرانے میں برادر مر شفیق الرحمن نے احسن انداز میں خدمات سرانجام دیں پروف ریڈنگ کا مسئلہ پیدا ہو تو ملک قادر بخش بلوچ نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔

تسلیم کرتا ہوں کہ عقیدت و محبت کے پھول نچاؤر کرنے کا حق ادا نہ کر سکا تاہم ان کی زندگی کے معمولات کو عام فہم انداز میں پیش کیا تاکہ نئی نسل اس سے کماحقہ استفادہ کر کے اپنی زندگی اسلامی سانچے میں ڈھال سکے۔

سانحہ بالا کوٹ میں جہادی قافلہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں مایوسی چھا گئی لیکن علماء حق نے دعوت و جہاد کا پرچم بلند رکھا۔ مولانا غلام رسول مہر نے اُن کی جہادی داستان رقم کی۔ جب کہ مولانا محمد اسحاق بھٹی نے کتاب و سنت کی آبیاری میں جدوجہد کرنے والے علماء کے تاریخی حالات کو موثر اور دلچسپ انداز میں قلم بند کیے جو یقیناً نئی پود کے لیے مشعل راہ ہیں ان سے الاعتصام کی معرفت علمی تعلق تھا۔ میری فرمائش پر انہوں نے پُر مغز مقدمہ تحریر کیا امیر مرکز یہ پروفیسر ساجد میر، جناب عبدالمالک مجاہد اور پرنسپل جامعہ سلفیہ یسین ظفر نے تاثرات بیان کئے ان احباب کی حوصلہ افزائی کا شکریہ۔

آخر میں رب ذوالجلال سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور معاشرہ میں روحانی انقلاب برپا کرنے کا ذریعہ بنائے۔ اور آخرت میں مجھے اور میرے والدین کو اپنے انعام یافتہ لوگوں کی صحبت نصیب فرمائے۔

عطا محمد جنوہ

2 جولائی 2013ء

## حافظ محمد دین کی یاد میں!

اس میں شک نہیں کہ زندگی اور موت لازم و ملزوم ہیں، اس عالم رنگ و بو میں سانس لینے والے ہر ذی روح کو ہر صورت موت سے دو چار ہونا ہے۔ کل نفس ذائقة الموت، یعنی ہر نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ انسان لاکھ جتن کر لے موت کے ہاتھوں کسی کو مفر نہیں۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے۔ (این ماتکونو یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدہ) ”تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آکر پکڑ لے گی، اگرچہ تم مضبوط برجوں میں ہو۔“ حقیقی بات یہ ہے کہ صرف خالق کائنات کی ذات ہی لازوال اور ابدی ہے اس کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔ (کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام) ”یعنی روئے زمین پر جو کچھ ہے سب کا سب فنا ہونے والا ہے، صرف تیرے رب کی ذات جو صاحب عظمت و احسان ہے باقی رہ جائے گی۔“

جب ہر آنے والے انسان کا جانا مقدر ٹھہرا تو بعض شخصیات کی موت کا تصور بڑا الم ناک ہوتا ہے جو اپنے پیچھے گونا گوں خدمات کے گہرے نقوش چھوڑ جاتی ہیں جن سے ان کی یادیں تادیر بھلائی نہیں جاسکتیں، شرع نے درست کہا ہے۔

موت اس کی ہے کرے جس پر زمانہ افسوس یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرے کے لیے ایسی ہی شخصیات میں حافظ محمد دین کا نام بھی بڑا نمایاں ہے جو 2 مئی 2012ء کی صبح کو انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، جو نبی مجھے یہ افسوس ناک خبر ملی، میں نے نماز جنازہ میں شرکت کا پروگرام بنالیا، بھائی نوالہ میں بعد نماز عصر نماز جنازہ ادا کی گئی اور مجھے نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت میسر آئی، بلاشبہ بہت بڑا جنازہ تھا۔

حافظ صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، ہمارا ان سے مسلکی اور جماعتی دیرینہ تعلق تھا۔ وہ بڑے مفسر، مہمان نواز، حلیم الطبع، منکسر المزاج اور خوش اخلاق انسان تھے۔ انکساری اور سادگی ان کی طبیعت کا حصہ تھی اور وہ خود پسندی سے کوسوں دور تھے۔ وہ ممتاز عالم

دین، سلجھے ہوئے خطیب اور مستند طبیب، ذہانت سے مالا مال، سلفی روایات کے امین، جماعتی غیرت اور مسلکی حمیت سے سرشار تھے۔ وہ علم و عمل اور تقویٰ و طہارت میں بھی ممتاز تھے ان کی دینی حمیت نے نوجوانوں میں مسلک کی تڑپ، اسلامی غیرت اور جماعت سے گہری وابستگی کی خوب پیدا کر دی تھی۔

وہ دین کی تبلیغ و اشاعت کا بڑا جذبہ رکھتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۷۶ء سے اپنے گاؤں میں سالانہ اہل حدیث کانفرنس کا آغاز کیا اور یہ سلسلہ تاحیات جاری رہا۔ اس کانفرنس میں ملک بھر سے جید علما، کرام، نامور خطباء اور شرعی بیان و اعظین تشریف لاتے اور لوگ ان کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہوا کرتے تھے۔ حافظ صاحب کانفرنس کے اکثر اخراجات خود برداشت کیا کرتے تھے۔ حافظ صاحب ۱۹۹۱ء میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع سرگودھا کے ناظم مقرر ہوئے اور ایک عرصہ تک یہ ذمہ داری ادا کرتے رہے۔ اس راہ میں بہت سی مشکلات آئیں مگر وہ بڑی استقامت کے ساتھ مسلک و جماعت کی خدمات انجام دیتے رہے۔ وہ مرکزی اجلاسوں میں بڑی باقاعدگی کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے اور اپنی صائب رائے سے باؤس کو استفادہ کا موقع دیا کرتے تھے۔ حافظ صاحب کا حلقہ احباب بڑا وسیع تھا۔ وہ اتحاد بین المسلمین کے بھی داعی تھے۔ انہوں نے قومی اتحاد کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا اور راہ کی کوئی مشکل ان کے موقف میں لغزش پیدا نہ کر سکی۔ مجھے امید ہے کہ ان کے فرزندان گرامی حضرت حافظ صاحب کے دینی مشن کو جاری و ساری رکھیں گے۔ ہماری دعائیں اور وفا میں ان کے ساتھ ہیں۔

حضرت حافظ صاحب کی وفات سے مجھے یہ شدت سے احساس ہوا کہ ان کی شخصیت، احباب جماعت کے لیے سایہ دار درخت کی مانند تھی جس سایہ سے احباب محروم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

سینئر پروفیسر ساجد میر

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان

## حرف آغاز

حافظ محمد دین کو شوگر کی بیماری نے نڈھال کر دیا تھا۔ اطلاع ملنے پر مسجد پہنچا تو ظہر کی اذان ہو چکی تھی۔ حافظ جی عزیزوں کے سہارے حجرے سے نکل کر مسجد میں جا رہے تھے۔ انہوں نے کرسی پر بیٹھ کر باجماعت نماز میں شرکت کی۔ نماز کے بعد اُن کی خدمت میں حاضر ہوا، خیریت دریافت کی تو آپ نے الحمد للہ کہا اور مجھ سے میرے اہل خانہ، جماعت اور گاؤں کے معزز خاندانوں کی خیریت دریافت کرتے رہے۔ جماعتی احباب کرسی کے آس پاس تشریف فرما ہوئے۔ درس کے بچے مؤدب ہو کر بیٹھ گئے۔ آپ اُن سے محو گفتگو ہوئے۔ وہ آپ کے پند و نصائح غور سے سنتے رہے۔ محترم حافظ جی نصف گھنٹہ بعد سہارے سے گھر تشریف لے گئے تو اُس وقت تمام ساتھی مسجد سے نکلے چک 23 کی جماعت کا والہانہ ادب و احترام کا منظر دیکھ کر دل سے دعا نکلی اللہ سبحانہ و تعالیٰ اُن سب کو دنیا و آخرت کی کامیابی کی نعمت سے سرفراز فرما۔

(آمین)

مؤلف

## حسب و نسب

مولانا حافظ محمد دین 24 جنوری 1939ء کو موضع کوٹ بھائی خان (سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔

### حلیہ

میں نے ہوش سنبھالا تو اُس وقت حافظ جی جامعہ علمیہ میں زیر تعلیم تھے۔ میرے دادا اللہ دین ٹرنک خریدنے سرگودھا گئے تو میں اُن کے ہمراہ تھا۔ حافظ جی نے اپنا بچپن جن کی صحبت میں گزارا، اُن کو دیکھ کر پھولے نہ سمائے۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ اُنھوں نے دودھ سوڈا سے تواضع کی۔ نماز ظہر مفتی محمد صدیق کی اقتدا میں ادا کی۔ پھر ہمیں بازار لے گئے۔ میاں عبدالستار آزاد نے مناسب ریٹ پر عمدہ مال فراہم کیا۔ حافظ جی سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد حافظ محمد دین اپنے آبائی گاؤں کوٹ بھائی خان میں جمعہ کا خطبہ پڑھانے کے لیے تشریف لاتے رہے۔

اللہ سبحانہ نے حافظ جی کو کُسن و جمال سے نوازا تھا۔ اوسط درجے کا بدن، مناسب قد و قامت، چاند کی طرح روئے تاباں جس کی تاب ناکी کو تقویٰ و طہارت کی روحانیت نے دوا آتشہ بنادیا تھا۔ سرخ و سفید رنگت جو لطافت اور حلاوت کی آئینہ دار اور آپ کا چہرہ ہمیشہ کلیوں کی طرح متمبسم اور پھولوں کی طرح گل و گلزار رہتا۔ مسنون اعمال کی دعوت دیتے ہوئے آپ کی زبان کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی ہوتی۔ تاہم جب عقیدہ و ایمان پر خطاب کرتے یا کسی محفل میں گفتگو کرتے تو آپ کے چہرہ سے جلالت کا وقار ظاہر ہوتا۔

### قوم:

آپ جاٹ برادری کی ”لک“ شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو ضلع سرگودھا کی بااثر قوم ہے۔ اجنالہ، سکیسر، لک، ماڑی کے دیہاتوں کی اراضی کے مالک ہیں۔ اگرچہ لک قوم کے بعض

خاندان چوری، ڈکیتی اور قتل و غارت میں مصروف ہیں تاہم اس قوم کے بعض افراد نے تعلیم حاصل کر کے سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مہر خدا داد لک اور مہر دنگیر لک کے نام قابل ذکر ہیں۔ لک قوم کے بعض خاندانوں کا دین سے بھی لگاؤ ہے۔ سرگودھا کے مضافات میں خوبصورت مساجد بنوائیں۔ لک موڑ کی جامع مسجد قابل دید ہے۔

## والدین:

حافظ محمد دین کے والد محترم اپنے آبائی گاؤں کوٹ بھائی خان میں مہر خدا بخش لک کے نام سے معروف تھے۔ وہ صوم و صلوة کے پابند، صابر شاکر، خدا ترس اور متوکل مزاج تھے۔ اخلاقی طور پر منسا پر خوش طبع اور مہمان نواز تھے۔ آپ کے مالی وسائل کا انحصار کاشتکاری پر تھا۔ وہ رزق حلال کمانے میں انتہائی محتاط تھے۔ وہ مالک زمین کی حق تلفی نہ کرتے تھے۔ وہ مویٹوں کو کھیتوں میں محتاط انداز میں چراتے تاکہ کسی کا فصل کا اجاڑہ نہ ہو۔ میاں برہان الدین، ملک محمد سردار بلوچ، اللہ دین جنجوعہ اور احمد دین لکڑاں کے ہم محفل تھے۔ آپ کا خاندان شرافت اور اسلام سے لگاؤ کی وجہ سے گاؤں میں معزز تھا۔ معتبر گھرانے اُن سے میل جول رکھنے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اہل دیہہ اُن کے عمدہ اخلاق کی وجہ سے بے حد عزت کرتے تھے۔

## خاندانی وقار:

”مولانا دین محمدؒ برادر مفتی محمد صدیقؒ نے اُن کے خاندانی وقار سے متعلق واقعہ سنایا تھا۔“ ذاتی کام کے سلسلہ میں کوٹ بھائی خان گیا اُس وقت مسجد اہلحدیث میں ایک بزرگ اللہ دین جنجوعہ (راقم کے دادا) موجود تھے جنہوں نے اُٹھ کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ تعارفی طور پر استفسار کیا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ میں نے کہا سلا بیٹ ناؤن سرگودھا سے آیا ہوں انہوں نے برجستہ پوچھا وہاں تو ہمارا عزیز محمد دین لک پڑھتا ہے جونہی میں نے کہا اس کا استاد ہوں تو بزرگ نے فرط محبت سے ہاتھ کو پکڑا اور بوسہ لیا اور میری آؤ بھگت کی۔ جب میں شاپ پر سواری کے انتظار کے لیے سڑک پر کھڑا ہوا تو کھوکھا پر موجود شخص مخاطب ہوا۔ مولوی جی آپ کہاں سے آئے ہیں۔ میں نے کہا سرگودھا سے اس نے بھی پیار سے پوچھا کہ میرا بھتیجا محمد دین لک



پڑھتا ہے۔ جب میں نے کہا کہ وہ تو میرا شاگرد ہے اُس نے نہایت ادب سے مجھے لکڑی کی کرسی پر بٹھایا آٹا نانا چائے بسکٹ سے تواضع کی اور ٹانگہ پر بٹھایا۔ وہ ولی محمد مسلم شیخ کا بیٹا تھا۔ مولانا دین محمد نے مسکرا کر کہا اس طرح پیروں کا احترام کیا جاتا ہے جس طرح آپ کے خاندان کا گاؤں میں احترام ہے۔“

حافظ جی کے خاندان کا گاؤں میں اس لیے وقار تھا کہ وہ اہل دیہہ کے دکھ سکھ میں برابر کے شریک ہوتے تھے۔ گاؤں کے غریب لوگ مال مویشی کے لیے گھاس کاٹنے کے لیے اُن کے ڈیرہ کے نواح میں جاتے جب تھک کر پسینہ سے شرابور ہو جاتے تو اُن کے ڈیرہ پر جا کر آرام کرتے مہر خدا بخش اُن کی لمسی سے تواضع کرتے اور روٹی کھائے بغیر جانے نہ دیتے۔ مزید برآں حافظ جی کے نانا اور والد محترم سماجی، رفاہی اور تبلیغی امور میں گاؤں کے معزز احباب کے دست راست تھے۔

حافظ جی کے والد کو قرآن حکیم سے دلی لگاؤ تھا۔ نماز فجر کے بعد تلاوت قرآن اُن کی زندگی کا معمول تھا۔ انہوں نے کھیتوں میں محفوظ مقام پر قرآن رکھا ہوا تھا۔ اُن کو کام سے ذرا فرصت ملتی تو وہ قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دیتے۔ آپ کے تین بیٹے محمد دین، محمد سلیم اور جلال دین تھے پہلے دو کو حفظ کرایا اور تیسرے بیٹے اور بیٹی کو ناظرہ قرآن کی تعلیم دلوائی چک نمبر 23 الف جنوبی میں فوت ہوئے مفتی محمد صدیقؒ نے اُن کی نماز جنازہ سے قبل اپنے تاثرات میں فرمایا۔

”ہمارے نزدیک ولی وہ ہوتا ہے جو نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتا ہو۔ میں آج ایک ولی اللہ کی جنازہ پڑھا رہا ہوں۔“

اللہ رحیم و کریم اُن کی قبر پر رحمت کا یمنہ برسائے۔

### مواعدہ خاتون:

حافظ جی کی والدہ محترمہ کا نام بختا ور تھا۔ وہ پارسا، مواعدہ اور رقیق القلب خاتون تھیں نماز فجر کے بعد قرآن کی تلاوت کرتیں۔ وہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھتی تھیں۔ میری دادی روایت کرتی تھیں کہ بختا ور جوانی میں بھی صوم صلوٰۃ کی پابند اور نیک سیرت

تھیں۔ وہ ہم عمر لڑکیوں سے زیادہ راہ و رسم نہ رکھتی تھیں بلکہ معمر عورتوں کی صحبت میں بیٹھنا سعات سمجھتی تھیں۔ وہ خانگی امور سے فارغ ہو کر بختاور کے گھر جا کر چرخہ کاٹی تھیں۔ حافظ جی کی والدہ اُن کے پند و نصائح غور سے سنتی رہتیں۔ سرداراں دختر گھیبہ لوہار، سرداراں دختر لکھی اور حافظ جی کی والدہ کے میکہ کے افراد طاعون کی بیماری کی بنا پر فوت ہو گئے تھے۔ وہ اپنے آبا و اجداد کے واقعات بیان کر کے ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹتی تھیں۔ لیکن اللہ کی رضا پر صبر و شکر کا کلمہ الحمد للہ پڑھتی تھیں۔ اور نماز کے بعد مرحوم والدین کے لیے دعائے مغفرت کرتی تھیں۔

اماں بختاور خود دار طبیعت کی مالک تھیں۔ تقسیم ہند کے بعد گاؤں میں تنگ دستی کا دور تھا۔ لیکن انہوں نے رب کے دربار کے علاوہ کسی سے سوال نہ کیا۔ وہ عموماً کہا کرتی تھیں۔

ماں دیوے پانی میں بھو ڈنگ پکائی

دیوے رب سائیں میں نت پچی پکائیں

(کسی سے سوال کروں حتیٰ کہ ماں سے مانگوں تو وہ صرف ایک دن کے لیے آٹا کافی ہو

گا میں تو اپنے رب سے ہی سوال کروں گی جو پہلے بھی دیتا تھا اب بھی دے گا۔

راقم چک 23 جاتا تو وہ مجھے بیٹھک میں بلوا کر ملتی تھیں بزرگوں کی قناعت باہمی اتحاد و

ریگانگت کے سبق آموز واقعات سناتیں اماں جی عمر کے آخری حصہ میں معذور ہونے کے باوجود

صوم و صلوٰۃ کی پابند رہیں آپ ترقی و کامرانی کی دعائیں دے کر الوداع کرتیں وہ اپنے بیٹوں اور

بہوؤں کی خدمت پر راضی ہو کر دنیا سے رخصت ہوئیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اُن کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

نانا جان محترم حافظ جی کے نانا احمد دین لک حافظ قرآن تھے۔ وہ ماہ رمضان میں

جنوبہ فیملی کے حافظ علی محمد اور حافظ محمد دین ولد لکھی کے ساتھ مل کر مسجد الحمدیث میں قرآن حکیم

سننے سناتے تھے۔ کسی قسم کا معاوضہ نہ لیتے بلکہ تکمیل قرآن کے موقع پر خود جماعتی ساتھیوں کی

خوب تواضع کرتے۔ لاڈ و پسیر کا دور نہ تھا۔ اس کے باوجود اُن کی آواز گاؤں میں گونجتی تھی

گرمیوں کے موسم میں عورتیں چھتوں پر بیٹھ کر ذوق و شوق سے سنتی تھیں اور اپنے دل کو قرآن کے

نور سے منور کرتیں۔ مذکورہ بزرگ صاحبان متولی مسجد کی عدم موجودگی میں بے لوث امامت کا فریضہ سرانجام دیتے اور قادر بخش معمار خطبہ جمعہ دیتے تھے۔ حافظ جی ان کا تذکرہ کرتے تو رب کے دربار میں آنسو بہا کر مغفرت کی دعا کرتے تھے۔

خدا رحمت کن دین پاک طینت را

## آبائی گاؤں:

حافظ جی کا آبائی گاؤں کوٹ بھائی خان ہے جو جھادریاں سے شاہ پور روڈ پر واقع ہے۔ جس کا رقبہ اٹھارہ 18 ہزار ایکڑ پر مشتمل ہے۔ میکن خاندان جس کے موروثی مالک تھے مغلیہ خاندان کے زوال کے دور میں ہندوستان میں افراتفری اور لاقانونیت کا دور شروع ہوا۔ طاقتور قبائل کمزور قوموں کو لوٹ کر چلے جاتے تھے۔ جہاں زمین زرخیز ہوتی وہاں مقامی لوگوں کو علاقہ بدر کر کے خود قابض ہو جاتے تھے۔ چنانچہ بھائی خان میکن نے ڈاکوئلیروں سے حفاظت کے لیے قلعہ تعمیر کرایا۔ چونکہ کوٹ قلعہ کو کہتے ہیں۔ اس لیے اس کا نام کوٹ بھائی خان مشہور ہو گیا۔ قلعہ تو مہندم ہو چکا ہے البتہ اس کے آثار باقی ہیں۔ رفتہ رفتہ گاؤں کی آبادی میں اضافہ ہوتا گیا۔

مولانا قطب دین نے کوٹ بھائی خان کی شمالی جانب 1187ھ میں مسجد اہلحدیث کی بنیاد رکھی جس میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مدرسہ قائم کیا۔ قطب دین کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے حافظ محمد دین خدمت دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ انھوں نے 1317ھ میں اس مسجد کو از سر نو تعمیر کروایا آپ مدرسہ رحیمیہ دہلی کے فیض یافتہ تھے۔ اُن کی ذاتی لائبریری میں عربی فارسی کی نایاب کتب کا وسیع ذخیرہ تھا۔

سید احمد شاہ اسماعیلؒ نے انگریزوں کے مظالم سُن کر ان کے خلاف جہاد شروع کیا۔ سانحہ بالا کوٹ کے بعد بنگال، صادق پور اور پٹنہ کے اہلحدیثوں نے انگریزوں کے خلاف گوریلا مہم جاری رکھی انگریزوں نے ان کو وہابی کہنا شروع کر دیا۔ جب کہ بعض اصحاب الحدیث نے نئی نسل کو قرآن وحدیث سے روشناس کرانے کے لیے درس و تدریس کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا۔ مولانا قطب دین اسی قافلہ کے تبلیغی سپاہی تھے۔ جنہوں نے 1187ھ میں کوٹ بھائی خان میں

مسجد اہلحدیث کی بنیاد رکھی۔ کافی عرصہ بیت گیا لیکن آج بھی عوام میں وہابیوں کی مسجد کے نام سے معروف ہے۔ اس کی تاریخی حیثیت ثابت کرنے کے لیے ایک حنفی بزرگ کی شہادت پیش کرتا ہوں۔

کوٹ بھائی خان کے قریب ”بیر بل“ گاؤں ہے جہاں کے حنفی بزرگ خواجہ غلام مرتضیٰ نقوی علم اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے علاقہ بھر میں مشہور تھے۔ جن کی عربی زبان میں قلمی تصانیف پر چند احباب نے ایم فل اور پی ایچ ڈی بھی کی ہے۔ حکیم عبدالرسول بکھروی نے اُن کے حالات زندگی اور علمی مصروفیات کو بڑی عقیدت سے ”انوار مرتضویہ“ کے نام سے تحریر کیا ہے حکیم صاحب رقم طراز ہیں:

”حضرت قبلہ (مولانا غلام مرتضیٰ) روحی فداہ بہ 1251ھ اپنی مطہر بیر بل شریف علاقہ شاہ پور میں پیدا ہوئے۔ ولادت باسعادت سے پہلے ایک کامل بزرگ نے آپ کے والد ماجد کو آپ کی پیدائش اور علوم مرتبت کی بشارت دے دی تھی۔ آپ کی عمر تیرہ برس کی تھی کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ حضرت نے حیات والد بزرگوار میں کلام اللہ حفظ کر لیا تھا اور رسائل فارسی تاسکندر نامہ اور علم فقہ کی بعض فارسی کتابیں اور فتاویٰ مثل صلوٰۃ مسعودی وغیرہ ختم کر لیے تھے آپ کی طبیعت مبارک اور اخلاق ازکین میں ہی ایسے تھے کہ اہل بصیرت دیکھ کر یقین کر لیتے تھے کہ آپ مادرِ زاد ولی ہیں..... (انوار مرتضوی صفحہ 23)

”آپ کے زمانہ میں غیر مقلدوں کا بڑا زور شور ہو گیا۔ اُن کے ساتھ چند دفعہ آپ کو بحث و مباحثہ کا اتفاق ہوا۔ آپ کے انفس قدسیہ کی برکت سے حق تعالیٰ نے اُن اطراف سے اُن کا قلع قمع کر دیا۔ سب سے بڑی بحث مقام کوٹ بھائی خان میں ہوئی۔ بحث کی خبر سن کر دور دور سے خلقت جمع ہوئی۔ حفظ امن کے واسطے حکام کی طرف سے بذریعہ رسالدار انتظام کرایا گیا۔ غیر مقلدین کا گروہ جو بڑی دھوم دھام سے آیا تھا اور جس کو اپنی ہندوستان کی تعلیم کا بڑا گھمنڈ و فخر تھا اور بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال کر لیا تھا، حضرت قبلہ نے دو تین باتوں میں لا جواب کر دیا۔“ (انوار مرتضوی صفحہ 26)

خواجہ غلام مرتضیٰ بیر بلوی 1321ھ کے حالات زندگی پر مبنی انوار مرتضویہ کا اقتباس اس امر کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ مسجد اہلحدیث کوٹ بھائی خان (سرگودھا) کے دروازہ پر جو پتھر کی تختی آویزاں ہے۔ اس کی تحریر درست ہے۔

قدیم تعمیر کردہ	مولانا قطب دین	1187ھ
جدید تعمیر کردہ	مولانا محمد دین	1317ھ
تکمیل کردہ	حکیم حافظ سراج دین	1380ھ

ثانیاً مولانا محمد دین جنھوں نے 1317ھ میں مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا تھا وہ دہلی کی دینی درسگاہ سے فارغ التحصیل تھے۔ ثالثاً مسجد اہلحدیث کوٹ بھائی خان تعمیر شدہ 1187ھ ضلع سرگودھا کی قدیم مسجد ہے۔

حافظ محمد دین لک کے حفظ کے استاد حکیم حافظ سراج دین کی وفات کے بعد اُن کے بھتیجے حکیم احمد دین جمعہ کا خطبہ دیتے تھے۔ جب کہ امامت کا فریضہ حافظ احمد دین جنجوعہ سرانجام دیتے رہے۔ مزید برآں انھوں نے بیالیس سال تک اسی مسجد میں رمضان المبارک کے دوران قرآن سنانے کی سعادت حاصل کی تاہم خدمت کے صلہ میں ایک روپیہ بھی وصول نہیں کیا۔

الہی! قدیم مسجد اہلحدیث کوٹ بھائی خان کی تعمیر اور آباد کرنے میں جن بزرگوں نے خدمت کی، اُن کی قبروں کو جنت کا باغیچہ بنا (آمین)

### حکیم حافظ سراج دینؒ:

حکیم حافظ سراج دینؒ نے دینی تعلیم اپنے ماموں حافظ محمد دین سے حاصل کی۔ وہ عالم باعمل اور خوش اخلاق تھے۔ وہ استری کیا ہوا سفید لباس پہنتے تھے۔ وہ مقامی لوگوں کے فہم اور ذوق کو مد نظر رکھ کر پنجابی زبان میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے۔ وہ بعض اوقات منظوم تفسیر محمدی خوش الحانی سے پڑھ کر سناتے تھے۔ سامعین نہایت شوق سے ان کا وعظ سنتے اور اپنے عقیدہ و ایمان میں تازگی محسوس کرتے تھے۔ وہ خود بھی احادیث کا ترجمہ اشعار میں کر لیتے تھے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے

و نیاتے محتاج نہ کرنا بندیاں دایا اللہ  
آپے کم سنواریں مولارحمت کریں تجلی

اتفاقاً اس وقت گاؤں کی کسی مسجد میں درس کا اہتمام نہ تھا۔ اس لیے پورے گاؤں کے بچے اور بچیاں اُن کے درس میں قرآن پڑھتے تھے۔

حافظ سراج دین نے طب کی تعلیم بھیرہ سے حاصل کی۔ حکیم غلام مرتضیٰ بھیروی ان کے ہم مکتب تھا۔ اس لیے حافظ جی علاقے بھر میں مشہور تھے۔ وہ بخار اور تپ دق کے علاج کے خصوصی طور پر ماہر تھے۔ وہ غریبوں کا مفت علاج کرتے اور دوسروں سے بھی معمولی دام وصول کرتے۔ خدمت انسانیت اُن کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ رات کے کسی حصہ میں کوئی دروازہ پر دستک دیتا تو وہ اُس کے ساتھ چل کر مریض کو گھر میں چیک کرتے تھے۔ درس کے طالب علم خوشی محمد جنجوعہ پنسار میں مریضوں کو دوائی دیتے جب کہ حافظ محمد دین لک دوائی تیار کرنے اور مریضوں کو دینے میں خوشی محمد کا ہاتھ بٹاتے۔ بچپن میں طب کا ذوق جوانی میں حافظ محمد دین کا انسانی خدمت کا وسیلہ بن گیا۔ اس طرح تدریس قرآن اور طبی خدمات کی وجہ سے حافظ سراج دین کا گاؤں میں بے حد احترام تھا۔ اُن کے چھوٹے بھائی میاں برہان الدین بے لوث مبلغ اور سماجی ورفانی کاموں کے قائد تھے۔ گاؤں میں سیلابی پانی آتا تو عورتوں کا رفع حاجت کے لیے ٹکنا پیچیدہ مسئلہ بن جاتا۔ میاں جی نے تین سڑکیں بنوائیں۔ وہ ملحقہ گاؤں کوٹ پہلوان میں امام و خطیب تھے۔ سردار بھائی خان میکن ان کا معتقد تھا۔ سردار صاحب اپنے استاد جی کے ہمراہ جلسوں میں شرکت کے لیے سرگودھا جاتے تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزا غلام احمد قادیانی کا علمی محاسبہ کیا مرزا قادیانی نے بحث مباحثہ سے تنگ آکر آسمانی فیصلہ کے لیے دعا کی کہ اگر میں سچا ہوں تو مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں ہیضہ کی موت سے مر جائے اور اگر مولوی ثناء اللہ سچا ہے تو میں اُس کی زندگی میں ہیضہ کی موت سے مر جاؤں۔ چنانچہ مرزا قادیانی 1908ء میں ہیضہ کی بیماری کی وجہ سے مر گیا جب کہ شیخ اسلام ثناء اللہ امرتسری 1948ء میں سرگودھا آکر فوت ہوئے۔ والد مرحوم نے بتایا کہ ایک دفعہ مسجد الحمدیٹ 19 بلاک میں جلسہ تھا۔ اپنے استاد جی اور سردار بھائی خان میکن کے ہمراہ جلسہ میں گیا۔ مولانا ثناء اللہ تقریر کر رہے تھے کہ اسلام میں بت پرستی کا آغاز تصویر کشی سے شروع ہوا۔ جب کہ قادیانی اپنے مرزا کی تصویر



گھروں اور عبادت خانوں میں تبرک سمجھ کر لٹکاتے ہیں۔ مرزائی ٹولہ کی طرف سے فوراً رقعہ آیا تم اس بات پر کیوں اعتراض کرتے ہو کیوں کہ ہم تو تصویر کو دیوار پر لٹکاتے ہیں لیکن مولوی صاحب کی جیب میں بت ہیں۔ وہ بھی عورت کے۔ (یاد رہے اس دور میں ملکہ برطانیہ کا روپیہ پیسہ پر مجسمہ بنا ہوا تھا) مولانا ثناء اللہ کمال درجہ کے حاضر جواب تھے۔ انہوں نے جیب سے سکے نکالا اور حاضرین کے سامنے اس پر جوتا مار کر کہا اسلام میں بت پرستی حرام ہے۔ اگر آپ بھی حرام سمجھتے ہیں تو مرزا کی تصویر پر جوتے مار کر دکھائیں۔ حاضرین عیش عیش کرائے۔ قادیانیوں کی طرف سے کوئی رقعہ نہ آیا۔ لیکن تنظیمی رابطہ کے فقدان کی وجہ سے بھائی خان میکن کی اولاد حنفیت کی طرف مائل ہو گئی ہے۔

حافظ محمد دین لک کے ابتدائی اساتذہ حافظ سراج الدین اور ان کے بھائی میاں برہان الدین کا گاؤں میں حیا و احترام تھا۔ کسی نوجوان کو ”بودا“ چکا کر گلیوں میں پھرنے کی اجازت نہ تھی۔ عورتوں پر پابندی عائد تھی کہ وہ دوہری چادر باندھیں۔ بچیاں سر پر دوپٹہ رکھتیں کہ ان کا کوئی بال نظر نہ آتا۔ کسی کو رمضان المبارک کی علانیہ بے حرمتی کرنے کی جرأت نہ ہوتی اگر کوئی کرتا تو میاں جی ان کا محاسبہ کرتے اور اہل دیہہ محدود مدت کے لیے ان کا سماجی بائیکاٹ کرتے۔ جس سے اس طرح دیگر لوگ عبرت حاصل کرتے۔

حافظ برادران اہل دیہہ کے بے نمازوں کو رب کے دربار میں حاضری دینے کی تلقین کرتے۔ اگر بار بار کہنے کے باوجود نماز نہ پڑھتا تو میاں جی اُس کے گلے میں جوتیوں کا ہار ڈال دیتے اور گدھے پر بٹھا کر بازار میں پھراتے، تماشا کی تالیاں بجاتے۔ تین چار ایسے واقعات ہوئے تو چند منہ پھٹ لوگ کہنے لگے کہ فلاں چودھری جو بے نماز ہے، میاں جی کا کھوٹا اس پر کیوں نہیں چلتا۔ میاں جی نے یہ شکوہ سن کر اعلان کر دیا کہ جلوس فلاں جاگیردار کے ڈیرہ پر جائے گا۔ دوسرے دن معززین کا جلوس مسجد اہل حدیث سے نکلا۔ اتنے میں کسی نے بے نماز رئیس کو اطلاع کر دی۔ آخر مسلمان تھا اُس کا سر نہ امت سے جھک گیا قریبی مسجد میں حاضر ہو گیا۔ اور نماز کی نیت کر لی۔ اللہ ذوالجلال نے میاں جی کا بھرم رکھ لیا۔

انہوں نے امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ اتنی جرات سے سرانجام دیا۔ آخر کیوں؟ جس دل میں اللہ ذوالجلال کا خوف بسیرا کر لے، وہ دنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتا جو موت و حیات کا مالک اللہ ہی کو سمجھ لے، اس کے دل سے غیروں کا خوف مٹ جاتا ہے۔ وہ ارکان اسلام کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا پورا خیال رکھتے تھے۔ غریبوں، مسکینوں اور بچوں میں صدقہ و خیرات کرنا ان کی زندگی کا معمول تھا۔ وہ نہایت خوش اخلاق اور ملنسار تھے۔ وہ مسجد و مدرسہ کی بے لوث خدمت کرتے تھے۔ البتہ عیدین کے موقع پر جماعتی احباب ان کی خدمت کرتے تھے۔

جب گاؤں کے بااثر زمیندار نے شیعیت اختیار کی اور انہوں نے عوام میں مذہب کا پرچار شروع کر دیا تو میاں برہان الدین اور حاجی عبدالکیم کی رگ حیمت پھڑک اُٹھی۔ انہوں نے مسجد اہل حدیث میں جلسہ کا اہتمام کیا۔ ادھر 5 محرم کو ان کا ماتمی جلوس بازار سے گزر رہا تھا اور ادھر مسجد میں علامہ دوست محمد قریشیؒ نے مدلل انداز میں ماتم کی تردید کی اور صبر حسینؑ کے موضوع پر علمی خطاب کیا۔ یہ دین کے ان بے لوث خدام کا تذکرہ ہے جن کے پاس حافظ محمد دین نے قرآن حکیم حفظ کیا۔ ماہر نفسیات کا قول ہے کہ بچہ ابتدائی عمر میں جو کچھ سیکھ جاتا ہے اُس کے دل و دماغ پر ثبت ہو جاتا ہے۔ ان شریف اور نڈرا اساتذہ کی صحبت اور تعلیم و تربیت کا اثر حافظ جی کی زندگی میں نمایاں نظر آتا ہے۔

جہادریاں کے نزدیک موضع خورشید ہے۔ جہاں بسرا فیلی کے ساتھ حافظ جی کے آبا و اجداد کے گہرے مراسم تھے۔ جس وقت حافظ سراج دین متولی مسجد کوٹ بھائی خان جج پر چلے گئے تو حافظ جی نے آخری بارہ پارے خورشید کے مدرسہ میں حفظ کیے۔ ان کے استاد حافظ محمد بخش نہایت شریف طبع اور محنتی مدرس تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی تدریس قرآن کے لیے وقف کی ہوئی تھی۔

محترم حافظ جی حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد سرگودھا تشریف لے گئے اور مفتی محمد صدیق کے درس میں داخل ہو گئے۔ اس طرح کوٹ بھائی خان کی جماعت کا سرگودھا شہر کی

جماعت سے تنظیمی رابطہ قائم ہوا۔

مسجد کوٹ پہلوان میں سردار بھائی خاں میکن کی نگرانی میں جلسہ ہوا جس میں حافظ محمد اسماعیل روپڑی، مفتی محمد صدیق اور مولانا غلام اللہ خان نے توحید و سنت پر مدلل خطاب فرمائے۔ برادر م حافظ محمد دین نے تلاوت قرآن اور مولانا محمد ابراہیم خادم کے منظوم کلام سے سامعین کے دل موہ لیے۔ اس طرح حافظ جی کا اپنے علاقہ میں پہلی دفعہ تعارف ہوا کہ خدا بخش لک کا بیٹا سرگودھا میں دینی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

## انٹرویو

عزیزم عبدالخالق بن حافظ محمد دین نے بھلوال میں منعقدہ ضلعی شوریٰ کے اجلاس میں اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ آپ کے باجی سے خاندانی مراسم ہیں۔ آپ دیگر علمی مصروفیات ترک کر کے اُن کے حالات قلم بند کریں۔ میں نے حافظ جی سے کوٹ بھائی خان کی مسجد اور اساتذہ کے بارے میں استفسار کیا۔ انہوں نے اپنی معلومات کے مطابق اظہار خیال کیا جو میں نے ریکارڈ کر لیا۔ راقم نے اُن کے مذکورہ بیان ذاتی مشاہدہ اور تاریخی حوالہ کی روشنی میں مسجد کی قدامت اور اس کی خدمت کرنے والے اساتذہ کے حالات تحریر کیے ہیں۔ جو آپ پڑھ چکے ہیں اب حافظ جی کے تعلیمی سفر اور تبلیغی سرگرمیوں کی روداد اُن کے انٹرویو کی روشنی میں پیش خدمت ہے۔

جنجوعہ: محترم حافظ جی! آپ نے کوٹ بھائی خان میں بچپن گزرا۔ آپ کے دوست کون سے ہیں۔ حافظ جی: خطبہ مسنونہ میں اللہ سبحانہ کی حمد و ثنا اور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام کا تحفہ و نذرانہ پیش کیا اس کے بعد اظہار خیال کیا کہ آپ میرے واجب الاحترام برادر مکرم ہیں کیوں کہ میرے والدین اور نانا جان کے آپ کے خاندان سے دیرینہ تعلقات تھے۔ جو صرف ایک گاؤں میں رہنے کی وجہ سے نہیں بلکہ ہم مسلک ہونے کی بنا پر تھے۔ میں آپ کے علمی اور تاریخی ذوق کی قدر کرتا ہوں۔

میرے والدین نے ہم عمر ساتھیوں سے بیل جول رکھا۔ اُن کی غمی و خوشی میں شریک ہوئے لیکن انہوں نے دوستی بزرگوں سے رکھی۔ میں نے بھی اُن کی پیروی کی۔ مسجد و سکول کے ہم مکتب اور محلہ کے بچے گلی کوچہ میں گزرتے ہوئے مل جاتے۔ نہایت خوش اخلاقی سے ملتا۔ سلام دعا کر کے گزرتا لیکن کسی کو دوست نہ بنایا۔ کیوں کہ دوست وہ ہوتا ہے جس سے ملنے کے لیے دل بے تاب ہو اور جب ملاقات ہو جائے تو اٹھنے جدا ہونے کو جی نہ کرے۔ اس لحاظ سے میں نے کوٹ بھائی خان میں دو بزرگوں کو دوست بنایا۔

میاں برہان الدین صاحب جو مسجد الحمدیث کوٹ پہلوان کے خطیب تھے۔ وہ تبلیغی رفاہی اور سماجی امور میں قائدانہ کردار ادا کرتے تھے۔ دوران طالب علمی اُن کی صحبت سے فیض اٹھاتا رہا۔ اُن کی تربیت سے خدمت انسانیت کا جذبہ کا اثر تاحال قائم ہے۔ دوسرے دوست آپ کے دادا جان اللہ دین تھے۔ وہ تقویٰ و طہارت اور فہم و فراست کی وجہ سے گاؤں میں معروف تھے۔ گاؤں کے اکثر لوگ خاندانی معاملات کے حل کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ خدا نخواستہ کسی خاندان میں تنازعہ رونما ہو جاتا تو وہ صلح صفائی کے لیے پہنچ جاتے۔ آپ فریقین کی گفتگوں کو احسن انداز میں معاملہ سلجھا دیتے۔ میں نے معاملہ منہی اور صلح جوئی کا سلیقہ اُن کی مجلس سے سیکھا۔ وہ موقع کی مناسبت سے مجھے نصیحتیں کرتے رہتے اور بزرگوں کی زندگی کے سبق آموز واقعات سناتے۔ (راقم نے ذاتی مشاہدہ اور اپنے دادا جان کی معلومات کے مطابق حافظ جی کے والدین کے حالات تحریر کیے)

جنجوعہ:- محترم و کرم حافظ جی! آپ یہ بتائیں کہ بچپن میں آپ کی غیر نصابی سرگرمیاں کیا تھیں؟

حافظ جی:- والدین کا حکم تھا کام جانے یا ہم۔ تم نے حفظ کرنا ہے، یہ ہماری خواہش ہے۔ تاہم میں روٹی کھانے کے لیے گھر جاتا یا جمعہ کو چھٹی ہوتی تو والدین کے کام میں ہاتھ بٹاتا تھا۔ اُس وقت گاؤں میں ہر اتوار کو کبڈی کا مقابلہ ہوتا تھا۔ فطری طور پر مجھے بھی شوق پیدا ہوا وزن میں ہلکا تھا اس لیے آسانی سے دوسروں سے آگے نکل جاتا تھا۔ وہ مجھے عموماً پکڑ نہ سکتے۔

میں کسان کا بیٹا تھا۔ نہر قریب تھی۔ تیراکی کر لیتا تھا۔ جب دینی تعلیم کے حصول کے لیے سرگودھا گیا کبھی کبھار سرگودھا نہر پر جاتے ایک طرف چھلانگ لگاتا، تیر کر دوسری طرف نکل جاتا۔ میرا سانس نہیں پھولتا تھا۔ دراصل مجھے پڑھائی کا ذوق تھا اُس سے کبھی غافل نہیں ہوا۔

جنوعہ:- محترم و مکرم حافظ جی! آپ کے دور میں گاؤں کے دینی گھرانوں میں حفظ قرآن کا شوق تو تھا آپ میں دینی تعلیم حاصل کرنے کا ذوق کیوں کر پیدا ہوا؟

حافظ جی:- ہمارے گاؤں میں کئی حافظ کرام تھے لیکن اُن کو یہ پتا نہ تھا کہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ اللہ نے کیا احکام جاری فرمائے ہیں۔ وہ سال بھر نماز کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے۔ جب رمضان شریف آتا تو وہ مصلے کے وارث بن جاتے۔ اس لیے مجھے ترجمہ سمجھنے کا بے حد شوق ہوا تھا۔

میں ابھی تک قرآن حفظ کر رہا تھا تو والدین نے میری باجی کی شادی کا پروگرام بنایا۔ اسی موقع پر انہوں نے میری شادی بھی سہاجی خاندان میں کر دی لیکن حفظ کرنے کے بعد ترجمہ کا شوق بدستور رہا۔ یہی ولولہ لے کر میں منزل کی تلاش میں رہا۔

جنوعہ:- محترم و مکرم حافظ جی! آپ دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے کہاں تشریف لے گئے؟

حافظ جی:- اپنے گاؤں میں استاد میاں برہان الدین سے سن رکھا تھا کہ سرگودھا میں مدرسہ ہے۔ کس جگہ تھا، اس کا علم نہ تھا۔ قرآن فہمی کے ذوق کی تکمیل کے لیے سرگودھا میں پہلی بار جانے کا اتفاق ہوا۔ لاری اڈا اتر کر ”وہابیاں دی مسجد“ پوچھی۔ ایک صاحب کی نشان دہی پر جامع مسجد بلاک نمبر 1 میں پہنچ گیا۔ اُس وقت مفتی محمد شفیع مرحوم بچوں کو پڑھا رہے تھے۔ میں بھی خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ جب فارغ ہوئے اور مجھ سے پوچھا تو میں نے عرض کی کہ حفظ قرآن کا اعادہ کرنا ہے اور قرآن کا ترجمہ بھی پڑھنا ہے۔ انہوں نے کہا بیٹا یہاں حفظ کا انتظام نہیں ہے۔ اذان کے بعد نماز ہوئی تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے رفع الیدین نہیں کیا تو میں نے نمازیوں سے پوچھا کہ میں نے مسجد الحمدیث میں جانا ہے تو وہ مجھے مسجد الحمدیث بلاک 19 میں لے گئے۔

جنوعہ:- آپ کو مدرسہ میں داخلہ کے وقت مشکلات تو نہیں آئیں۔

حافظ جی:- میں مسجد میں داخل ہوا تو مفتی محمد صدیق بلوغ الہرام پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے میرے آنے کا مقصد پوچھا۔ میں نے اُس وقت نہایت سادہ کھدر کا کرتہ اور لٹھے کا



تہ بند باندھا ہوا تھا۔ زبان سادہ تھی۔ اردو سے واقف نہ تھا۔ میں نے پنجابی زبان میں مدعا بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہیں ضرور پڑھائیں گے لیکن اس وقت میرے پاس گنجائش نہیں ہے۔ اُن کے پاس چک کے دو دوکان دار تشریف فرما تھے۔ وہ کہنے لگے کتنا خوبصورت لڑکا ہے۔ اور اس کو پڑھنے کا ذوق شوق ہے۔ آپ اس کو داخل کر لیں، اس کے حصہ کی دو بوریاں گندم ہم دیں گے۔ اس طرح مولانا نے مجھے مدرسہ دارالحدیث میں داخل کر لیا۔ یہ 1957ء کی بات ہے۔

جنجوعہ:- آپ نے کن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی؟

حافظ جی:- مفتی محمد صدیق مرحوم نے 1958ء میں مدرسہ کوڑی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن منتقل کر دیا جہاں صرف ونچو سے لے کر قرآن و حدیث فہمی کی تعلیم حاصل کی۔ تمام تعلیم مفتی جی سے حاصل کی البتہ مشکوٰۃ کے کچھ اسباق مولانا عبدالستار محدث دہلوی سے پڑھے۔ سرگودھا اور بھکر کے چکوں میں اُن کے معتقد تھے وہ اُن کو ملنے آتے تو کچھ ایام جامعہ علمیہ میں ٹھہرتے۔ تاہم حدیث کے کچھ اسباق حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی کو سنائے اور پڑھے۔

جنجوعہ:- آپ نے حافظ محدث روپڑی سے کہاں حدیث پڑھی؟

حافظ جی:- میرے شفیق استاد مفتی محمد صدیق کو روپڑی خاندان کے تمام افراد سے اُس تھا۔ وہ اُن کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے۔ مزید برآں جب اُن کو علمی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ مجھے اپنا خادم سمجھ کر ساتھ لے جاتے۔ کچھ دن لاہور قیام کرتے اسی دوران حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی سے حدیث کا فیض حاصل کیا یہ میرے لیے بہت بڑی سعادت ہے۔

جنجوعہ:- آپ مفتی محمد صدیقؒ کے پاس کافی عرصہ پڑھتے رہے ہیں۔ کچھ ان کے بارے میں فرمائیں۔

حافظ جی:- مفتی محمد صدیقؒ کی پیدائش فیروزوالہ پنڈ میں ہوئی وہ ابتدائی دینی و دنیاوی تعلیم کے

بعد علم حدیث کی پیاس بجھانے کے لیے جامعہ رحمانیہ دہلی گئے۔ منتظم مدرسہ نے اُن کی سادگی کو دیکھ کر داخلہ نہیں دیا۔ لیکن اُن کے ہمراہ گاؤں کا نمبردار کا بیٹا تھا اُسے داخلہ مل گیا۔ جو چند دن بعد واپس گھر آ گیا۔ مفتی جی اکثر کہا کرتے تھے کہ کسی بچے کی سادگی و غربت کو دیکھ کر داخلہ سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ بچے کے ذوق و شوق کا جائزہ لے کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ میرے استاد جی جامعہ رحمانیہ دہلی میں داخلہ سے انکار پر مایوس نہ ہوئے بلکہ انہوں نے مجتہد العصر حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑیؒ کے ہاں دینی تعلیم کی تکمیل کی۔ پھر انہوں نے مولانا بخش لدھیانویؒ کے ہاں بخاری شریف کا اعادہ کیا۔ وہ مولانا محمد اسماعیل کے مدرسہ میں پڑھاتے تھے۔

استاد مکرم مفتی محمد صدیقؒ نے سرگودھا میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا تو اُس وقت مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ خطیب جامع مسجد بلاک نمبر 1 کا ضلع بھر میں اثر و رسوخ تھا۔ انہوں نے امتیازی مسائل پر بحث کا آغاز کیا۔ مفتی جی نے مدلل انداز میں جواب دیا۔ آپ کی تصنیف راہ سنت بہت مقبول ہوئی۔

علمی حلقوں میں پوتے کی وراثت کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ مفتی جی نے قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل دیے۔ عدالتی حلقہ میں آپ کو علمی شہرت حاصل ہوئی۔ آپ نے وراثت کے موضوع پر مفصل اشتہار شائع کیا جس میں نقشہ کی صورت میں وضاحت کی گئی کہ اللہ علیم نے خاندان کے جن افراد کو وراثت میں شریک کیا، اُن کا کس قدر حصہ ہے عام فہم آدمی بھی اشتہار دیکھ کر وراثت کے مسئلہ کو حل کر سکتا۔ وہ مسئلہ وراثت کے ماہر تھے۔ اور عدالتی حلقوں میں مفتی جی کے فیصلہ کو ترجیح دی جاتی تھی۔

جنجوعہ:- محترم و مکرم حافظ جی! ضلع سرگودھا کے جماعتی احباب آپ کو الہمدیثوں کا پٹواری کیوں کہتے ہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

حافظ جی:- تقسیم ہند سے قبل الہمدیث احباب اپنے علماء کو ہفتہ بھر گھر میں رکھتے اور اُن کے وعظ و نصیحت سن کر ایمان تازہ کرتے تھے۔ مشرقی پنجاب کے الہمدیث ہجرت کر کے

پاکستان آئے تو وہ خاندانی طور پر اکٹھے نہ پہنچ سکے۔ وہ مختلف دیہات اور چکوک میں آکر آباد ہوئے وہ کسی چک میں اتنی تعداد میں نہ تھے کہ اپنی مسجد بنا سکیں۔ وہ کسی مقام پر رفع الیدین کرتے اور آئین بالجبر پکارتے تو مقامی لوگ انہیں ”وہابی“ کہہ کر اظہار نفرت کرتے تھے۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ یہ لوگ ہمیں وہابی سمجھ کر زمین بھی نہ الاٹ کریں گے۔ وہ اس لیے نماز عموماً گھروں میں پڑھ لیتے تھے۔

مفتی جی کو جب صورت حال سے آگاہی ہوئی کہ فلاں فلاں چک میں اہلحدیث خاندان آباد ہیں تو آپ نے مجھے خادم سمجھ کر ہمراہ لیا اور گھر گھر پہنچے اور ان کو حوصلہ دیا کہ ہم جماعت کے خادم ہیں۔ آپ کے گھروں کی روٹیاں کھائی ہیں۔ خود کو منظم کرو اور باجماعت نماز قائم کرو۔ تو وہ کہنے لگے حالات ایسے نہیں۔ اگر باہر نکلے تو کئی مسائل جنم لیں گے۔ استاد جی نے وعظ و نصیحت کی کہ زمین دینا اللہ مالک الملک کے اختیار میں ہے۔ ضلع سرگودھا کے جن چکوں میں اہلحدیث آباد ہوئے۔ مفتی جی نے خود جا کر اروڑی کے احاطہ میں جائے نماز بچھوائی اور لوٹا رکھوایا اور کہا کہ یہاں نماز پڑھو پھر نکلا لگوادیا اور سرگودھا سے صف بھیج دی۔ اس طرح چک 101، 29، 30 اور 125 میں اہلحدیث مساجد کی بنیاد رکھی گئی۔

میرے استاد جی کا سرگودھا کے علمی حلقوں میں اثر و رسوخ تھا۔ جماعتی احباب الاٹ منٹ کے سلسلہ میں شہر آتے تو مدرسہ میں رہتے تھے۔ مولانا جی اُن کی آؤ بھگت کرتے شہری احباب سے مل کر اُن کی قانونی معاونت بھی کرتے۔ اگر کسی نے مفتی محمد صدیق کادل دکھایا پھر وہی شخص مسلک کی بنا پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کی ہر ممکن خدمت کی ہے۔

ضلع سرگودھا کے چکوک میں آباد اہلحدیثوں کا روحانی طور پر تعلق روپڑی خاندان سے تھا۔ جب حالات پرسکون ہوئے تو انھوں نے علماء کو دعوت دی۔ آنے والے معزز مہمان پہلے جامعہ علیہ تشریف لاتے تو میں بھی اُن کے ہمراہ ہوتا۔

شہر کے جماعتی زعما جامعہ علمیہ کی کفالت یا جماعتی نظم کے لیے سرگودھا خوشاب کے دیہی علاقوں کا دورہ کرتے۔ وہ بھی مجھے ساتھ رکھتے۔ اس لیے میرے ساتھی مجھے ازراہ مزاح اہلحدیثوں کا پٹواری کہتے ہیں۔ اس اعزاز میں میرا نہیں، میرے استاد مفتی محمد صدیق کا کمال ہے۔ جن کے مدرسہ میں رہ کر علم حاصل کیا اور انھوں نے مجھے خادم سمجھ کر سفر و حضر میں ہمراہ رکھا۔ اس بنا پر سرگودھا، خوشاب، میانوالی اور بھکر کے اہلحدیثوں کو جانتا ہوں اور وہ مجھے پہچانتے ہیں۔ اس دیرینہ تعلق کی وجہ سے ڈویژن کے اہلحدیث احباب 23 چک کے سالانہ جلسہ میں بھرپور شرکت کرتے ہیں۔ اللہ ان کی حاضری کو شرف قبولیت بخشے۔

جنجوعہ:- آپ حافظ عبدالقادر روپڑی اور مفتی محمد صدیق کے ہم سفر بھی رہے ہیں۔ ان کے کسی مناظرے کی روداد تو سنائیں۔

حافظ جی:- مفتی محمد صدیق سرگودھوی اور حافظ عبدالقادر روپڑی دونوں حضرات العلام حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی کے شاگرد تھے۔ ہم مکتب ہونے کی بنا پر ان میں گہری دوستی تھی۔ حافظ عبدالقادر نامور مبلغ اور مناظر بن کر نمودار ہوئے۔ شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری کے بعد انھیں مذاہب باطلہ سے کامیاب مناظرے کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ پروفیسر محمد عبداللہ بہاولپوری کے بقول حافظ جی اپنے دلائل کو بار بار دہراتے ہیں اور اپنے دعویٰ کا ہر ثمرن میں اعادہ کرتے ہیں۔ اور مخالف پر وہ گرفت کرتے جو عوام کو گرفت کرے۔ مخالف کی دلیل کا علمی جواب دینے کے بعد اپنے دعویٰ کی صداقت میں عام فہم دلیل پیش کرتے۔ جس کو حاضرین بخوبی سمجھ سکیں۔ فضول بحث میں وقت ضائع نہیں کرتے۔

حافظ عبدالقادر کے ہم مکتب مولانا محمد صدیق نے نامور مدرس بن کر شہرت پائی۔ محدث روپڑی کی وفات کے بعد قارئین کے استفسار پر ایمان و عقائد اور مسائل و احکام سے متعلق مولانا محمد صدیق کے علمی فتاویٰ جات اہلحدیث جرائد میں شائع

ہوتے رہے۔ اس لیے جماعتی احباب میں مفتی جماعت کے نام سے معروف ہوئے۔ شہر کے تمام مکاتب فکر کے علماء اُن کی علمی حیثیت کو تسلیم کرتے تھے اور اُن کا بے حد احترام کرتے تھے۔

وہ جامعہ علیہ کے طلباء کو پڑھانے سے فارغ ہوتے تو مطالعہ میں لگن ہو جاتے اور تحریری کام میں مصروف ہو جاتے۔ اُن کا حافظہ قوی تھا، اس لیے انہیں احادیث کی اسناد اور تاریخی حوالے از بر تھے۔ حافظ عبدالقادر روپڑی کے پاس مناظرہ کے لیے کوئی حاضر خدمت ہوتا تو وہ پہلی شرط یہ رکھتے کہ سرگودھا سے مفتی محمد صدیق کو رضامند کرو تو میں حاضر ہو جاؤں گا۔ (چنانچہ برادرِ م حافظ محمد دین کو اپنے استاد مفتی محمد صدیق کے ہمراہ اکثر مناظروں میں شرکت کرنے کا موقع ملا۔ محترم حافظ جی نے موضع فاروقہ ضلع سرگودھا میں منعقد مناظرہ کی روداد سنائی۔)

ایوبی مارشل لاء کا دور تھا۔ ہر قسم کے مناظروں اور جلسوں میں سپیکر پر پابندی تھی۔ ملک عطا محمد فرو کہ خاندانی اہلحدیث تھا۔ وجہ کہ قوم کے ایک مرزائی نے اُس کو مرزائی کرنے کی کوشش کی۔ ملک عطا محمد نے کہا مجھے سمجھ نہیں آتی۔ ایسا کرتے ہیں کہ آپ مرزائی کو بلا لیں۔ میں اہلحدیث عالم کو بلا لیتا ہوں۔ مناظرہ کر لیتے ہیں۔ جو سچا ہوگا دوسرا اُس کے مذہب پر آجائے گا۔ اس طرح دو برادریوں کی آپس میں مناظرہ کی تاریخ اور جگہ طے ہو گئی۔ مسلمانوں کی طرف سے حافظ عبدالقادر روپڑی مناظر اور مفتی محمد صدیق جب کہ مرزائیوں کی طرف سے عبدالرحمن اور عزیز الرحمن مناظر تھے۔ دوران گفتگو باہمی تعارف ہوا۔

ربوہ کالج کپرنیل کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے مناظرہ کا صدر ہوں۔ مولانا محمد صدیق فرمانے لگے کہ صدر صاحب! اپنے آپ صدر نہیں بنا جاتا جب تک کوئی نامزد نہ کرے۔ آپ نے خود ہی اپنے صدر ہونے کا اعلان کر دیا۔

مفکر اسلام حافظ محمد ابراہیم کیر پوری نے کہا مولانا جی یہ تو نبوت کے خود دعویٰ دار

ہو گئے۔ صدارت تو معمولی چیز ہے۔ اہلحدیثوں کی طرف سے حافظ محمد ابراہیم صدر مقرر ہوئے۔ مرزائی صاحبان شیخ کے ایک میز پر کتابیں رکھ کر بیٹھ گئے۔ سامنے اُن کی عوام، دوسری طرف اہلحدیث علماء اور عوام تھے۔

اہلحدیث عالم اپنی ٹرن میں ثابت کرتے رہے۔ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ پر نبوت ختم ہو گئی ہے۔ مرزائی ثابت کرتے رہے کہ نبوت آپ پر ختم نہیں ہوئی۔ بحث کے دوران فریقین ایک دوسرے کو دلائل دیتے رہے۔ مرزائی مناظر عزیز الرحمن کو پیاس لگی تو وہ کھڑا ہو کر بائیں ہاتھ سے پانی پینے لگا۔ حافظ عبدالقادر نے اُسے کہا یہ سنت کے خلاف ہے۔ مولانا محمد صدیق اور حافظ محمد ابراہیم بیک زبان بول اٹھے اگر یہ نبی کو مانتے تو سنت کا احترام کرتے۔ مرزائی مناظر عزیز نے ایک کتاب سامنے رکھ کر کہا اگر حوالہ غلط ہو تو گدھے کے پیشاب سے داڑھی منڈوا دینا۔ مزید برآں کرسی پر بیٹھے اپنے باپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوبارہ کہا اگر حوالہ غلط ہو تو میں حرام کا ہوں۔ اس نے یہ اس لیے کہا تا کہ اہلحدیث مناظر اس کا جواب نہ دے سکے اور مناظر پر غلبہ حاصل کر لوں۔ مرزائی نے وہ روایت اس طرح بیان کی ”حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے چچا عباس میرے بعد تمھارے (قریش) میں نبوت بھی جاری رہے گی اور خلافت ہوگی تو وہ بھی تمھارے میں ہی ہوگی۔ میرے بعد نبوت بھی قریشیوں کی اور خلافت بھی قریشیوں کی۔“ وہ اس روایت سے ثابت کرنا چاہتا تھا کہ نبوت جاری رہے گی۔

مفتی محمد صدیق حدیث کے ماہر تھے اور مفہوم کو بخوبی سمجھتے تھے۔ انہوں نے حافظ عبدالقادر سے کہا کہ آپ کتاب مانگیں۔ حافظ محمد ابراہیم نے کہا کہ چھوڑیں یہ ایسے ہی ہانکتے رہتے ہیں۔ اتنے میں ٹرن گزر گئی۔ مولانا محمد صدیق کو اس قدر یقین تھا انہوں نے کہا اُس وقت تک گفتگو نہیں کرنی جب تک کتاب نہ دیں گے۔ چنانچہ حافظ عبدالقادر جی نے کتاب مانگی۔ مرزائی انکار کرتا رہا۔ 5 منٹ گزر گئے۔ چنانچہ حافظ



نے کہا اُس وقت تک گفتگو نہیں کرنی جب تک کتاب نہ دیں گے۔ چنانچہ حافظ عبدالقادر جی نے کتاب مانگی۔ مرزائی انکار کرتا رہا۔ 5 منٹ گزر گئے۔ چنانچہ حافظ صاحب نے کہا میں اُس وقت تک کھڑا نہ ہونے دوں گا جب تک کتاب نہ دیں۔ ملک عطا محمد نے کہا مولوی صاحب آپ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آپ سے جو اہلحدیث علماء کتاب مانگتے ہیں تو دے دو۔ کہنے لگا کہ ہماری یہ کتاب بڑی نایاب ہے اور انہوں نے پھاڑ دینی ہے۔ ملک عطا محمد خود یہ کہنے لگا کہ کتاب کی قیمت کیا ہے؟ اُس نے کہا 300 روپے ہے۔ ملک صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈالا تین صد نکال کر کہا جو ساتواں شخص کرسی پر بیٹھا ہے، اُسے پکڑا دیں اگر یہ تمہاری کتاب کا ایک ورق بھی پھاڑ دیں تو کتاب بھی تمہاری اور 300 روپے تمہارا۔ اس نے مجبور ہو کر کتاب دے دی۔ مفتی محمد صدیقؒ نے وہی روایت پڑھی ”لکی النبوة ولکم الخلافة“ آپ کے فرمان کا منشا ہے کہ نبوت و خلافت قریش میں ہے یعنی میں نبی (قریشی) ہوں تم (قریش) میں خلافت ہوگی۔ مفتی صاحب کہنے لگے تم نے روایت کا غلط معنی کیا تاریخ گواہ ہے کہ بنو عباس میں کوئی نبی نہیں ہوا۔

برادر م حافظ محمد دین کے مطابق مرزائی مناظر اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ عوام نے مرزائی مناظر کو طرح طرح کے القاب سے نوازا۔

حافظ جی:- مجھے مخاطب ہوئے کہ میں نے آپ کے کہنے پر مناظروں کی روداد سنائی۔ آپ کا بھی میرے استاد مکرم مفتی محمد صدیقؒ جی سے تعلق رہا۔ اُن کے بارے اظہار خیال کریں۔  
 جنوعہ:- حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی کی وفات کے بعد جس عالم کے فتاویٰ جماعت کے تمام جریدوں میں زینت بنتے رہے اور عدالتوں میں جن کے فتوے کو قانونی حیثیت دی جاتی رہی، اجتماعی مسائل میں اہلحدیث کی ترجمانی کے لیے اہل علم جن کی طرف رجوع کرتے رہے وہ جامعہ علیہ کے رئیس مفتی محمد صدیقؒ تھے۔ جماعتی احباب میں مفتی جماعت کے نام سے معروف تھے۔

آپ مسائل سے متعلقہ تحریروں میں مدلل بحث کرتے تاہم اُن کی تقریر کا انداز ناصحانہ تھا۔ ان کے دور میں جامعہ علمیہ جماعتی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ راقم کو حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا محمد یحییٰ شرقپوری، حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری، حافظ زبیر احمد ظہیر، اور خطیب ملت علامہ احسان الہی ظہیر کے خطابات پہلی دفعہ جامعہ میں سننے کا اتفاق ہوا جس سے مجھ میں جماعتی اور تحریکی ذوق پیدا ہوا۔

کوٹ بھائی خان میں سالانہ جلسوں کا اہتمام شروع ہوا تو آپ باقاعدگی سے صدارت کے لیے تشریف لاتے رہے۔ جب پہلی دفعہ ہدیہ پیش کیا تو یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ حافظ جی کے قافلہ کے ساتھ آیا ہوں، اُسی بس پر واپس جاؤں گا۔ آپ بیرونی علماء کی خدمت کریں۔

17 اپریل 1987ء کو کوٹ بھائی خان میں سالانہ جلسہ کی تاریخ تھی۔ مفتی جی کی خدمت میں حاضر ہوا کہ 23 مارچ کے سانحہ قلعہ پچھمن سنگھ کی وجہ سے جلسہ کرائیں یا نہیں آپ (مفتی جی) نے ارشاد فرمایا ”جلسہ ضرور کراؤ دشمن یہ نہ کہیں کہ اہلحدیث دب گئے ہیں۔ اُن کے حکم پر سرگودھا، چک 23 اور فروکہ سے احباب قافلوں کی صورت میں تشریف لائے غلام حسین مخلص کی نظم نے حاضرین کو گرما دیا۔ نظم میں ”علامہ کے مشن“ پر مصرعہ سن کر حاضرین نے نعرہ لگایا۔ علامہ تیرا قافلہ رکائیں تمہا نہیں محترم صدر جلسہ مفتی جماعت مفتی محمد صدیقؒ خود کھڑے ہو گئے اور مائیک پر آکر وضاحت کی کہ یہ مشن علامہ کانہیں محمد عربی کا مشن ہے۔ ہم سب محمدی قافلہ کے سپاہی ہیں۔

اُن کی خدمت میں جا کر جو روحانی سکون ملتا تھا۔ اُن کی وفات کے بعد سعادت سے محرومی ہو گئی۔ اللہ کریم اُن کی قبر پر رحمت برسائے اور جنت میں درجات بلند فرمائے۔





جامع مسجد اہلحدیث و مدرسہ دارالحدیث چک نمبر 23 الف جنوبی

حافظ جی :- میرے علاوہ مفتی محمد صدیقؒ کے کئی شاگرد ہیں: چند کے نام قابل ذکر ہیں۔

مولانا محمد طفیل چک نمبر 90 شمالی کی مسجد میں خطیب ہے طلباء و طالبات کے مدرسہ کے مہتمم ہیں۔ پروفیسر عبدالستار بھٹی نے مولانا سے حدیث پڑھی۔ اسلام آباد میں پروفیسر ہیں۔ مولوی انوار آف چک 29 سرگودھا کے کسی دفتر میں ملازم تھے۔ انہوں نے بھی حدیث پڑھی۔ بڑے خوش طبع تھے۔ مولانا طیب شاہین ایئر فورس میں ملازم تھے۔ کچھ وقت نکال کر استاد جی کے پاس پڑھتے رہے۔ علمی لحاظ سے معروف تھے۔

مولانا عبدالحی صاحب جامعۃ الاثریہ میں نائب مہتمم ہیں۔

ڈاکٹر ادریس بھی آپ کے پاس پڑھتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا نکاح عبدالرحمن ہاشمی کی بیٹی فرحت ہاشمی سے مفتی جی نے پڑھایا۔ عبداللطیف تبسم حال لاہور، حافظ محمد خان کٹھوی حنفی تھے۔ جامعہ علمیہ میں پڑھتے رہے اور الحمد للہ ہو گئے۔ عبدالرحمن پڑھائی میں کمزور تھا۔ مفتی جی کی ایک خوبی یہ تھی کہ بچے کی دلچسپی کو مد نظر رکھتے۔ اُس کو حتی المقدور دینی تعلیم دیتے رہے اور اُسے کہنہ مشن کا تب کے ہاں سے کتابت کی مشق کرائی۔ آج کل اُس کے بیٹے کالاہور میں پریس ہے۔

مولوی محمد بشیر صاحب آف بلاک نمبر 25 اور شہر کے کئی احباب آپ کے شاگرد ہیں۔ شہر کے جماعتی احباب آپ کی بے حد عزت کرتے تھے۔ اور باہمی مشوروں میں آپ کی رائے کو اہمیت دیتے تھے۔

جنوعہ :- ابجدیث علماء تنظیمی اختلاف کی بنا پر ایک دوسرے سے دور ہو رہے ہیں۔ آپ ہماری جماعت میں اسلاف کی روایات کے امین ہیں۔ ان میں باہمی اتحاد و یگانگت کے فروغ کے لیے کوئی نصیحت آموز واقعہ سنائیں۔

حافظ جی :- ہمارے اسلاف کا حسن اخلاق اور باہمی الفت و پیار مثالی تھا۔ وہ علمی اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے۔ کانفرنس میں دوسری تنظیم کے علماء کو دعوت دیتے۔ میں آپ کو حافظ محدث روپڑی کی غزنوی خاندان سے عقیدت کا واقعہ سناتا ہوں۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث کی تائیس میری طالب علمی کے زمانہ میں ہوئی۔ سید داؤد غزنویؒ اس کے امیر اور مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ اس کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ مرکزی جمعیت کے دستور میں درج تھا۔ ”کثرت رائے سے محدود مدت کے لیے امیر کا چناؤ اور برطرف کرنا۔“ جب کہ روپڑی علماء کا موقف تھا کہ یہ شق شرعی نقطہ نگاہ سے صحیح نہیں۔ اُن کا موقف تھا کہ اصحاب شوریٰ کی ایک جماعت ہونی چاہیے جن میں دینی شعور اور عقل و فراست ہو، وہ امیر کا انتخاب کرے جب تک امیر میں کوئی غیر شرعی بات پیدا نہ ہو جائے تو وہ تاحیات جماعت کا امیر ہوگا۔ حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑیؒ شرعی عذر کی بنا پر سید داؤد غزنویؒ کی تشکیل کردہ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان میں شامل نہ ہوئے لیکن اُن کا احترام دل میں اس قدر تھا کہ آپ سن کر حیران ہوں گے۔

حافظ عبدالرحمن مدنی کے والد حافظ محمد حسین روپڑیؒ صرف ونحو و منطق کے ماہر اور مناظر بھی تھے۔ شیخ الحدیث محمد عبداللہ آف گوجراں والا کے آبائی گاؤں چک 16 بھلوال میں فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر مناظرہ تھا۔ اجنالہ انٹیشن سے ہم کتابیں سرپر رکھ کر چک میں گئے۔ حافظ محمد حسین روپڑیؒ دمہ کے مریض ہونے کے باوجود ہمارے ساتھ پیدل چل کر گئے۔ انہوں نے کامیاب مناظرہ کیا۔ جب بیماری نے شدت اختیار کر لی تو اپنے بھائی حافظ محمد عبداللہ کو وصیت فرمائی کہ حافظ جی میں دنیا سے جانے لگا ہوں میرے بعد میرے بچوں حافظ عبدالرحمن، حافظ عبدالحفیظ، حافظ عبدالحمید اور حافظ عبداللہ کو خود تعلیم دینا۔ اگر آپ کی زندگی وفانہ کرے تو پھر میرے بچوں کو حافظ احمد کی والے سے تعلیم دلوانا۔ اگر کوئی سلفی استاد نہ ملے تو میرے بچے غیر سلفی تعلیم سے ویسے ہی بہتر ہیں۔

حافظ محمد حسین خالق حقیقی سے جا ملے تو اُن کے برادر حافظ عبداللہ محدث مسجد قدس چوک داگراں میں تھے۔ لوگ تعزیت کر رہے تھے۔ حافظ جی غم گیس ہو کر خاموشی سے بیٹھے رہے۔ 12 جنوری 1962ء کو چھیتا شاگرد اور داماد حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ فوت

ہوئے۔ جنازہ پڑھا، لوگ تعزیت کر رہے تھے۔ وہ پھر بھی صبر و رضا سے خاموش رہے جس دن سید داؤد غزنوی فوت ہوئے میں حافظ محمد دین تلمیذ مفتی محمد صدیق حلقا کہتا ہوں کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی چھڑیاں لگ رہی ہیں۔ داڑھی سے آنسو نکل کر آپ کا دامن تر کر چکے ہیں کہ آج میرے استاد سید عبد الجبار غزنوی کا فرزند ارجمند چشم و چراغ اور غزنوی خاندان کا سورج غروب ہو گیا ہے۔ یہ ایک محبت و عقیدت تھی۔ آج ہم تنظیمی اختلاف کی بنا پر دوسرے علماء کی غیبت کرنے کو گناہ نہیں سمجھتے، خواہ دوسری تنظیم کا عالم شیخ الحدیث ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ ہم کو اس بیماری سے محفوظ رکھے۔

جنجوعہ:- حافظ جی! آپ نے روپڑی خاندان سے بالواسطہ تعلیم و تربیت حاصل کی لیکن آپ نے اُن کی جماعت کی بجائے جمعیت الہمدیث میں کیوں شمولیت کی؟

حافظ جی:- جس وقت مرکزی جمعیت الہمدیث کے امیر مولانا معین الدین لکھوی اور ناظم اعلیٰ میاں فضل حق تھے، اُس وقت علامہ احسان الہی ظہیر نے جمعیت الہمدیث قائم کی۔ محترم حافظ عبد القادر روپڑی اس کے تاسیسی اجلاس میں شریک ہوئے۔ حافظ جی نے مفتی محمد صدیق کی طرف سے بھی رکنیت فارم پر کر دیا۔ اُس وقت میرے استاد مفتی جی جمعیت الہمدیث میں شامل ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد حافظ عبد القادر روپڑی نے علیحدگی اختیار کر لی۔ لیکن میرے استاد جی نے کہا جب تک اس میں کوئی شرعی نقص نظر نہ آئے گا، میں نہیں چھوڑوں گا۔ اس لیے استاد جی جمعیت میں شامل رہے۔ چونکہ میں اُن کا شاگرد تھا اس لیے علامہ احسان الہی ظہیر کی جمعیت میں شامل ہو گیا۔ مولانا سعید احمد چنیوٹی مولانا دین محمد کے ہمراہ لارنس روڈ لاہور منعقد اجلاس میں شرکت کرتے رہے۔ میں اس طرح جمعیت الہمدیث میں شامل ہوا۔ اس کے باوجود روپڑی خاندان کا احترام کرتا ہوں اُن کو روحانی باپ سمجھتا ہوں۔

حافظ محمد اسماعیل روپڑی کی ران میں کینسر ہو گیا۔ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔

سرگودھا کے حکیم محمد یوسف نے کہا کہ میں دوائیوں سے مواد اکٹھا کر کے آپریشن کروں گا۔ غلیظ مواد خارج ہونے سے ران ٹھیک ہو جائے گی۔ دوران علاج حافظ اسماعیل جامعہ علمیہ میں ٹھہرے اُن کے اہل و عیال بھی ہمراہ تھے۔ اس بیماری کے باوجود حافظ جی تبلیغی پروگراموں میں شرکت کرتے رہے۔ میں اُن کو کندھے کا سہارا دے کر لے جاتا۔ میں رات کو حافظ اسماعیل کے دروازے کے سامنے سوتا۔ جس وقت اُن کو رفع حاجت کی ضرورت ہوتی تو مجھے آواز دیتے میں نہایت آرام سے سہارا دے کر لیٹرین تک لے جاتا۔ اس دوران میں ایک دفعہ گھر جانے کی اجازت طلب کی تو حافظ جی مسکرا کر کہنے لگے کہ آپ نے جانا ہے تو میں لاہور چلا جاتا ہوں۔ چنانچہ میں نے ارادہ ملتوی کر دیا۔ جب وہ لاہور چلے گئے میں کچھ عرصہ وہاں بھی رہا۔ اس طرح تین ماہ تک خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ انہوں نے دعائیں دے کر رخصت کیا۔ عرض کرنے کا مقصد ہے کہ میں روپڑی خاندان کے علماء کا روحانی و جسمانی طور پر خادم ہوں۔ حافظ عبدالرحمن مدنی بمعہ اہل و عیال سعودی عرب گئے۔ میرے بیٹے عمر فاروق نے مکان لے کر دیا۔ وہ خود عراق چلے گئے واپس آئے اور فیملی کے ہمراہ کئی دن مقیم رہے۔ اپنی اولاد سے کہنے لگے کہ اُن کے والد (حافظ محمد دین) ہمارے خاندان کے پرانے خدمت گار ہیں۔ ہمیں خوشی محسوس ہوتی ہے کہ آج اُن کے گھر ٹھہرے ہیں۔ حافظ جی کہنے لگے میں آج بھی اُن کو روحانی راہنما سمجھتا ہوں۔ انہوں نے رقت آمیز لہجے میں روپڑی خاندان کے تمام افراد کے نام لے لے کر کہا میں اُن سب کا خادم ہوں۔ میری کچھ جسمانی کمزوری اور مصروفیت کی وجہ سے آنا جانا کم ہو گیا ورنہ آج بھی علمی و روحانی نسبت اُنہی سے ہے۔

جنجوعہ:- محترم حافظ جی آپ نے شہر کی بجائے دیہات میں دینی خدمات سرانجام دینے کا فیصلہ کیوں کیا؟

حافظ جی:- میں کچھ عرصہ نیوسول لائن مسجد الحمدیث سرگودھا میں خطبہ جمعہ پڑھاتا رہا۔ اس کے



ساتھ دارالحدیث ڈی بلاک میں بطور مدرس خدمت سرانجام دیتا رہا۔ اس دوران گھر آتا تو ضعیف العمر والدین کو دیکھ کر طبیعت پریشان ہو جاتی۔ اُس وقت میرا شیرخوار بچہ بھی تھا۔ محدود تنخواہ ہونے کی وجہ سے اخراجات پورے نہیں ہوتے۔ شہر میں رہ کر والدین کی احسن انداز میں خدمت نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ میرے چھوٹے بھائی حافظ محمد یٰسین اور جلال دین مویشیوں کی دیکھ بھال اور کھیتی باڑی میں والد کی معاونت کی وجہ سے تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ اُن کی فکر دامن گیر ہوئی کہ وہ شہر میں رہ کر کون سا کاروبار کریں گے۔ اس بنا پر میں نے شہر کی بجائے دیہات میں دینی خدمات سرانجام دینے کا فیصلہ کیا تاکہ میرے بھائی نقل مکانی کر کے زرعی شعبہ سے بدستور منسلک رہیں۔ انہیں دقت نہ آئے۔

میرے محترم حاجی احسان الحق نے مجھے بٹھا کر پیار سے سمجھایا۔

بیٹا! آپ گاؤں جا رہے ہیں، آپ کا مطالعہ اور تحقیقی ذوق ختم ہو جائے گا۔ اس لیے آپ کی تقریر میں چاشنی نہ رہے گی۔ آپ ایک بات کو بار بار دہرائیں گے جب کہ شہر میں مختلف مکاتب فکر کے نامور علماء کو سننے کا اتفاق ہوتا ہے۔ اُن سے بحث مباحثہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس طرح شہر میں رہ کر تمہارے علم میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ میں نے نہایت ادب سے عرض کی یہ آپ کی مجھ پر خصوصی شفقت ہے تاہم میری خانگی مجبوری ہے۔

جب ستمبر 1965ء میں پاک بھارت جنگ ہوئی۔ بھارتی فضائیہ کی بمباری کا سارا زور سرگودھا تھا تو دارالحدیث کے طالب علم اپنے اپنے گاؤں چلے گئے۔ اس طرح مدرسہ خالی ہو گیا۔ میں تدریس کی ڈیوٹی سے فارغ ہو گیا تھا تو میرے شفیق استاد مکرم مفتی محمد صدیقؒ نے مجھے 23 الف جنوبی جانے کی اجازت دے دی۔

جنجوعہ:- آپ نے چک میں آکر کون سی حکمت عملی اختیار کی کہ آپ کو جگہ تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی؟

حافظ جی: مقامی لوگوں کا جذبہ والہانہ تھا میں نے اللہ کے بھروسہ پر تبلیغ کا کام شروع کیا چونکہ میں خاندانی طور پر زمیندار کا بیٹا تھا مجھے شرم محسوس ہوئی کہ اپنے لیے ماہانہ وظیفہ یا ششماہی فصلانہ کا تعین کروں لیکن مقامی لوگوں نے توقع سے بڑھ کر تعاون کیا۔

ابتدائی دور میں والدین اور بھائیوں کو یہاں منتقل کرنے کے دوران زرعی مسائل سے دوچار ہونا پڑا تاہم میرے پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی۔ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ طارق بن زیاد کی طرح اپنے گھر کی جگہ بیچ کر آیا ہوں اب ان لوگوں میں جینا مرنا ہے۔ ان کی غمی و خوشی میں شامل ہونا ہے جس قسم کے بھی حالات ہوں میں نے اسی گاؤں میں اسلام کی تبلیغ کرنی ہے۔ چنانچہ میں نے چھوٹے بچوں کو پڑھانا شروع کیا۔ بچے پیمبری کی مانند ہوتے ہیں جب اس سے پودے نکل آتے ہیں تو وہ پھل دار بن جاتے ہیں میں نے یہ نہیں دیکھا کہ بچہ اہلحدیث خاندان کا ہے یا نہیں، گجروں کا ہے یا راجپوت فیملی کا۔ اُن سب کو نہایت محنت اور پیار سے پڑھایا۔

قرآن حکیم شفاء ہے اہل دیہہ کا اس پر پختہ یقین تھا۔ اس لیے وہ اپنے مریضوں کا علاج بھی کراتے اور مولوی صاحب سے دم بھی۔ اگر کسی نے آدھی رات کے وقت بلایا تو میں نے دیر نہیں کی۔ میں نے ہدیہ کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس وجہ سے تمام برادیوں کے لوگ میری عزت کرتے تھے وہ اپنے بچوں کو قرآن پڑھنے کے لیے میرے پاس بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہی بچے پڑھ کر اہلحدیث ہوئے۔ اگر وہ نہیں تو اُن کے بچے خود بخود اہلحدیث ہو گئے میں نے مقامی بچوں کو اپنے بیٹوں کی طرح پیار کیا۔ اُن کے بزرگوں کو والدین کے مساوی مقام دیا۔ مستورات کو ماں، بہن اور بیٹی کا مقام دیا اس وجہ سے گاؤں کے تمام احباب میرا احترام کرتے تھے۔ اللہ کا فضل اور میرا عزم تھا کہ مجھے جگہ تبدیل کرنے کا خیال تک نہیں ہوا۔

جنجوعہ:- موجودہ دور میں شادی کے بعد بیٹا والدین سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ ماشاء اللہ آپ تینوں بھائی صاحب اولاد ہیں۔ تیسری نسل آپ کی ہے ابھی تک اکٹھے رہتے ہیں۔ اس اتفاق کا راز کیا ہے؟

حافظ جی :- خاندانی اتحاد میں میرا کمال نہیں، اللہ کا فضل و کرم ہے۔ الحمد للہ ہونے کی وجہ سے گھر کا ماحول مذہبی تھا۔ میرے بزرگ ذریعہ سے دو میل کی مسافت طے کر کے دن کی نمازیں بھی باجماعت ادا کرتے تھے۔ اطاعت امیر کی وجہ سے بزرگوں کے فیصلہ کو تسلیم کرنا خاندانی روایت ہے۔

میرے آبائی گاؤں میں چند گھرانوں کا اتفاق علاقہ میں ضرب المثل تھا۔ میں اپنا تذکرہ کرنے سے پہلے جنجوعہ خاندان کا ذکر خیر کرنا چاہتا ہوں۔ قدرتی آفات کی وجہ سے اس خاندان کے کئی افراد لقمہ اجل بن گئے۔ دو افراد اللہ دین اور لعل دین باقی بچے۔ جن کا نسب تیسری پشت میں ایک دوسرے سے ملتا تھا۔ تاہم اُن کی زوجین اماں مراداں اور سرداراں رشتہ میں خالہ زاد بہنیں تھیں۔ اللہ دین کا ایک بیٹا خوشی محمد اور لعل دین کے تین بیٹے حافظ احمد دین، صالح محمد اور محمد حیات تھے۔ یہ سب لوگ اکٹھے رہتے تھے۔ اس طرح ہمارے خاندان کا اتحاد بھی نمایاں حیثیت کا حامل تھا۔

میرے نانا حافظ احمد دین لک کا حقیقی بھائی کوئی نہیں تھا۔ وہ اپنے چچا اور اُن کے بیٹوں کے ساتھ شیر و شکر ہو کر ایک جگہ رہتے تھے۔ مشترکہ کھیتی باڑی کرتے اور آمدنی بزرگ کے حوالے کر دیتے۔ ایک چولہے میں ہانڈی پکتی۔ تیار ہوتی اور بڑی اماں تقسیم کرتیں۔ بڑی نانی جان فوت ہو گئیں۔ اُن کی چار بیٹیاں تھیں۔ میری والدہ بڑی تھیں۔ انہوں نے بہنوں کی نگرانی اور پرورش کی۔ مشینی دور نہ تھا۔ انہوں نے سلائی کڑھائی کا کام تمھاری (راقم) دادی جان سے سیکھا تھا۔ انہوں نے بہنوں کی شادی کے کپڑے اپنے ہاتھ سے سیئے اور کڑھائی کی۔ چنانچہ میری والدہ نے بڑی محنت سے حسب ضرورت جہیز تیار کیا۔ میری والدہ مارچ 1999ء میں فوت ہو گئیں۔ انھوں نے مرتے وقت وصیت کی کہ اتفاق میں برکت ہے اپنے چھوٹے بھائیوں کے ساتھ مل کر رہنا۔ انسان میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور خامیاں بھی۔ تحمل و بردباری کا مظاہرہ کرنا، شفقت و محبت سے اُن کی سرپرستی کرنا۔ بھائیوں کے ساتھ اتحاد میں میری والدہ

محترمہ کی تربیت اور وصیت کا اثر ہے، جس پر میں نے عمل کیا۔ میرے بھائیوں نے میرے بچوں کو کسی بات پر ڈانٹا۔ میں اور میری اہلیہ نے کبھی اُن کو جواب نہیں دیا اور نہ دل میں بھی برا سمجھا بلکہ بچوں کو سمجھایا کہ تم چچا کا حکم کیوں نہیں مانتے۔ میرے بھائی بھی میرا بے حد احترام کرتے۔ محمد یسین توحیا کی وجہ سے میرے سامنے بولتا نہیں تھا اور جلال کو جو کام سوئپ دیتا وہ خوش اسلوبی سے سرانجام دیتا۔ الحمد للہ ہم تینوں بھائی صاحب اولاد ہیں بچے شادی شدہ ہیں اور تاحال اتفاق و اتحاد سے رہتے ہیں۔

جنجوعہ: مجھے احساس ہو رہا ہے کہ آپ تھک چکے ہیں۔ آخری سوال پیش خدمت ہے پاکستان اسلامی قانون کے نفاذ کے لیے معرض وجود میں آیا جس کو ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ تاحال شرعی قانون کا نفاذ کیوں نہیں ہو سکا؟

حافظ جی: جس نظام کے تحت شرعی قانون کے نفاذ کی جدوجہد ہوتی رہی، وہ انگریز کی پیداوار ہے۔ مجتہد کے چناؤ کا جابلوں کو اختیار دینا کہاں کی عقل مندی ہے۔ جس میں بہرہ، چرواہا، عالم اور حج کی رائے مساوی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ارکان کثرت رائے کی بنیاد پر امیر کا چناؤ اور قانونی فیصلہ کرتے ہیں۔ جب کہ دور نبوی اور خلفاء راشدین کے زمانے میں دلائل و براہین کی بنیاد پر اتفاق رائے سے فیصلے ہوتے تھے۔ دوسری وجہ بیان کرنے سے پہلے میں آپ کو واقعہ سناتا ہوں۔

1958ء کی بات ہے۔ جامعہ علمیہ سرگودھا میں سالانہ امتحانات کی تقریبات کے موقع پر سپیکر کی ضرورت تھی۔ انتظامیہ نے اجازت نہ دی۔ جماعت کے دلیر اور بے باک خطیب مولانا محمد صدیق فیصل آبادی نے خطاب میں فرمایا کہ حکومت میلہ منڈی مویشیاں میں لاؤ سپیکر کی اجازت دے دیتی ہے جہاں مرد اور عورتیں فحش گانوں سے روح اور ایمان کا جنازہ نکال دیتے ہیں۔ اس کے برعکس مساجد و مدارس جہاں قرآن سنایا جاتا ہے، وہاں حکومت اجازت نہیں دیتی۔ حافظ جی نے مثال دے کر کہا کہ پاکستان امریکہ کا اسی طرح مزارع ہے جس طرح دیہی علاقوں میں کمہار نائی اور لوہار

جائیدار کا کمی ہوتا ہے۔ اُسے ہر حال میں حکم ماننا پڑتا ہے۔ حکم عدولی کی صورت میں چوری کی واردات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح پاکستان امریکہ کی مرضی کے بغیر شرعی قانون کا بل پاس نہیں کر سکتا خلاف ورزی کی صورت میں تادیبی کارروائی کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

جنجوعہ: محترم و مکرم حافظ جی آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے اپنی مصروفیات سے وقت نکالا۔ آپ کے اس انٹرویو سے آپ کی ذات کے بارے میں اور علماء اہل حدیث کے متعلق کتنی ہی نئی باتیں قارئین کو ملی ہیں۔ میں ایک مرتبہ پھر آپ کا شکر گزار ہوں اور آپ کے لیے دعا گو ہوں۔

## پیکر اخلاص

محترم حافظ محمد دین موحد، متوکل اور متقی تھے وہ اللہ سبحانہ کے دربار میں عاجزی و انکساری اختیار کرنے والے تھے۔ وہ خوشی کے موقع پر اللہ کا شکر ادا کرتے۔ اور دکھ تکلیف کے وقت صبر و رضا کا دامن تھام لیتے۔ جب کوئی کام کرنا ہوتا تو آپ استخارہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتے۔ جب آپ کو کوئی مشکل پیش آتی تو آپ نفل حاجت پڑھتے اور حسب اللہ و نعم الوکیل پڑھ کر رب سے مدد مانگتے۔ اُن سے دینی و دنیوی امور میں ذرا سی کوتاہی ہو جاتی تو خشوع و خضوع سے توبہ و استغفار کرتے۔ حافظ جی کی زندگی کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول رہا۔ اس کی خاطر لوگوں کی پروا نہ کی۔ انھوں نے لوگوں کی ناراضگی مول لے لی لیکن اللہ کی نافرمانی نہ کی۔ آپ فارغ اوقات میں ذکر و اذکار میں مشغول رہتے۔ حافظ جی اکثر فرماتے جس طرح انسانی جسم کی نشوونما کے لیے عمدہ خوراک کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح روح کی تروتازگی کے لیے ذکر الہی ضروری ہے۔ آپ صبح کی نماز کے بعد کثرت سے قرآن حکیم کی تلاوت کرتے۔ عمر کے آخری حصہ میں شوگر کی وجہ سے نقاہت ہو گئی تو سہارے سے مسجد میں آکر باجماعت نماز ادا کرتے رہے۔

آپ رمضان المبارک میں نماز تراویح کے دوران قرآن حکیم سناتے۔ نماز کے بعد منزل کا خلاصہ بیان کرتے۔ لوگ گھروں میں دوست احباب کی افطاری کراتے ہیں افطاری کے بعد کھانا ہوتا ہے۔ اس طرح عموماً مسجد میں باجماعت نماز سے محروم ہو جاتے ہیں۔ حافظ جی نے اس کے ازالہ کے لیے مسجد میں ہر روز اجتماعی افطاری کا اہتمام شروع کیا۔ گاؤں کے جماعتی احباب کا روبرو ملازمت کے سلسلہ میں پنڈی، لاہور، کراچی میں رہتے۔ وہ عید الفطر سے قبل گاؤں آتے تو آپ اُن کے لیے افطاری کا خصوصی انتظام کرتے۔ فروٹ چاٹ، پکڑے، چاول، جلیبی اور مشروبات وافر مقدار میں بنوا کر افطاری کراتے۔ اُن کے دلوں میں مقامی

جماعت کی الفت و محبت گھر کر جاتی۔ نماز مغرب کے وقت بچوں کا رش ہو جاتا۔ وہ شور کرتے تو بعض نمازی اُن کو سختی سے ڈانٹتے۔ حافظ جی کو سخت کوفت ہوتی۔ آپ حکمت عملی سے اُن کو سمجھاتے کہ مسجد پیار و محبت کا گھر ہے۔ اگر آپ بچوں پر سختی کریں گے تو بچے مسجد سے دور ہو جائیں گے۔ اس طرح اللہ کا گھر غیر آباد ہو جائے گا۔ اس پیری کی آبیاری کرو پیار سے سمجھاؤ تو یہی پودے جوان ہو کر اہلحدیث یوتھ فورس کے رکن بنیں گے۔

حافظ جی کے بھائیوں نے زر خرید ارضی پر خوب محنت کی۔ اللہ نے برکت دی۔ آپ نے حج کی سعادت حاصل کی۔ جب آپ کے بیٹے جدہ میں کاروباری لحاظ سے سکونت پذیر ہو گئے تو آپ نے یکے بعد دیگرے نو مرتبہ بیت اللہ کا فریضہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔

مکرم برادر محمد حافظ محمد دین کے ساتھ متعدد بار کھانا کھانے کا موقع ملا۔ قلیل مقدار میں تناول فرماتے۔ اصرار کرنے پر فرماتے۔ صرف اتنا کھانا چاہیے کہ انسان کی کمر سیدھی رہے اور اُس کی صحت برقرار رہے تاکہ اللہ کی عبادت میں کوتاہی نہ ہو۔ شروع میں بسم اللہ اہتمام کے ساتھ پڑھتے اور ہر لقمہ کے بعد الحمد للہ کہنا اُن کا معمول تھا۔

صبح مسجد کے امور سے فارغ ہو کر کھیتوں میں پیدل چلے جاتے اور زرعی کام میں والد کا ہاتھ بٹاتے۔ جب آپ کے بھائی جوان ہو گئے تو انھوں نے آپ کو کھیتی باڑی کے کام سے فارغ کر کے مسجد کے لیے وقف کر دیا۔ جب آپ کو سرگودھا جانا ہوتا تو چوکی بھاگتا نوالہ تک عموماً پیدل جاتے۔ جمعہ کے دن آپ ضرور غسل کرتے اور خوشبو لگانا آپ کا معمول تھا۔ عمرہ کی ادائیگی کے بعد دوست احباب کو خوشبو کا تحفہ دیتے۔ مسواک باقاعدگی سے کرتے اور باہر نکلنے سے پہلے آئینہ دیکھ کر سر اور داڑھی کے بال سنوارتے۔ آپ اپنے روزمرہ معمولات میں سنت کی پیروی کا بے حد التزام کرتے۔ اکثر فرماتے ہم نے روزمرہ امور انجام تو دینے ہوتے ہیں لیکن اگر ہم سنت پر عمل کا خیال کر لیں تو انہی کاموں میں نفاست و پاکیزگی کے ساتھ ساتھ برکت بھی آجائے گی۔ اور جس کو یہ سعادت حاصل ہوگئی اس کی خوش بخشی کا کیا کہنا۔

## لباس:

وہ صاف شفاف اجلا سفید لباس پہنتے۔ ابتدائی دور میں چادر کرتے اور سر پر پگڑی باندھتے تھے۔ چمک میں کچھ عرصہ رہ کر شلوار قمیض پہنتے اور سر پر رومال باندھنے کو شعار بنالیا۔

## توکل علی اللہ:

حافظ محمد دین میں توکل کا وصف بدرجہ اتم موجود تھا۔ توکل کیا ہے؟ اللہ رب العزت کی عطا کردہ فہم و فراست کے مطابق تدبیر کر کے اللہ قدر پر بھروسہ کرنا۔ چوہدری محمود راوی ہے کہ مدرسہ حسان البنات کی تعمیر کے وقت ہمارے پاس صرف ڈیڑھ لاکھ روپیہ تھا۔ میں نے پریشانی ظاہر کی تو حافظ جی نے فرمایا حرکت کریں گے اللہ برکت عطا فرمائے گا۔ ہم دونوں نے اپنی طرف سے ایک ایک لاکھ روپیہ فنڈ میں جمع کیا۔ اس کی تعمیر پر بارہ لاکھ روپیہ خرچ ہوئے۔ محترم حافظ جی کی مساعی جیلہ سے مدرسہ کی عمارت مکمل ہو گئی اور وافر رقم بھی بچ گئی۔

کچھ عرصہ بعد سیم تھور کی وجہ سے اس مدرسہ کا فرش اور دیواریں خستہ حال ہو گئیں تو عبدالرؤف بن حافظ محمد دین کی زوجہ عائشہ بنت عطا محمد سباجی نے طلائی چوڑیوں کا عطیہ دیا۔ جس کو ایک لاکھ نوے ہزار روپیہ میں فروخت کر کے فرش پر ٹائل کا کام مکمل کیا۔ حافظ جی نے اس کی دیواروں پر ٹائل لگوانے کی خواہش ظاہر کی تو آپ کے بیٹے حافظ عبد الماجد نے ایک لاکھ اور چمک 23 کے بیت المال سے دو لاکھ اور چند بیرونی احباب نے پچاس ہزار کے عطیات عنایت کیے انسان خلوص نیت سے مسجد و مدرسہ کا کام شروع کرتا ہے۔ ساتھیوں کے مشورہ سے تدبیر کرتا ہے اللہ سبحانه اُن کی حرکت پر نصرت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ حافظ محمد دین اپنے اور بیگانوں کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آتے۔ چوہدری محمد حسین ارائیں مذہبی و سیاسی طور پر آپ کے مخالف تھے۔ وہ بیچا پتی فیصلے کرتے تھے۔ اور آپ کی امانت و صداقت کا اعتراف کرتے تھے کہ حافظ جی نے چمک میں آکر کسی سے غلط بیانی نہیں کی۔ اُن کی زبان سے گالی گلوچ کا لفظ نہیں سنا۔ تیسری خوبی یہ بیان کرتے تھے کہ حافظ جی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر سکون سے نماز پڑھتے ہیں۔



وہ مخالفت کے باوجود آپ کے اخلاق کریمانہ کے گرویدہ تھے کہ انھوں نے اولاد کو وصیت کر دی کہ جب میری موت آئے تو حافظ محمد دین نماز جنازہ پڑھائیں۔ لواحقین نے اس پر عمل کیا۔

باہمی معاہدہ کے تحت حافظ محمد دین کی رہائش کا انتظام چک 23 کی جماعت کے ذمہ تھا۔ مکان کی تعمیر کے لیے کارآمد لکڑی کی ضرورت تھی۔ سرکاری زمین پر شیشم کا قدیم درخت تھا۔ جو دروازے کھڑکیوں، شہتیر اور بالوں کی ضروریات کو باآسانی پوری کر سکتا تھا۔ مقامی شہری نمبردار کے پاس گئے۔ اُس نے کاٹنے کی اجازت دے دی۔ اس درخت کے نزدیک پیر شہیدان سے منسوب قبر تھی۔ جس پر چدھڑ برادری کے لوگ چڑھاوا چڑھاتے تھے۔ وہ درخت کو بھی متبرک سمجھ کر درد سے نجات کے لیے کیل ٹھونکتے تھے۔ انھوں نے تحصیل دار کو درخواست دے دی کہ یہ درخت ہمارے چک کی حدود میں ہے۔ عبدالرحمن تار بابو حافظ جی کا عقیدت مند تھا۔ اُس کی سفارش پر حلقہ پٹواری نے موقع پر جا کر فیصلہ کیا کہ یہ درخت چک 23 کی حدود میں واقع ہے۔ تو ہم پرستوں نے افواہ اڑادی کہ اگر کوئی درخت کاٹے گا تو پیر صاحب ٹانگیں توڑ دے گا۔ حافظ جی نے دورِ نفل حاجت ادا کیے اور ساتھیوں کو لے کر دربار پر پہنچ گئے اور شرک کی جڑ کو کاٹ دیا۔ پھر کچھ دن اسے خشک کرنے کے لیے رکھا تو چدھڑ برادری نے مشہور کر دیا کہ وہابی رات کو جا کر اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پیر صاحب اٹھانے نہیں دیتے۔ یہ خبر حافظ جی تک پہنچی تو آپ نے بلا تاخیر لکڑی اٹھوالی اور آری سے چروا کر مکان کے استعمال پر لائے۔ حافظ جی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کر کے شرک کے اڈے کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا۔

### تعلق بالوالدین:

اسلام اتحاد و یک جہتی اور امن و سلامتی کا درس دیتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں والدین کی اطاعت اور خدمت کرنے کی تاکید کی ہے:

(ترجمہ) ”تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ سوائے اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں

بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ اُن سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ ”پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔“

(بنی اسرائیل 23-24)

ملت اسلامیہ کے اتحاد کا راز خاندانی نظام کے استحکام میں ہے جس کا پہلا زینہ والدین کی خدمت ہے لوگ مادہ پرستی کی دوڑ میں عموماً والدین کو بوجھ سمجھتے ہیں اور اپنے اہل و عیال کی خواہشات کی تکمیل میں مگن رہتے ہیں اور والدین کی خیریت دریافت کرنے کی انھیں توفیق نہیں ہوتی۔ چنانچہ حافظ جی عقیدہ توحید کے بعد والدین کی خدمت پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ آپ کی تقریر میں تاثر اس لیے ہوتی کہ وہ والدین کی خدمت کو اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے۔

محترم حافظ جی چک میں مسجد کی خدمت پر مامور ہوئے تو آپ اپنے والدین کو ہمراہ لائے اُن کے خوردنوش اور بودوباش کا خصوصی خیال رکھتے۔ کھانا اُن کی مرضی کے مطابق پکتا۔ اُن کو ذرا سی تکلیف ہوتی تو فوراً ڈاکٹر سے رجوع کرتے۔ والدین کے ہمراہ روٹی کھانا اُن کا معمول رہا۔ حافظ جی کو گھر سے باہر سفر پر جانا ہوتا تو اُن سے اجازت طلب کرتے۔ اجازت مل جاتی تو اُن سے دعا کی درخواست کرتے اور واپسی پر والدہ کی خدمت میں حاضری دیتے اور سفر کی روداد سناتے۔ وہ خود کسی کام کے سلسلہ میں بلاتے تو آپ سب کام چھوڑ کر اُن کی آواز پر بلیک کہتے۔ محترم حافظ جی خاندانی فیصلوں میں اپنے والدین کی رائے پر عمل کرتے تھے۔

حافظ برادران اپنے والد کی وفات کے بعد کمائی کی رقم والدہ کے ہاتھ پر رکھتے۔ ضرورت پر خرچ کرنا ہوتا تو اُن سے طلب کرتے۔ بازار سے پھل فروٹ لے آتے تو اُن کے قدموں میں رکھ دیتے۔ وہ پوتے اور پوتیوں میں مساوی تقسیم کرتے۔ آپ کی والدہ عمر کے آخری حصہ میں معذور ہو گئیں۔ حافظ محمد دین اور ان کے بھائی اپنی والدہ محترمہ کی تیمارداری کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لینے کی کوشش کرتے۔ والدین کی زبان سے ہمہ وقت اُن کے لیے دعائیہ

کلمات نکلتے رہتے۔

محترم حافظ جی اپنے والدین کی وفات کے بعد بھی فرمان نبوی ﷺ کے تحت اُن کی خدمت کرتے رہے ”ایک مرتبہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا کوئی نیکی ہے جسے میں اپنے والدین کے مرنے کے بعد اُن کے لیے کروں؟ آپ نے فرمایا ”اُن کے لیے دعا کرنا، استغفار کرنا، اُن کے بعد اُن کے عہد کو پورا کرنا، اُن کے رشتوں کو جوڑنا اور ان کے دوستوں کی عزت اور احترام کرنا“ (مسند احمد)

چونکہ آپ کے والدین کے کٹھنائی خان میں لکڑ، سیال، جنجوعہ اور میاں فیلی کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ حافظ جی اُن کا بے حد ادب و احترام کرتے۔ اُن کے دکھ سکھ میں حاضری کو فرض اولین سمجھتے تھے اور دل کھول کر اُن کی مالی معاونت کرتے۔ محترم حافظ جی 2000ء میں پندرہ روزہ ویزا پر عمرہ کی سعادت کے لیے سعودی عرب تشریف لے گئے۔ آپ نے بیت اللہ میں اپنے والدین کے دوستوں کو دعاؤں میں یاد رکھا۔ آپ نے میرے والد (مرحوم) کے نام جو خط لکھا، اس سے ان کے عمدہ اخلاق کا پتا چلتا ہے۔ اب قارئین کرام کی خدمت میں حافظ جی کا مکتوب پیش کرتا ہوں:

”مکرم والمکترم وجميع المکرام حضرت بزرگوارم مستری خوشی محمد صاحب حفظکم اللہ وایدکم اللہ بنصرہ تعالیٰ.....“

گزارش ہے بندہ طالب خیریت طرفین از رب المشرقین و رب المغربین احوال آنکہ..... بحمد للہ ثم الحمد للہ مورخہ 7/9/2000 کو مکہ مکرمہ میں پہنچ کر عمرہ کیا۔ دوران طواف دوران سعی صفا و مروہ و دیگر مقدس مقامات پر اپنے والدین، اپنے والدین پر احسان مند حضرات و خواتین کے لیے اور اپنے اساتذہ کرام الحاصل تمام بزرگوں کے نام لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور التجائیں و دعائیں کیں۔ محترم یقین جانیں یہاں حاضر ہونے کا ایک ہی مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ عدا سہوا ہونے والی خطائیں معاف فرمائے خصوصی طور پر بزرگوارم بابا جی اللہ دین مرحوم

و مغفور و بزرگوار م لال دین والد محترم حافظ احمد دین اور حضرت حافظ صاحب کے لیے، اماں جی سرداراں بی، اماں مراد اں بی، استاذ مکرم حافظ سراج دین مرحوم، اماں فضلاء بی استاذ محترم حافظ برہان الدین، نانا جی احمد دین مرحوم اُن کے ہم جماعت حافظ محمد دین ولد لکھی بزرگوارم اللہ دین بسرا، بابا سردار سیال مرحوم، محترم نیک سیرت اللہ بخش عرف گہرا لک اسی طرح ماما احمد گٹو، استاذ محترم ماما عبدالحکیم۔ کس کس کا نام درج کروں یہاں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ زباں بیان کرنے اور قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ جیسے کیسٹ کی ریل خود بخود چلتی ہے، اسی طرح اپنی زندگی کے معمولات اور بزرگوں زندہ اور فوت شدہ کے نام بار بار سامنے آتے ہیں۔ جس قدر احسان مند ہوتے ہیں اسی قدر آنکھوں سے آنسو اور دل میں غم کے ساتھ زبان سے التجائیں نکلتی ہیں۔ یہ چند اسماء گرامی اختصار کے طور پر عرض کیے ان کے علاوہ علمی، تربیتی مشفق و مہربان بھی ہیں۔ بھلا یہاں اور کام بھی کیا ہے؟۔ سوائے رونے دھونے کے۔ آپ سے پرزور گزارش ہے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ یہاں کی حاضری قبول فرمائے اور ریا کاری سے محفوظ رکھے اور ہر سال حاضری کا موقع نصیب فرمائے، آمین۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی صحت و تندرستی کے ساتھ یہ سعادت نصیب فرمائے، آمین راقم ناچیز نے آپ کی کافی مغفرت کی ہے معذرت کے ساتھ معافی کا طلب گار ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور اللہ تعالیٰ نیک مرادیں پوری فرمائے اور آپ کی پریشانی کو خوش حالی و سکون سے بدلے، آمین ثم آمین۔

طالب دعا

ناچیز محمد دین بمقام سعودی عرب 10-09-2000

محترم حافظ جی حقوق اللہ کی ادائیگی میں احادیث رسول پر عمل کرتے تھے۔ اسی طرح حقوق العباد کے معاملہ میں عامل بالسنہ تھے۔ آپ کے والدین نے کوٹ بھائی خان میں زندگی بسر کی۔ آپ کو اس دھرتی کے کینوں سے اُنس تھا۔ یہاں کا کوئی شخص دوائی لینے یا دم کرانے کے





جامع مسجد معاذ بن جبل کا اندرونی منظر

لیے آپ کے پاس پہنچ جاتا تو آپ بے لوث خدمت کرتے۔ اللہ کے فضل و کرم سے حافظ جی عرصہ سے صاحب نصاب تھے۔ ماہ رمضان المبارک میں زکوٰۃ دیتے وقت آبائی گاؤں کے مستحق افراد کو ذہن میں رکھتے اس کا چرچا اس قدر ہوا کہ بعض اوقات محتاج لوگ کسی ناگہانی مصیبت یا بچیوں کی شادی کے وقت آپ کے چک پہنچ جاتے تو حافظ جی اُن کی مناسب امداد کرتے۔ حافظ جی والدین کے جیتے جی اُن کی قدم بوسی کرتے رہے۔ انتقال کے بعد اُن کے محسنوں اور پڑوسیوں کی خدمت کرتے رہے۔

عبدالخالق لوہار راوی ہے کہ میری ماں سرداراں دختر گھیبہ لوہار محترم حافظ جی کی والدہ مرحومہ کی منہ بولی بہن تھیں۔ آپ جب بھی کوٹ بھائی خان تشریف لاتے تو میری ماں کی خدمت میں حاضری دیتے ایک دفعہ گھر میں داخل ہوا تو حافظ جی پر نظر پڑی۔ اُن کے ہاتھ میں پانچ سو کا نوٹ ہے اور منت کر رہے ہیں کہ امان جی یہ میری طرف سے چائے قبول کرلو۔ وہ انکار کر رہی تھیں حتیٰ کہ حافظ جی کے اصرار پر میری ماں نے پکڑ لیے اور دعائیں دے کر رخصت کیا۔

حافظ جی کے بزرگوں کی جن خاندانوں سے دوستی تھی حافظ جی نے اس تعلق کو قائم دائم رکھا۔ موضع کدلتھی کے عبداللہ نہایت نیک دین دار بزرگ تھے وہ دیوبند مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ اُن کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اُن کے بیٹوں کی آؤ بھگت کرتے تھے۔ اُن کے ایک بیٹا ثناء اللہ کو کسی ایجنسی نے اغوا کر لیا اس کی بازیابی کے لیے ممکنہ جدوجہد کی آخر کار پتہ چلا کہ پولیس سٹیشن پر دہشت گردوں کے حملہ کے دوران فوت ہو گیا ہے تب جا کر جدوجہد ترک کی۔

### رشتہ داروں سے صلہ رحمی:

اسلام میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے کا حکم ہے۔ اللہ سبحانہ نے فرمایا ”اور تم سب اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔ قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی سے اور مسافر سے احسان کا معاملہ رکھو۔“ (النساء: 36)

رشتہ دار وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا انسان سے نسب کے واسطے سے تعلق ہو خواہ اُن کو میراث سے حصہ ملتا ہو یا نہ ملتا ہو۔ محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا جو رشتوں کو جوڑتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے جوڑتا ہے اور جو رشتوں کو کاٹتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اسے کاٹ دیتا ہے (ماخوذ از ترمذی)

سیدنا انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے اور اس کی عمر دراز کر دی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔

(بخاری کتاب الادب)

حافظ جی کا حقیقی چچا اور ماموں نہ تھے آپ کے والد نے شرافت اور کسب حلال میں سباجی خاندان کو مخلص پایا۔ اس لیے انھوں نے حافظ جی اور ان کی بہن کا رشتہ ان میں پیوست کیا۔ دونوں خاندان ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساجھی رہے کسی قسم کا خانگی تنازعہ رونما نہیں ہوا۔

آپ کا بہنوئی عطاء محمد سباجی ڈیرہ ڈوگھ میں رہائش پذیر تھا۔ وہاں دینی و دنیوی تعلیم کا اہتمام نہ تھا۔ حافظ جی نے بھانجے غلام محمد کو اپنے پاس بلا لیا۔ سکول کی تعلیم دلوائی۔ آپ نے بیٹی کا بہن کے بیٹے سے رشتہ پیوست کر کے اپنے والدین کی قبر کو ٹھنڈک پہنچائی پہلے سے قائم خاندانی تعلق کو مزید مستحکم کیا۔

حافظ جی نے سوائے ایک کے باقی بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی بھائیوں کی اولاد سے کی۔

محترم حافظ جی والدین کے رشتہ داروں اور دوستوں کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے رہے اور باپ کے محسنوں سے حسن سلوک کرتے رہے۔

### رشتہ داروں کو تبلیغ:

حافظ جی کے سسرال کوٹ بھائی خان کے داخلی رقبہ ڈیرہ ڈوگھ میں مزارعت پر کاشت کرتے تھے۔ نوجوان نماز میں سستی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ محترم حافظ جی دینی تعلیم سے فارغ ہو



کر 23 چک کی مسجد کی خدمت پر مامور ہو گئے۔ خاندانی تعلق کی وجہ سے آمدورفت رہی۔ انھوں نے وعظ و نصیحت کی۔ بچوں نے حفظ کرنا شروع کیا۔ مسجد تعمیر ہوئی۔ مستقل امام کی خدمات حاصل کی گئیں۔ حافظ جی مہینہ میں ایک دو دفعہ درس دینے کے لیے تشریف لاتے رہے۔ اُن کی تبلیغ سے گرد و نواح کے ڈیرہ جات کے احباب بھی نمازی بن گئے عورتیں جو کھیتوں میں کھلے عام کام کرتی تھیں، انھوں نے پردہ کو اپنا زیور سمجھ لیا۔ انھوں نے رب کی طرف رجوع کر لیا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُن کی زرعی فصلوں میں برکت عطا فرمائی۔ آج وہ زرخیز زمین کے مالک بن گئے۔

کوٹ بھائی خان میں حافظ جی کی برادری کا اللہ بخش عرف گوہر لک رہتا تھا۔ جو پہلے مزارعت پر کاشت کاری کرتا تھا۔ جب زمین داروں نے خود کاشت شروع کر دی تو وہ مزدوری کرتا تھا۔ رزق حلال سے بچوں کا پیٹ پالتا تھا۔ مسجد کا بے لوث خادم اور موزن تھا۔ وہ ہر سال رمضان المبارک میں باقاعدگی سے اعتکاف بیٹھتا تھا۔ اس کی صرف چار لڑکیاں تھیں جب وہ فوت ہو گیا تو حافظ جی اُن کی کفالت اور رخصتی میں سرپرستی کرتے رہے۔ حافظ جی کے حکم پر میں نے پختہ کرہ لیٹرین اور کچن کی تعمیر کرائی۔ اس کا تمام خرچہ انھوں نے ادا کیا۔ جب مقامی صاحب نے پوچھا اماں خاتون کی بچیاں شادی شدہ ہیں، آپ اتنا خرچہ کیوں کر رہے ہیں تو محترم حافظ جی نے فرمایا پہلی بات تو یہ ہے کہ میرے رشتہ دار کی بیوہ ہے۔ اس کے نواسے اور نواسیاں ملنے آتی ہیں تیمارداری کے لیے انہیں کئی دن ٹھہرنا پڑتا ہے۔ وہ خوش و خرم ہو کر رہیں، انہیں کسی قسم کی دقت نہ آئے۔ دوسری وجہ یہ ہے اس کے مرحوم خاوند کا میرے باپ پر احسان تھا۔ ایک دفعہ میرے والد بیماری کی وجہ سے زرعی کام کاج کے اہل نہ رہے تو اس دوران اس نے تین ماہ ہمارے کھیتوں کو پانی دیا اور مویشیوں کی نگرانی کی۔ جب میرے والد تندرست ہو گئے تو اُس وقت اجازت لے کر رخصت ہوئے۔ حافظ جی نے فرمایا کہ میں والد کی وصیت پر ان کی نگہداشت کرتا ہوں۔

### اہلیہ سے حسن سلوک:

مرد کے لیے دنیوی نعمتوں میں سے نیک عورت انمول نعمت ہے۔ مخبر صادق ﷺ نے

فرمایا۔ ”دنیا سامان زیت ہے اور اسی کا بہترین سامان صالح عورت ہے“ (مسلم) حافظ جی کی اہلیہ نیک صابرہ تھیں مزاج اور فراخ دل خاتون ہیں۔ محترم حافظ جی دینی مدرسہ میں زیر تعلیم تھے کہ والدین نے آپ کی شادی کر دی۔ جب حافظ جی 23 چک تشریف لائے تو اُس وقت آپ کے ہاں عبدالرؤف کی پیدائش ہو چکی تھی۔ آپ کے سسرال سباجی خاندان کوٹ بھائی خان سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ڈیرہ ڈوگھ میں رہائش پذیر تھے۔ اس لیے آپ کی اہلیہ تعلیم حاصل نہ کر سکیں۔ چونکہ اُن کا زیرک فطین اور دینی گھرانے سے تعلق تھا۔ جناب حافظ جی نے نہایت حکمت عملی سے ان کی تعلیم و تربیت کی۔ اثر پذیری کا نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے شرعی حجاب اور صوم و صلوة کی ادائیگی کو اپنی زندگی کا شعار بنالیا اور حقوق العباد کی ادائیگی میں اسلام کے اصولوں پر کار بند ہو گئیں۔ حافظ جی کے دونوں بھائی غلام یسین اور جلال الدین والد کی وفات کے وقت کم سن تھے۔ محترم حافظ جی کی اہلیہ نے اُن کی بیٹوں کی طرح پرورش کی۔ آج وہ صاحب اولاد ہیں۔ وہ بھی ماں کی طرح ان کی عزت کرتے ہیں۔ اماں بختاؤر عمر کے آخری حصہ میں معذور ہو گئیں تو حافظ برادران کے اہل خانہ اُن کے خور و نوش اور نشست و برخاست کی خدمت میں پیش پیش رہے۔ رمضان المبارک کا چاند نظر آنے پر اہل و عیال کے چہرے خوشی سے دمک اٹھتے تھے۔ حافظ جی کی اہلیہ بہو اور بیٹیوں کے مال و زر کا حساب کرتیں۔ نصاب کے مطابق زکوٰۃ نکال کر حق داروں میں تقسیم کر کے چین کا سانس لیتیں حافظ جی شوگر کی بیماری کی وجہ سے نحیف ہو گئے۔ آپ نے اُن کی تیمارداری کا حق ادا کیا۔ حافظ جی مرتے دم تک اُن پر راضی رہے۔ اور اُن کی خدمت کے صلہ میں رب کے حضور اجر عظیم کی دعا مانگتے تھے۔

## اولاد کی تربیت:

حافظ محمد دین مسجد کی خدمت پر مامور ہوئے تو انھوں نے اپنے لیے ماہانہ اجرت یا ششماہی فصلانہ مقرر نہیں کیا۔ وہ دل جمعی سے درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

مقامی جماعت دل کھول کر تعاون کرتی رہی۔ جونہی زر خرید زرعی زمین سے آمدنی شروع ہوئی۔ آپ نے مقامی جماعت پر بوجھ بننا پسند نہ کیا بلکہ مسجد کی توسیع اور تزئین و آرائش میں دوسروں کے برابر حصہ ڈالتے رہے۔

نیک اولاد اللہ سبحانہ کی نعمت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (روقی و) زینت ہیں۔ (الکھف 46)

حافظ جی نے دوران طالب علمی اپنے اساتذہ کا احترام کیا، اُن کے حکم پر لبیک کہا، دکھ تکلیف کی صورت میں جان نچھاور کرتے رہے۔ رات کو جاگ کر اُن کی خدمت میں لگن رہے۔ والدین کی خدمت میں ذرہ بھر کوتاہی نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ اساتذہ اور والدین خوش ہو کر وعادیتے رہتے تھے ”اے اللہ! حافظ جی کے مال اور اولاد میں برکت عطا فرما“ اللہ وہاب نے آپ کو سات بیٹوں کی نعمت اور چار بیٹیوں کی رحمت سے نوازا۔ حافظ جی کے پاس رزق کی فراوانی ہو گئی وہ دوست احباب کے سامنے واشگاف الفاظ میں اظہار کرتے تھے کہ سب کچھ میرے والدین اور اساتذہ کی دعاؤں کا اثر ہے کہ اللہ نے مال و اولاد کی کثرت سے نوازا۔

بچوں کی تعلیم و تزکیہ میں گھر کے ماحول کا اثر تازیت رہتا ہے۔ حافظ جی جب کھانا کھاتے تو اپنے اور بھائیوں کے بچوں کو پاس بٹھاتے، اُن سے ہنسی مذاق کرتے۔ اُن کو نماز کا سبق دیتے اور آداب زندگی سے روشناس کراتے۔ نماز کے وقت بچوں کو ہمراہ لے جاتے۔ اُن کو مہنگا نہ باجماعت نماز کا عادی بنایا۔ بچوں کے ذوق شوق کو مد نظر رکھ کر دینی اور دینی اور عصری تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ انھوں نے اپنے اور بھائیوں کے بیٹوں میں فرق نہیں کیا۔ سب کی ضروریات کا مساوی خیال رکھا۔

حافظ جی اپنے چھوٹے بچوں کا پیار سے بوسہ لیتے اور گود میں بٹھاتے۔ گاؤں کے دوسرے بچوں کے پاس سے گزرتے تو اُن کو سلام کرتے۔ چھوٹوں کو نام لے کر بلاتے، اُن کے

سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے۔

آپ نے اپنی اولاد کی تربیت اور پرورش احسن انداز میں کی۔ اُن کی تعلیم، لباس خورد و نوش پر خرچ کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ لڑکوں لڑکیوں کے مابین فرق نہیں کیا۔ معاملات میں کسی ایک کو دوسرے پر برتری نہ دی۔ مشاہدہ کی بات ہے کہ کسی ایک بچے سے لاڈ پیار کی وجہ سے امتیازی سلوک کیا جائے تو دوسروں میں حسد و کینہ کے جذبات اُٹھ آتے ہیں تاہم حافظ جی نے اپنے اور بھائیوں کے بیٹوں سے مساوی سلوک کیا۔ عدل و انصاف کے برتاؤ کا نتیجہ یہ نکلا کہ حافظ جی بیمار ہوئے تو تمام بچے اُن کی خدمت میں سبقت لینے کی کوشش کرتے رہے۔ محترم حافظ جی کی تربیت کا ثمر ہے کہ اُن کی اولاد ماں باپ کے رشتہ داروں کی عزت افزائی کرتے ہیں۔ باپ کے دوستوں سے خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں اور خیر کے کاموں میں حصہ لے کر سکون حاصل کرتے ہیں۔

امام کائنات ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اہل مکہ کو دعوت دی تو آپ نے اُن سے پوچھا کہ تم نے اخلاق میں مجھے کیا پایا؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم نے آپ کو صادق اور امین پایا۔ اس کے بعد آپ نے اُن کو توحید کی دعوت دی۔

اگر تمام معبودوں کی الٰہی کمر کے ایک اللہ ہی کو سجدہ کرنا لو تو عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے۔ محترم حافظ جی چک ہیں خاتم النبیین ﷺ کا پیغام پہنچانے کے لیے مہاجر بن کر آئے۔ آپ کی زندگی شاہد ہے کہ کبھی خیانت نہیں کی اور نہ ہی جھوٹ بولی۔ کذب بیانی سے آپ کو نفرت تھی۔

آپ کا بیٹا عبدالخالق بی اے کے امتحان میں کامیاب ہو گیا اس نے لبا جی سے ایل ایل بی کورس میں داخلہ لینے کی اجازت طلب کی۔ محترم حافظ محمد دین نے سمجھایا بیٹا جھوٹ کی یہ بیٹی ہے۔ آپ عدالتوں میں جا کر مشاہدہ کریں۔ کہ قتل و کینہ اور بدکاری کے مجرم گرفتار ہو کر جیل چلے جاتے ہیں۔ وکیل صاحبان اصل حقائق سے آگاہ ہونے کے باوجود عدالت میں اُن کی بریت کے لیے قانونی چارہ جوئی کرتے ہیں۔ یہ جھوٹ کی دوکان نہیں تو اور کیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

(ترجمہ) رحمن کے بندے وہ ہیں جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے۔ (الفرقان: ۸۲)  
 مخبر صادق ﷺ نے جھوٹ بولنے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا۔ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا  
 ”کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا،“  
 کیوں نہیں اے اللہ کے رسولؐ! فرمایا،

”اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپؐ ٹیک لگائے  
 ہوئے تھے۔ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا ”سن لو اور جھوٹ بولنا“ پھر آپؐ برابر اسی کو دھراتے رہے  
 یہاں تک کہ ہم تمنا کرنے لگے کاش! آپؐ سکوت اختیار کر لیتے“ (مسلم کتاب الایمان)  
 فرماں بردار عبدالحق بیٹے نے باپ کی نصیحت پر عمل کیا اور قانون کی تعلیم حاصل  
 کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ آج کل وہ جدہ سعودی عرب میں سینٹری اور ہارڈ ویئر کا وسیع کاروبار  
 کرتے ہیں۔ اللہ کریم نے اُن کے رزق میں برکت عطا فرمائی۔

### اہل خانہ پر فیاضی:

اسلام میں اہل و عیال پر خرچ کرنے کی سب حد فضیلت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہؓ سے  
 روایت ہے۔ ”ایک دینار جو تم نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کیا اور ایک دینار غلام کے آزاد  
 کرنے میں صرف کیا ایک دینار مسکینوں پر صدقہ کیا اور ایک دینار گھروالوں پر خرچ کیا اس کا اجر  
 سب سے زیادہ ہے“ (مسلم)

محترم حافظ جی نہ صرف محتاجوں کی کفالت پر بے دریغ سخاوت کرتے تھے بلکہ اپنے  
 اہل و عیال پر فیاضی سے خرچ کرتے تھے۔ معاشرہ میں عموماً گھر سے باہر شہر میں دوست مل جائیں تو  
 اُن کو موقع کی مناسبت سے چائے یا کھانے کی دعوت دی جاتی ہے۔ لیکن اہل خانہ کا فرد مل جائے تو بے  
 اعتنائی سے کام لیا جاتا ہے۔ محترم حافظ جی بازار میں جس طرح دوستوں کی آؤ بھگت کرتے اسی طرح  
 اہل و عیال کی بھی خوب تواضع کرتے۔ آپ کے بیٹے عمر فاروق راوی ہے طالب علمی کے دور میں اباجی  
 شہر میں مل جاتے تو دو دو سوڑا سے تواضع کرتے اگر موسم سرما ہوتا تو کڑھائی گوشت خوب کھلاتے۔

## پڑوسی:

محترم حافظ جی پڑوسی کی مسرت و خوشی کو اپنی خوشی اور اُس کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے۔ دکھ سکھ کے موقع پر اُن کے کام کاج میں شریک ہوتے رہے۔ کوئی قرض حسنہ طلب کرتا تو آپ فراخ دلی سے دیتے۔ جب اپنے گھر میں عمدہ کھانا پکتا تو حافظ جی اپنے غریب پڑوسیوں کے بچوں کو ضرور دیتے۔ گھر میں پھل فروٹ آتا تو اس میں سے ضرور حصہ نکالتے۔ جب آپ کو پتہ چل جاتا کہ آپ کے پڑوسی تنگ دست ہیں، اُن کے بچے کھانے کی چیز کے لیے ضد کر رہے ہیں تو بڑی حکمت عملی سے اُن کو اپنے پاس بلا لیتے اور اُن کی ضرورت پوری کرتے۔ آپ جماعتی اور مسلمکی امتیاز سے بالاتر ہو کر تمام پڑوسیوں سے حسن سلوک سے پیش آتے رہے۔ کبھی کبھار کسی پڑوسی نے آپ سے بے رخی بھی کی تو آپ نے صبر کا مظاہرہ کیا۔ اس کے اکرام میں فرق نہیں آنے دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شرمندہ ہو کر آپ کے عمدہ اخلاق کا گرویدہ ہو گیا۔

## مہمان نوازی:

مہمان نوازی ہر مسلمان پر واجب ہے۔ جس کو فراخ دلی سے ادا کرنا مومن کا شیوہ ہے بنی مکرم ﷺ نے فرمایا ”جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کی عزت کرے“ (بخاری کتاب الآداب)

قرون اولیٰ میں میزبان اپنے مہمان کو الوداع کرتے وقت شکریہ ادا کرتے کہ آپ نے نیک عمل کا موقع دیا ہے۔ عصر حاضر میں دہشت گردی کے خوف سے مسلمانوں میں مہمان نوازی کا جذبہ مدھم پڑ گیا تاہم سنت کے شیدائی قلیل احباب مہمان نوازی میں لگن ہیں۔

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہرؒ کے مکان پر اکثر لوگ مسائل و احکام دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوتے تو آپ اُن کی بھرپور توضیح کرتے حتیٰ کہ ڈاکٹر صاحبؒ نے زندگی کے آخری دن بھی مہمانوں کی خوب آؤ بھگت کی جنھوں نے معمولی سے مال کے لالچ میں جاتے وقت بے دردی سے گلابا دیا۔ آپ نے جان دے دی لیکن مہمان نوازی کی سنت کو تر و تازہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ

ان کی قبر پر رحمت کا مینہ برسا۔ ان کی طرح بقیہ السلف حافظ محمد دین مہمان نوازی کی وجہ سے علماء کارکنوں اور جماعتی ساتھیوں میں معروف تھے۔ آج کل جلسوں میں سامعین کے لیے نمکین چاول سے مہمان نوازی معمول بن گیا ہے۔ تاہم حافظ جی اور ان کی جماعت کانفرنس میں شرکت کرنے والے کثیر احباب کی روٹی گوشت سے تواضع کرتے ہیں۔

سالانہ کانفرنس کے انعقاد کے سلسلہ میں حافظ جی کے حکم پر فوجی رفیق دور دراز کے سفر کی صعوبت برداشت کرتا ہے۔ چنانچہ آپ اُس کی بے حد عزت کرتے ہیں۔ ان کی مختلف روایات پیش خدمت ہیں۔ حافظ جی اکیلے کھانا نہیں کھاتے۔ اگر مہمان نہ ہوتا تو مجھے یا کسی اور ساتھی کو بلا کر کھانے میں شریک کرتے۔

حافظ جی کا خاندان فطری طور پر مہمان نواز ہے۔ جب آپ چک 23 تشریف لائے اُس وقت اُن کا ذریعہ آمدنی محدود تھا۔ اُس کے باوجود عصر کے وقت سلام پھیرنے سے قبل ان کی کم سن بیٹی فاطمہ چائے کی کیتلی رکھ جاتی، ساتھیوں کو چائے میں شریک کرتے اور جماعتی امور پر باہمی مشورہ کرتے۔

میں حافظ جی کے پاس مسجد میں بیٹھا تھا۔ دو مولوی صاحبان داخل ہوئے۔ آپ اٹھ کر اُن کے استقبال کے لیے چل پڑے۔ پرtpاک انداز میں گلے لگایا۔ گھر میں روٹی کا آرڈر دیا۔ انھوں نے کہا چوکی سے گزر رہے تھے، آپ کی محبت نے زیارت پر مجبور کیا۔ روٹی کھائیں گے ضرور لیکن دیسی مرغ کے ساتھ۔ حافظ جی سن کر مسکرائے اور اُن کی تمنا پوری کر دی۔ رخصتی کے وقت اُن کا شکریہ ادا کیا۔ اسی طرح جھنگ کے مولانا عبدالرشید حنیفؒ ملنے کے لیے آئے۔ انھوں نے بے تکلفی سے کہا کہ حافظ جی! میں نے کمٹی کے پراٹھے مکھن اور ساگ کھانا ہے۔ دسترخوان میں ساگ نہ تھا۔ انھوں نے طلب کیا۔ حافظ جی نے عرض کیا کہ کل کا پکا ہوا ہے۔ مولانا نے فرمایا حافظ جی! ساگ تو ایک دن پہلے کا لذیذ ہوتا ہے۔

ایک روز نماز ظہر پڑھ کر فارغ ہوئے تو حافظ جی نے مجھے بلایا کہ آپ حجرہ میں جا کر

بیٹھیں، مجھے کام ہے۔ کچھ وقت کے بعد حافظ جی آگئے تو انھوں نے فرمایا فوجی صاحب! آج ڈاکٹر عبدالقیوم اُن کے بیٹے اور داماد کی دعوت ہے۔ ڈاکٹروں نے مجھے پرہیز کا حکم دیا ہے۔ آپ نے میزبان بن کر مہمانوں کے ساتھ دعوت میں شامل ہونا ہے۔

عامل سنت حافظ جی کے پاس مریضوں کا ہجوم رہتا۔ آپ موسم کے مطابق چائے یا مشروبات سے اُن کی تواضع کرتے۔ اور دوپہر کے وقت جو موجود ہوتے اُن کو کھانا کھلا کر فارغ کرتے۔

مسجد میں جب کوئی مہمان نظر آتا تو حافظ جی اُن سے پر تپاک انداز میں مصافحہ کرتے سلام دعا کے بعد پیار سے پوچھتے کہ آپ مسجد کے مہمان ہیں یا کسی خاندان کے۔ اگر وہ مسافر ہوتا تو حافظ جی اُس کی خوب تواضع کرتے، حافظ جی کے بیٹے شیخ عمر فاروق راوی ہیں میں جدہ میں اپنے مکتبہ الفرسان عزیز یہ میں بیٹھا تھا کہ پچاس سالہ بزرگ پاکستانی تشریف لائے۔ گفتگو کے دوران تذکرہ کیا کہ میں ضلع سرگودھا کا رہائشی ہوں۔ سرگودھا کا نام سن کر بزرگ نے برجستہ کہا۔

”میرا نام محمد اصغر ہے۔ قلعہ بھجمن سنگھ لاہور کا رہائشی ہوں۔ تیس سال قبل سرگودھا کے قریب چوکی بھاگتا انوالہ میں سواری نہ ملنے کی وجہ سے رات گزارنے پر مجبور ہوا تو چوکی اڈا پر کھڑے احباب نے مجھے کہا۔ آپ پریشان نہ ہوں ایک میل کے فاصلہ پر چک 23 اہلحدیث والا ہے وہاں کے خطیب حافظ محمد دین صاحب ہیں وہ مسافروں کی آؤ بھگت کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نماز عشاء کے وقت مسجد پہنچا۔ سلام پھیرنے کے بعد حافظ جی نے اجنبی سمجھ کر حال احوال پوچھا۔ پر تکلف کھانا کھلایا اور مجھے کشادہ کمرہ میں سلایا۔ جس کا نقشہ آج تک میری نگاہوں میں گھومتا رہتا ہے وہ اس طرح کہ کمرہ میں چار پائیاں ایک دوسرے کے اوپر دو طرفہ رکھی ہوئی تھیں۔ یہ منظر میں نے پہلی مرتبہ دیکھا میں نے بستر سے اٹھ کر چار پائیوں کو ہلایا تو گرنے لگیں سوچ میں پڑ گیا کہ لوگ ان چار پائیوں پر کس طرح سوتے ہوں گے ذہن میں آیا شاید کسی ترکھان کا گھر ہو۔



حافظ جی نے نماز فجر کے بعد من پسند ناشتہ کرایا۔ آپ نے مجھ سے سفر خرچ کے بارے معلوم کیا۔ اُن کی مہمان نوازی نے میرے دل میں بسیرا کر لیا۔ اور چار پائیوں کا معہ بدستور۔ کافی عرصہ کے بعد دوبارہ اُن کے گاؤں گیا حافظ جی تو سفر پر تھے ملاقات نہ ہو سکی۔ میرے استفسار پر نمازیوں نے وضاحت کی یہ چار پائیاں مہمانوں کی خدمت کے لیے ہیں۔ یہ سن کر اُن کا گرویدہ ہو گیا۔ تیس سال گزر گئے دوبارہ ملاقات نہ ہو سکی تاہم ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کل کی بات ہے۔ ملک محمد اصغر صاحب کی روداد سن کر عمر فاروق نے عرض کی کہ میں اُن کا بیٹا ہوں تو انہوں نے تین دفعہ معافتہ کیا۔ ملک صاحب حج عمرہ کی سعادت کے بعد چک 23 میں متعدد بار حافظ جی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر بار آئندہ ملاقات کا وعدہ کر کے گئے۔ راقم نے ملک اصغر صاحب سے فون پر رابطہ کر کے واقعہ کی تصدیق کی۔

☆ مرکزی جمعیت اہلحدیث کی ضلعی شورئ کا اجلاس چک نمبر 23 میں ہوا۔ کاروائی کے بعد ایک رکن صاحب نے سوال اٹھایا کہ ضلعی شورئ کا اجلاس اکثر چوکی کی مسجد معاذ بن جبل میں کیوں ہوتا ہے۔ حضرت الامیر مولانا سلیم اللہ کبیر پوری نے مسکرا کر جواب دیا ”حافظ جی جماعتی ساتھیوں کی مہمان نوازی کا شوق پورا کرتے ہیں“ حافظ جی زندگی کے آخری سانس تک اس سنت پر قائم رہے۔

☆ مرض الموت کی رات آپ کی طبیعت درد کی وجہ سے بے چین ہو گئی۔ چوکی سے ڈاکٹر صاحب چیک اپ کے لیے تشریف لائے۔ حافظ جی نے تکلیف کا اظہار کرنے کی بجائے فرمایا برخودار! تیرا کیا حال ہے؟ احسان ولد جلال دین راوی ہیں کہ آپ نے مجھے ٹھنڈا لانے کا آرڈر دیا اور ہمیں ہدایت کی چائے پلائے بغیر رخصت نہ کرنا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ حافظ جی کی تواضع کو قبول کرے اور روز محشر ساقی کو شراب اللہ کی رفاقت نصیب فرمائے۔

## سخاوت و فیاضی:

حافظ محمد دین نہایت سخی اور فیاض تھے وہ موقع کی مناسبت سے پڑوسیوں، رشتہ داروں اور ساتھیوں پر دیا دلی سے خرچ کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں زکوٰۃ کی رقم مستحق افراد میں تقسیم کر دیتے۔ دیگر ایام میں کوئی سوا لی آجاتا تو اُس کو خالی نہ لوٹاتے۔ عیدین پر ملے والا عطیہ، یتیموں اور مسکینوں میں بانٹ کر گھر جاتے۔ اُن کا نبی رحمت ﷺ کے فرمان پر یقین کامل تھا کہ ”صدقہ سے کبھی مال میں کمی نہیں آتی“ (مسلم)

چنانچہ آپ کے دونوں ہاتھ کشادہ تھے۔ کسی غریب نے بچی کا فرض ادا کرنا ہوتا یا نادار مریض کے آپریشن کا مسئلہ ہوتا وہ آپ کے پاس پہنچ جاتا۔ آپ دل کھول کر اس کی اعانت کرتے۔ آبائی گاؤں کوٹ بھائی خان کے کئی عیال دار افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے یا بیوہ عورتوں نے فون پر اپنی مجبوری ظاہر کی تو آپ نے مجھ سے حقائق معلوم کرنے کے بعد اُن کی بھرپور مالی معاونت کی۔

ایک مسکین بچی جس کی والدہ فوت ہو چکی تھی اُس کا والد معذور تھا۔ اُس بے سہارا کی نانی نے دختر احمد گلڑ سے کہا کہ میں نے نواسی کا فرض ادا کرنا ہے۔ آپ حافظ جی سے سفارش کریں۔ اُس نے فون پر سفارش کی تو حافظ جی نے توقع سے بڑھ کر تعاون کیا۔

## عرش کا سایہ:

نماز کے مسائل میں عامل بالجذیث ہزاروں ہیں لیکن معاملات کے لحاظ سے اُن میں سے ایک ہوگا۔ برادرِ م حافظ جی نے جو علم سیکھا اس پر عمل کیا، قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ (البقرہ: ۲۸۰)

اگر (قرض دار) تنگ دست ہو تو فراموشی تک اسے مہلت دو۔

حافظ جی قرض داروں کو مہلت دیتے اگر نہ دے سکتے تو معاف کر دیتے۔ کوٹ بھائی خان کا ایک صاحب تھا جس کے والد مرحوم کے حافظ جی سے خصوصی مراسم تھے وہ ولایتِ نسل کی

گائے کا بیوپار کرتا تھا۔ اُس نے چک جا کر حافظ جی سے محدود مدت کے لیے قرضہ طلب لیا حافظ جی نے کہا تو میرے منہ بولے ماموں کا بیٹا ہے حسب منشاء رقم کا مطالبہ پورا کر دیا۔ عیال دار تھا جو کماتا بچوں کے منہ میں نوالہ ڈال دیتا۔ کئی سال گزر گئے رقم واپس نہ کی منڈی کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے اُسے خسارہ ہوا۔ اُس نے موردنی مکان بیچ دیا۔ حافظ جی کو پتہ چلا نہایت افسردہ ہوئے اُن کے ذہن میں حدیث آئی۔

”جو شخص تنگ دست قرض دار کو مہلت دے یا اُس کا قرض معاف کر دے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جب کہ اس کے سایہ کے علاوہ کہیں سایہ نہ ہوگا۔“ (ترمذی کتاب البیوع)

حافظ صاحب نے عرش کے سایہ کو ترجیح دے کر اُس کا قرضہ معاف کر دیا۔

### صلہ رحمی کا اجر:

رزق اللہ والجلال کے پاس ہے۔ وہ جسے چاہے بغیر حساب دیتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

خدا بخش لک کے رزق حلال کی کمائی پر اہل دیہہ رشک کرتے تھے۔ امّاں بختا وراس قدر موحّد تھیں کہ اُس نے موسم خزاں میں بھوک پیاس کی شدت برداشت کر لی لیکن اللہ ذوالجلال کے علاوہ کسی سے دست سوال نہیں کیا۔ اُن کے بڑے بیٹے محمد دین نے گاؤں کی مسجد میں حفظ کر لیا اُسے ترجمہ کے شوق نے دیوانہ کر دیا اور سرگودھا جا کر مفتی جماعت محمد صدیق کی شاگردی اختیار کر لی۔ مفتی جی نے نہایت شفقت و محنت سے پڑھایا۔ حافظ جی نے اساتذہ کی خدمت کو زندگی کا شعار بنا لیا۔ جامعہ علمیہ سے فارغ ہو کر 23 چک کی مسجد کی خدمت پر مامور ہوئے۔ انھوں نے زندگی کے 48 سال اسی مسجد میں درس و تدریس کے دوران گزار دیئے۔ آپ نے تنگی و ترشی میں صبر کیا اور خوشحالی میں اللہ کا شکر کیا لیکن جگہ تبدیل نہیں کی۔ آپ نے علم سیکھا، سکھایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔ آپ نے والدین، رشتہ داروں، جماعتی و غیر جماعتی احباب کے ساتھ صلہ رحمی کی

نا قابل فراموش مثالیں قائم کیں۔

حدیث نبوی کا مقبوم ہے اللہ صلہ رحمی کرنے والے کے رزق کو کشادہ اور عمر میں برکت عطا فرماتا ہے۔ اللہ مسبب الاسباب ہے۔ حافظ جی کا بڑا بیٹا عبدالرؤف تھا۔ اُس نے ایف اے پاس کر لیا۔ اُسے ٹیکنیکل کام کا شوق تھا۔ وہ الیکٹریکل کا کورس کر کے کراچی چلا گیا۔ حافظ جی کے دوسرے بیٹے عمر فاروق نے جامعہ ستاریہ کراچی سے سند حاصل کر لی۔ ایم اے اسلامیات کرنے کے بعد محکم تعلیم سرگودھا میں ملازم ہو گیا۔ اُسے عمرہ کے ویزہ پر سعودی عرب جانے کا اتفاق ہوا۔ عزیزم عمر فاروق نے وہاں تبلیغی پروگراموں میں شرکت کی۔ اُسے موقع کی مناسبت سے تقریر کرنے کے مواقع ملتے رہے۔ وزارت مذہبی امور کو تقریر پسند آئی۔ اُن کی سفارش پر شیخ عبد العزیز بن باز نے ویزا جاری کر دیا۔ اس طرح انھیں مستقل سکونت اختیار کرنے کا موقع مل گیا۔ کچھ عرصہ بعد اپنے بھائی عبدالرؤف کو بلوایا۔ وہ نہایت مشقت سے بجلی کی تاریں بچھانے کا کام کرتا رہا۔ پھر اُس نے برادران کے تعاون سے دوکان خرید لی۔ یکے بعد دیگرے تمام عزیز جدہ چلے گئے۔ وہ وسیع پیمانے پر اپنے کاروبار سے منسلک ہیں۔ خیر کے کاموں میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ اللہ نے مخلص صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو عملی جامہ پہنایا اور صلہ رحمی کرنے والے کو کشادہ رزق کی نعمت سے نوازا۔

محترم حافظ محمد دین کے بیٹے جدہ سعودی عرب میں مقیم ہیں۔ آپ ان کو ملنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور کچھ عرصہ قیام فرماتے۔ جماعتی ساتھی یا دیگر احباب حج و عمرہ کے لیے سعودی عرب جاتے وہ خود رابطہ کرتے یا آپ کو ممکنہ ذرائع سے پتہ چل جاتا تو اپنے بیٹے عبدالرؤف کو مکہ معظمہ بھیجتے۔ وہ اپنی گاڑی میں جدہ لے آتے۔ حافظ جی ان کی مہمان نوازی کر کے پھولے نہ سہاتے۔ الوداع کرتے وقت تحفہ تحائف دیتے۔ اگر آپ کو قرائن سے پتا چل جاتا کہ اُن کا زادراہ کم ہے تو بغیر مطالبہ کے اُن کے ساتھ مالی تعاون کرتے۔ خرچ کر کے احسان نہ جتلاتے۔ کئی احباب نے مجھ سے اُن کی فیاضی کا ذکر کیا۔ چونکہ حافظ جی نے رضائے الہی سے

سخاوت کی، اس لیے اُن کا نام لینا مناسب نہیں سمجھتا۔ حدیث میں ہے:

”روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا نعم البدل عطا فرما“ دوسرا کہتا ہے ”اے اللہ! بچا بچا کر رکھنے والے کا مال تلف فرما“ (مسلم کتاب الزکوٰۃ)

اللہ سبحانہ نے اس دعا کے مصداق آپ کے مال دولت میں برکت عطا فرمائی۔

حافظ محمد دین کا خاندان کوٹ بھائی خان میں مقیم تھا۔ وہ اپنی امانت شرافت کی وجہ سے گاؤں میں معزز تھا۔ اُن کے والد مہر خدا بخش بیلوں کو کھیتوں میں ادھر ادھر لے جاتے تو اُن کے منہ پر چھوٹی پہنا دیتے تاکہ کسی کی فصل کا اجاڑہ نہ کریں۔ چک 23 میں آکر اُن کی دیانت کا وصف برقرار رہا۔ کھیتی باڑی کے علاوہ مویشی پالنا اُن کا محبوب مشغلہ تھا۔ اُن کو قرآن حکیم سے دلی لگاؤ تھا کام کاج سے ذرا فرصت ملتی تو تجلی حروف والا قرآن کھول کر تلاوت شروع کر دیتے۔ وہ ہر سال مسجد میں کُنا (بھینس کا بچہ) عطیہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ اُن کی بھینس بیمار ہو گئی۔ علاج کرایا مگر افاقہ نہ ہوا۔ مسجد میں نماز کے بعد بیٹے سے مخاطب ہو کے کہنے لگے کہ کہیں تم نے مسجد کے حساب میں گڑ بڑ تو نہیں کی؟ باادب بیٹے حافظ محمد دین نے مسجد کا رجسٹر لا کے نمازیوں کے سامنے رکھ دیا۔ عرض کی بآجی! جو شخص مسجد کی تعمیر میں پانچ روپے بھی دے جاتا ہے اُسے لکھ لیتا ہوں اور خرچ کی تفصیل موجود ہے۔ آج تک تمام ریکارڈ محفوظ ہے۔ تمام نمازیوں کو چیک کرنے کی اجازت ہے۔

جماعتی ساتھی مسجد کی تعمیر کے لیے جانور عنایت کرتے۔ برادر مثناء اللہ گیٹ پر کھڑے ہو کر نیلامی کرتے۔ لوگ خوش ہو کر زیادہ رقم دینے کا اعلان کرتے۔ حافظ جی مذکورہ رقم رجسٹر میں درج کر دیتے۔

حافظ جی ایک ساتھی کو ہمراہ لے جا کر منڈی سے قربانی کے جانور خرید لاتے۔ پھر اپنے ڈیرہ پر باندھ لیتے۔ احباب کو کہتے کہ پسند کا جانور دیکھ کر حصہ ڈال لینا۔ مشترکہ طور پر ذبح کرتے

اور قربانی کی کھالیں اکٹھی بیچتے، جس کی رقم بیت المال میں جمع کرتے۔ جس میں سے دینی مدارس غریبوں اور مقامی جلسہ کے خورد و نوش پر خرچ کرتے اور ریکارڈ پر حساب کتاب درج کر دیتے۔ محمد سلیمان روایت کرتا ہے کہ حافظ جی مجھ سے سودا سلف لے جاتے۔ لیکن دین جاری رہتا۔ ربیع خریف کی فصل کے اختتام پر تمام حساب بے باقی کر دیتے۔ وہ نہایت امانت دار تھے۔ اکثر لوگ قیمتی امانتیں آپ کے پاس رکھ دیتے۔ حافظ جی صرف اپنی اہلیہ کو باخبر کر دیتے۔ جب طلب کرتے انھیں واپس کر دیتے آپ بیٹوں کو منے جب کبھی جدہ سعودی عرب جاتے۔ اکثر احباب نقدی یا مال کی صورت میں امانت دیتے کہ پاکستان جا کر ہمارے لواحقین کو دے دیجئے گا۔ ایک دفعہ تسنیم قریشی کے بھائی اور لیس قریشی نے ایک لاکھ ریال دیئے جب وطن واپس آئے تو بے چین دکھائی دے رہے تھے۔ اُس وقت تک آپ کو قرار نہ آیا جب تک یہ رقم اُن کے بھائی کے حوالے نہ کر دی۔

جناب محمد ادریس قریشی نے کہا کہ حافظ جی ہمیں بھی خدمت خلق کا موقع دیا کریں۔ ایک غریب بچی کی رخصتی کا مسئلہ تھا۔ حافظ جی نے قریشی صاحب کو اطلاع دی۔ انھوں نے جہیز کے لیے رقم دی تو حافظ جی نے سامان کی فہرست اور رسیدیں اور لیس صاحب کو پہنچا دیں اور کہا کہ آپ نے مجھ پر اعتماد کیا۔ میں نے اُس کو بحال رکھنے کے لیے فہرست دی ہے۔ تمام ساتھیوں نے متفقہ کہا کہ حافظ جی نے اپنی ذات کے لیے کسی سے رقم مطالبہ نہیں کیا۔ مسجد کے خادم ثناء اللہ کے عمرے کا خرچ خود برداشت کیا۔ حافظ جی کے گھر کا ماحول خالص اسلامی اور بے حد پاکیزہ تھا۔ آپ کی بیٹیاں دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہیں۔ گاہوں کی بچیاں تعلیم و تربیت کے لیے ان کی سرپرستی میں آئیں، وہ صوم و صلوٰۃ کی پابند ہو گئیں۔ جماعتی احباب نے تاثرات میں کہا ہے کہ ہمارے گھروں میں بیٹیوں کو اتنا تحفظ حاصل نہیں ہوتا جس قدر حافظ جی کے گھر میں ہوتا ہے۔

### حفاظت زبان:

نہایت نہایت مہلک روحانی مرض ہے جو جماعتی اتحاد و یک جہتی کو گھن کی طرح چاٹ

رہا ہے۔ غیبت کیا ہے؟ معلم انسانیت ﷺ نے فرمایا ”غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے بارے میں ایسی بات کہو جو اسے ناپسند ہو“ کسی نے عرض کیا اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو کیا یہ بھی غیبت ہے؟ فرمایا ”جو کچھ تم اس کے بارے میں کہہ رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہے تو یہی غیبت ہے۔ اگر اس میں موجود نہیں تو یہ بہتان ہوگا۔“ غیبت سے اخوت و محبت ناپید ہو جاتی ہے اور نفرت و کدورت کے جراثیم جنم لیتے ہیں۔ غیبت کرتے ہوئے کسی کو احساس نہیں ہوتا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے۔ حالاں کہ اسلام میں غیبت کی بے حد مذمت کی گئی ہے۔ تعلیم یافتہ افراد بھی اس بیماری سے محفوظ نہیں۔

بچپن سے محترم برادرِ حافظ جی کے پاس نشست و برخاست رہی۔ ضلعی شوریٰ کے اجلاس کے دوران حافظ جی میں گفتگو سننے کا اتفاق ہوا۔ اور تنہائی میں بھی جماعتی امور زیر بحث آئے۔ میں نے کبھی حافظ جی کی زبانی کسی کی غیبت نہیں سنی۔ مجھے سید الشہداء امیر المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ کی بات یاد آگئی۔ حضرت امام فرماتے ہیں کہ امید ہے کہ بارگاہ رب العالمین میں مجھ سے غیبت اور جھوٹ کے بارے میں سوال نہیں ہوگا۔ حضرت حافظ صاحب کے بارے میں ہمارا گمان بھی یہی ہے۔ کیوں کہ ہم نے کبھی انہیں جھوٹ بولتے اور غیبت کرتے نہیں دیکھا۔

جب دیہی و شہری نظم کی تفریق نہ تھی، اُس وقت سرگودھا کے دو خاندانوں میں دھڑے بندی تھی۔ محترم حافظ جی اور مولانا سلیم اللہ کبیر پوری میاں عبدالستار آزاد گروپ سے منسلک تھے میں نے اُن کی زبانی کبھی ملاں عبدالعزیز سے متعلق نازیبا کلمات نہیں سنے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ جی 19 بلاک کی مسجد میں کبھی آتے تو ملاں جی کشادہ پیشانی سے ملتے اور آؤ بھگت کرتے۔

جماعتی دستور میں ترمیم کی وجہ سے شہر اور ضلعی سطح پر الگ تنظیمیں قائم ہوئیں۔ بد قسمتی سے ضلعی جماعت میں غلط فہمی پیدا ہو گئی۔ عزیزم حافظ سیف اللہ نے فریقِ ثانی کی جماعتی دستور کی خلاف ورزی پر پروفیسر ساجد میر کی خدمت میں درخواست پیش کی۔ راقم کو وفد کے ہمراہ لاہور

آنے جانے کا موقع ملا۔ ہم سفر ارکان فریق مخالف کی دستوری خلاف ورزی کی وضاحت کرتے رہے۔ محترم حافظ جی اور مولانا سلیم اللہ خاموش رہے۔ جب یہی ساتھی اُن کی عیب تراشی پر اتر آئے تو دونوں بزرگوں نے سختی سے منع کیا کہ ”ہماری جماعت کے معروف مقرر اور عالم ہیں۔ ہم اُن کا احترام کرتے ہیں، ہمارا ان سے دستوری اختلاف ہے، تم خواہ مخواہ غیبت کر کے اپنے اعمال تباہ کر رہے ہو۔

محترم حافظ جی خواص و عام سے خندہ پیشانی سے ملتے۔ اسی طرح پیٹھ پیچھے اُن کا ذکر خیر کرتے۔ وہ کسی کے بارے بدگمانی کا اظہار نہ کرتے۔ اسے وہ جھوٹ میں شمار کرتے۔



## جماعتی بیداری میں کردار

محترم مکرم حافظ محمد دین خدمت دین کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے چک 23 (سرگودھا) منتقل ہو گئے لیکن انھوں نے آبائی گاؤں کوٹ بھائی خان کی جماعت سے اخوت و محبت کا رشتہ قائم رکھا۔ وہ اُن کے دکھ سکھ کے موقع پر شامل ہوتے اور نماز کے بعد اُن کو وعظ و نصیحت کرتے رہتے۔ سال میں ایک دفعہ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے۔ مقامی احباب فرط محبت سے گلی کوچوں میں ساتھیوں کو اطلاع دیتے کہ آج خدا بخش لک کے بیٹے حافظ محمد دین جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمائیں گے۔ گاؤں کے سبھی لوگ بروقت تشریف لاتے۔ آپ نہایت شیریں انداز میں قرآن کی تلاوت کرتے، انبیاء کرام اور اسلاف کے تاریخی کردار کی روشنی میں عقائد میں پختگی اور عمل صالحہ سے رشتہ استوار کرنے پر روحانی خطاب کرتے۔ سامعین کے دل و دماغ ایمان کے نور سے منور ہو جاتے۔ اگر کوئی فوجی ہو جاتی تو جماعتی کارکنوں کی وصیت کے مطابق آپ کو اطلاع دی جاتی۔ آپ گرمیوں کی شدت میں لوکل بسوں کی صعوبت برداشت کر کے تشریف لاتے اور مسنون جنازہ پڑھاتے دفن کرنے کے بعد قبر پر رقت آمیز انداز میں دعائیں کرتے۔ حاضرین کے دل کو قلبی سکون حاصل ہوتا۔ ایک عمر رسیدہ خفی کو کہتے سنا ہے کہ ”جنازہ تو اہلحدیث پڑھاتے ہیں۔ ہمارے مولوی تو جلدی میں پڑھاتے ہیں۔ ہم نیت کر رہے ہوتے ہیں کہ امام سلام پھیر دیتا ہے“ اور حسرت سے کہا ”کاش یہ میت میری ہوتی اور حافظ جی دعا کر رہے ہوتے“ دعا کے دوران آپ اور سامعین کے رخسار آنسوؤں سے تر ہو جاتے۔

بریلوی دیوبندی اہلحدیث سالانہ عظمت صحابہ کانفرنس کا مشترکہ اہتمام کرتے تھے۔ بریلوی احباب نے 1984ء میں علیحدہ جلسہ کرایا اور مسلک اہلحدیث کی تردید کو موضوعِ سخن بنایا۔ تو محترم حافظ محمد دین کے مشورہ سے کوٹ بھائی خان میں سالانہ جلسہ کا آغاز ہوا۔ لاؤڈ سپیکر کی منظوری میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے میں عبدالحق انصاری کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ اور چک 23 سے بس کا قافلہ لے کر شرکت کرتے رہے۔

شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپورٹی، مولانا عتیق اللہ سلفی ستیانہ بنگلہ، حافظ زبیر احمد ظہیر، حافظ محمد دین ندیم، میاں محمد جمیل، مولانا سعید احمد چنیوٹی، قاری عبدالحفیظ فیصل آباد، مولانا امان اللہ مجاہد تشریف لائے ہیں۔ حکیم حافظ سراج دین کی وفات کے بعد محترم حافظ احمد دین جنجوعہ بے لوث امامت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ حکیم احمد دین جمعہ کا خطبہ دیتے رہے مسلک اہلحدیث کا نام رہا، روح ختم ہو گئی۔ محترم حافظ محمد دین نے سالانہ جلسہ کی بنیاد رکھ کر تنظیمی رابطہ کو مستحکم کیا مقامی جماعت میں جذبہ و ولولہ پیدا کیا۔ وہ ضلعی قیادت میں مرکزی کانفرنسوں میں بھرپور شرکت کرتے ہیں۔ محترم حافظ جی اپنے آبائی گاؤں کی مسجد اہلحدیث کی تعمیر و مرمت میں خصوصی طور پر مالی تعاون کرتے رہے۔ ماہ رمضان المبارک میں معلم کی ایک ماہ کی تنخواہ اور حفاظ کرام کی خدمت اُن کی زندگی کا معمول رہا۔ جماعت اہلحدیث کوٹ بھائی خان کی تبلیغی محنت سے جھادریاں اور کوٹ بھائی خان میں اہلحدیث مساجد تعمیر ہوئیں۔ حافظ جی نے ایک ایک مرلہ کی قیمت جیب سے ادا کی۔ اللہ کریم حافظ جی کے مالی تعاون اور تبلیغی مساعی کو شرف قبولیت بخشے۔

### تنظیمی خدمات:

تقسیم ہند کے بعد اہلحدیث مہاجرین مختلف چاکوک میں آباد ہوئے۔ انھیں سکنی، زرعی زمین اور عمارتی دوکانات کی الاٹمنٹ کے مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ مقامی لوگ انھیں وہابی سمجھ کر ہمدردی کا اظہار نہ کرتے تھے۔ مفتی جماعت محمد صدیق کی سرپرستی اور میاں عبدالستار آزاد کی نگرانی میں مولانا محمد زکریا روپڑی 120 جنوبی، صوفی کمال دین 126 جنوبی (پروفیسر حافظ محمد سعید کے والد) مولانا بابا عبدالواحد کوٹاکوٹ، مولانا محمد عبداللہ طارق 34 جنوبی اور حافظ محمد دین نے قریہ قریہ بستی بستی جا کر بھائی چارہ کا ثبوت دیا۔ اُن کے مسائل حل کرنے میں تعاون کیا اور تبلیغی پروگراموں سے مسلکی جذبہ کو مستحکم کیا۔

محترم حافظ جی تنظیمی لحاظ سے جمعیت اہلحدیث پاکستان میں شامل ہوئے۔ جو علامہ احسان الہی ظہیر کی شہادت کے بعد مرکزی جمعیت پاکستان میں مدغم ہو گئی۔ میاں عبدالستار آزاد کی سربراہی میں مولانا سلیم اللہ کیرپورٹی اور حافظ محمد دین نے قریہ قریہ بستی بستی جا کر تبلیغی و تنظیمی

دورے کیے اور مرکزی جمعیت اہلحدیث کو منظم و فعال کیا۔ دستوری ترمیم کی وجہ سے ضلع اور شہر کی الگ تنظیمیں قائم ہوئیں۔ 1992ء میں ضلع بھر میں رکن سازی کے بعد ارکان شوریٰ کا جناح ہال کمپنی باغ سرگودھا میں اجتماع ہوا جس میں سب نے مولانا سلیم اللہ مکیر پوری کو امیر اور حافظ محمد دین کو ناظم منتخب کر لیا۔

اس کے بعد وقفہ وقفہ سے رکن سازی ہوتی رہی۔ ضلعی ارکان شوریٰ اپنے انتخابی اجلاس میں ان بزرگوں کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کرتے رہے۔

ترجمان اسلام مولانا سلیم اللہ مکیر پوری کی وفات کے بعد ضلعی مجلس شوریٰ کا اجلاس 2 جولائی 2011ء کو دارالسلام بھلوال میں ہوا۔ پروفیسر عبدالستار حامد امیر مرکزیہ پنجاب کی زیر نگرانی انتخابی عمل شروع ہوا۔ ضلعی ارکان شوریٰ نے اتفاق رائے سے حافظ محمد دین کو امیر اور حافظ عبد الغفور آف فرو کہ کو ناظم منتخب کر لیا۔ جب شوگر کی بیماری نے شدت اختیار کر لی تو محترم حافظ جی نے امارت کی ذمہ داری نبھانے سے معذوری ظاہر کر دی۔ پروفیسر ساجد امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان نے 6 اکتوبر 2011ء کو آپ کا رضا کارانہ استعفیٰ منظور کر لیا۔ اور شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز صفدر کو امیر نامزد کر دیا۔

ضلعی حدود میں جہاں کہیں جلسہ ہوا، حافظ جی چک 23 سے قافلہ لے کر شریک ہوئے۔ محترم عرفان اللہ ثنائی نے شہر میں مرکزی جمعیت کو منظم کیا ورنہ اس سے قبل چک نمبر 23 ہی مرکزی جمعیت اہلحدیث سرگودھا کی دعوتی و تنظیمی سرگرمیوں کا محور و مرکز تھا اور حافظ محمد دین اس کے روح رواں تھے۔

محترم حافظ جی شوگر کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے، اس کے باوجود تنظیمی فرائض کی انجام دہی میں کبھی اس کو بہانہ نہ بنایا۔ سیالکوٹ میں مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس تھا۔ ایجنڈا میں امیر مرکزیہ کا انتخاب سرفہرست تھا۔ آپ کو معتبر ذرائع سے پتہ چل گیا تھا کہ پروفیسر ساجد امیر کا بلا مقابلہ منتخب ہونا یقینی امر تھا۔ حافظ جی کے صاحبزادوں نے مشورہ دیا کہ آپ طویل سفر پر نہ جائیں۔ لیکن آپ نے معقول جواب دیا کہ ضلعی ناظم ہونے کی وجہ سے میری

حاضری ضروری ہے۔ دوسری وجہ یہ پیش کی کہ پاکستان بھر کے علماء الہمدیث کی زیارت ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ کے عزیزوں نے پیشکش کار کا بندوبست کیا اور اُس میں لیٹ کر سیالکوٹ کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ راقم السطور مولانا سلیم اللہ کیرپوری کے ہمراہ دوسری گاڑی میں تھا۔ آپ نے سفر کی صعوبت برداشت کر لی لیکن جماعتی ذمہ داری کے فرض کی ادائیگی میں غفلت کا مظاہرہ نہیں کیا۔

چک 23 الہمدیث والا سالانہ کانفرنس کی وجہ سے جماعت میں معروف ہو گیا اس لیے سفیر حضرات تعاون حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے۔ تصدیقی سرٹیفکیٹ دیکھنے کے بعد خود بھی تعاون کرتے اور جماعتی احباب کے سامنے اپیل کرتے۔ چوہدری عبدالواحد کے بقول بارہا ایسا ہوتا کہ آپ خود ہی تعاون کر دیتے اور رسید پر مرکزی جمعیت الہمدیث 23 الف لکھوادیتے۔

فوجی رفیق راوی ہے کہ مرکزی جمعیت الہمدیث کی طرف سے کشمیر فنڈ جمع کرنے کے لیے مولانا بہادر علی سیف سمندری والے ہمارے چک میں تشریف لائے۔

حافظ جی نے اپنی جیب سے مبلغ پانچ ہزار روپیہ کا عطیہ دیا۔ آپ کی پرزور اپیل پر تمام ساتھیوں نے دل کھول کر حصہ لیا۔ گندم اور کپڑے دوڑکوں میں لوڈ ہوئے اور نقدی میں سترہ ہزار روپیہ جمع ہوئے۔

## تعمیری خدمات:

خاندانی تعلق کی وجہ سے گاہے بگاہے 23 چک جانے کا موقع ملتا رہا۔ حافظ جی بڑے پیارا اور ذوق و شوق سے بچوں کو تعلیم دیتے۔ جب یہی پود جوان ہوئی اور آپ کے وعظ و نصیحت اور اخلاقی حکمت سے نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ گردنواح کے چلوک میں اُس وقت کوئی مسجد الہمدیث نہ تھی۔ وہ آپ کی اقتداء میں آکر جمعہ پڑھتے رہے تو آپ نے جماعتی احباب کے مشورہ سے مسجد کی توسیع کی۔ جسے نہایت خوبصورت انداز میں تعمیر کیا گیا۔

خطبہ جمعہ میں بیرونی احباب کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا تو آپ نے مقامی جماعت کے تعاون سے وہاں الہمدیث مساجد تعمیر کرانے میں مجاہدانہ اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ میں چوکی

بھاگنا نوالہ برلب لاہور روڈ 4 کنال کا رقبہ 6500 روپے فی مرلہ خریدا۔ مشتری صاحبان سے حافظ جی کا خصوصی تعلق تھا۔ انھوں نے رقم کی ادائیگی کے لیے ایک سال کی مہلت دی۔ 23 چک کے جماعتی احباب ملازمت یا کاروباری سلسلہ میں کراچی اسلام آباد یا کہیں آباد تھے حافظ جی اُن کے پاس گئے۔ آپ نے جامعہ الاحسان گجر چوک منظور کالونی کراچی میں جمعہ پڑھایا۔ اس دوران 42 ہزار روپیہ جمع ہوئے۔ اس طرح آپ نے رقم مقررہ وقت کے اندر واپس کر دی اور جماعت کے نام رجسٹری کرائی۔ اس مرکز الہمدیث میں مسجد معاذ بن جبل ہے۔ آپ نے مقامی بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے جامعہ حسان للبنات تعمیر کر دیا۔ جہاں قرأت کے ساتھ قرآن پڑھایا جاتا ہے۔ حافظ جی کی عزیزہ ترجمہ قرآن پڑھاتی ہیں۔ اس کے ساتھ بچیوں کی تربیت بھی کرتی ہیں۔ مسجد میں مستقل قاری ہیں جو امامت اور مقامی بچیوں کو قرآن پڑھاتے ہیں۔

حافظ جی نے 23 چک مسجد کے نزدیک مزید 4 کنال رقبہ 2 ہزار فی مرلہ خریدا ہے اس کا بھی انتقال جماعت الہمدیث کے نام رجسٹرڈ کر دیا ہے۔

سیال موڑ میں جماعتی ساتھی نے 10 مرلہ جگہ مسجد کے لیے ہبہ کی۔ مقامی جماعت برائے نام تھی۔ اس لیے حافظ جی نے امام مسجد کی رہائش کی خاطر 10 مرلہ جگہ خریدی۔ محترم میاں محمد جمیل اور مولانا عبدالعزیز حنیف یکے بعد دیگرے مرکزی جمعیت کے ناظم اعلیٰ رہے، انھوں نے بھرپور تعاون کیا۔ ادارہ فرقان الخیر یہ کے تعاون سے تعمیر شروع ہوئی۔ مدرسہ کے لیے دو کمرے ایک برآمدہ کچن اور چار دیواری پر سواسات لاکھ خرچ ہوئے جو مقامی جماعت نے ادا کیے اور امام و خطیب کی تنخواہ 23 چک کی جماعت ادا کرتی ہے۔

چک نمبر 23 الف سے ملحقہ چک نمبر 25 اراٹیوں کا ہے۔ وہاں کے بزرگ صوفی فتح اللہ مرد مجاہد تھے جو یہاں سے سائیکل پر سوار ہوتے، 25 کلومیٹر کی مسافت طے کر کے ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا میں جمعہ پڑھنے کے لیے جاتے تھے۔ محترم حافظ جی 23 چک میں تشریف لائے تو وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ 23 چک جمعہ پڑھتے تھے۔ انھوں نے حافظ جی سے مطالبہ کیا کہ ہمیں مسجد بنوادو۔ حافظ محمد شریف چنگوئی اور حافظ عبدالرحمن لدھیانوی امیر پنجاب

نے منظوری دی۔ جامعہ اسلامیہ سوڈھی والوں نے پانچ لاکھ رقم دی۔ جب کہ ایک لاکھ روپیہ 23 چک کی جماعت نے ادا کیا۔ وہاں کے امام و خطیب کی تنخواہ ابتدا میں 23 چک والے ادا کرتے رہے۔ حافظ جی نے اُن کو فرمایا کہ مردے نہلانے والے کو بھی آپ فصلانہ دیتے ہیں، مسجد کی خدمت کرنے والے کو کیوں نہیں دیتے؟ چنانچہ اب وہ نصف تنخواہ دیتے ہیں، باقی 23 چک کی جماعت ادا کرتی ہے۔ محترم حافظ جی کے بچے سعودی عرب میں کاروبار کرتے ہیں۔ وہ اپنے ابا جی کا اشارہ پاتے ہی اپنی ضروریات کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور جماعتی فنڈ میں وافر مقدار میں حصہ ڈالتے ہیں۔ حافظ جی نے رجسٹر رکھا ہوا ہے، آمدن خرچ میں پائی پائی کا حساب لکھتے ہیں۔ مناسب موقع پر تمام جماعتی احباب کو گوشوارہ سے آگاہ کرتے ہیں۔ مسجد کے لیے جہاں زمین خریدی اُسے جماعت کے نام رجسٹرڈ کرادیا۔

### چک میں مسجد المحدث کی بنیاد:

چک نمبر 23 الف جنوبی نزد چوک بھاگٹا انوالہ میں قیام پاکستان سے قبل سکھ آباد تھے وہ تقسیم ہند کے بعد بھارت چلے گئے اُن کی جگہ لدھیانہ، امرتسر، انبالہ اور کرنال کے مہاجر یہاں آ کر آباد ہوئے۔ جن کا تعلق مختلف قوموں اور برادریوں سے تھا۔ وہ سب جج گھر میں مشترکہ نماز ادا کرتے تھے۔ اُن میں سے جو نماز پڑھاتا دوسرے افتاء میں پڑھ لیتے تھے۔ اُن میں امام رکھنے کی استطاعت نہ تھی۔ جب زمین کی باقاعدہ الاٹمنٹ کا مسئلہ پیدا ہوا تو راجپوت برادری چاہتی تھی کہ زرخیز زمین انہیں ملے اور گجر صا جہاں کہتے تھے کہ وہ انہیں الاٹ ہو۔ اس رسد کشی میں دونوں برادریاں جج گھر سے جدا ہو گئیں۔ راجپوت برادریوں نے گاؤں کے جنوب جانب مسجد تعمیر کی۔ جب کہ گجر فیملی کے محترم حاجی شیر محمد، چوہدری محمد ابراہیم، حاجی عبدالقادر، چوہدری عطا محمد، ملاں گوہر علی، چوہدری دین محمد اور مولوی محمد اسماعیل نے گاؤں کی شمالی جانب مسجد المحدث کی بنیاد رکھی۔ ابتداء میں حاجی شیر محمد کے ماموں میاں امام دین اعزازی طور پر مسجد کی جملہ ذمہ داری سرانجام دیتے رہے اُن کی وفات کے بعد حاجی شیر محمد خود مسجد کی خدمت کرتے رہے مقامی جماعت کا مفتی محمد صدیق سے تنظیمی رابطہ تھا۔ وہاں جا کر جمعہ ادا کرتے تھے۔ الاٹمنٹ کے بعد اُن

کی حالت قدرے بہتر ہو گئی انہوں نے مستقل طور پر مولوی محمد ابراہیم سنانے والے کی خدمات مستعار لیں وہ تین سال تک رہے۔ پھر ذاتی مجبوری کی بنا پر چلے گئے۔ اُن کے بعد ملاں فتح محمد تلکید مولانا بخش کو موسیٰ تشریف لائے۔ انہوں نے احسن انداز میں مقامی بچوں کی تربیت کی اُن کا مقامی جماعت سے شرعی مسئلہ پر اختلاف ہوا۔ جسے مفتی محمد صدیقؒ نے حکمت عملی سے حل کیا اُن کے فیصلہ کے مطابق ملاں فتح محمد چک 90 شمالی کی مسجد میں منتقل ہو گئے جب کہ حافظ خوشی محمد نابینا آف کد تھی (ساہیوال) کو چک نمبر 23 میں تعینات کیا۔

قیام پاکستان کے بعد روحانی دور میں علماء میں اسلام کی تبلیغ کا والہانہ جذبہ تھا۔ وہ موقع کی مناسبت سے حتمی مقام پر پہنچ جاتے گرد و نواح کے چکوں میں تبلیغی سفر کرتے۔ دن میں دو تین مقامات پر وعظ و نصیحت کرتے۔ مقامی جماعت کا دل باغ باغ ہو جاتا وہ حسب استطاعت ہدیہ پیش کرتی وہ قبول کر لیتے لیکن وہ کسی سے مطالبہ نہ کرتے۔ جہاں جماعت کی اقتصادی حالت کمزور ہوتی تو علماء اُن کا مالی تعاون کرتے۔

محترم مولانا حافظ عبدالشکور مدنی نے ملاقات کے دوران موجودہ دور کے المیہ کا تذکرہ فرمایا۔ کہ ایک حافظ قاری جو مسجد میں دن رات بچوں کو پڑھاتا ہے نماز پنجگانہ کی امامت کراتا ہے۔ اس کے برعکس سالانہ جلسہ میں دعوتی شیریں بیاں مقرر ایک گھنٹہ کی تقریر پر جو ہدیہ لیتا ہے وہ قاری کے ماہانہ وظیفہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ چونکہ چک 23 کے احباب کا جماعت الامحدیث پاکستان سے تنظیمی رابطہ تھا۔ مرکزی علماء مفتی محمد صدیقؒ کے ہاں تشریف لائے۔ تو وہ چک نمبر 23 میں ضرور دعوتی خطاب کرتے۔ شیخ الاسلام حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑیؒ، حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ، حافظ عبدالقادر روپڑیؒ، مفتی محمد صدیقؒ، مولانا مولانا بخش کو موسیٰؒ مولانا محمد رفیق مدنی پوریؒ، مولانا عبدالستار محدث دہلویؒ اور مولانا محمد حسین شیخوپوریؒ قابل ذکر ہیں۔ چک کے چوک میں جلسہ ہوتا۔ گاؤں کے تمام لوگ ذوق شوق سے سنتے۔

مفتی جی کے مشورہ سے چک میں خطبہ جمعہ کا اہتمام شروع ہوا تو وہ اپنے کسی رفیق یا شاگرد کو مستقل طور پر بھیجتے رہے۔ مولانا ثناء اللہؒ، مولانا محمد اسماعیلؒ (مقام حیات)، مولانا

عبدالغنیؒ، حافظ خان محمد کٹھویؒ اور مولانا محمد طفیل قابل ذکر ہیں۔ البتہ حافظ محمد دین خطبہ جمعہ کے لیے عموماً حاضر ہوتے رہے۔

### حافظ محمد دین کی مستقل تشریف آوری:

مفتی جماعت محمد صدیقؒ ہر سال حافظ محمد دین کو چک 23 میں رمضان المبارک کے دوران قیام الیل کے لیے بھیجتے تھے۔ محترم حافظ جی صبح درس قرآن دیتے روزانہ نماز تراویح میں تلاوت شدہ قرآنی آیات کا خلاصہ پیش کرتے اور آخری عشرہ کی طاق راتوں میں وعظ و نصیحت، ذکر و اذکار اور نوافل کا اہتمام ہوتا جماعت کا اُن سے اُنس ہو گیا چونکہ خطبہ جمعہ میں بھی عموماً تشریف لاتے تھے۔

جماعت اُن کے انداز تبلیغ اور خوش اخلاقی کی گرویدہ ہو گئی۔ حافظ محمد دین درس نظامی سے فارغ ہوئے تو مفتی جی نے اُن کو جامع علیہ میں مدرس مقرر کر دیا حافظ جی اُن دنوں مسجد قدس کبڑی بازار سرگودھا میں خطبہ اور صبح کا درس دیتے تھے۔ 1965ء کی جنگ کے دوران جامعہ کے بچے گھروں کو چلے گئے مدرسہ عارضی طور پر خالی ہو گیا چک نمبر 23 کے معززین کا پہلے ہی تقاضا تھا کہ حافظ جی مستقل طور پر بھیجا جائے چنانچہ مفتی محمد صدیقؒ نے اُن کے والہانہ جذبات کا احترام کرتے ہوئے حافظ جی کو اجازت دے دی اور چک نمبر 23 میں مستقل طور پر تعینات کیا۔

### سالانہ ضلعی سیرۃ النبیؐ کانفرنس کی تاسیس:

حافظ محمد دین کا خاندان اپنے گاؤں کوٹ بھائی خان میں مسلک الحمدیث کی پاسبانی میں ممتاز حیثیت کا حامل رہا جامعہ علیہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اُن میں نکھار آ گیا۔ چک میں آ کر دعوتی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا موقع ملا۔ 1965ء میں دیہی آبادی کے اندر عظیم الشان سالانہ کانفرنسوں کا دور نہ تھا۔ حافظ جی سے قبل روپڑی خاندان کے علماء مفتی جی کے مدرسہ میں تبلیغی پروگرام پر آتے تو چک میں کبھی کبھار تشریف لاتے تھے۔ تاہم حافظ جی نے مفتی محمد صدیق کی زیر سرپرستی جماعت الحمدیث پاکستان کے مذکورہ بالا علماء کو خود باقاعدہ دعوت دینے کا



آغاز کیا۔ وہ بڑے ذوق شوق سے تشریف لا کر وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ چک کے گرد و نواح علاقہ میں جہاں اہلحدیث آباد تھے وہ بھی مستفیض ہوتے رہے۔ دروس کا مستقل سلسلہ جماعتی نظم کو مربوط کرنے میں سنگ میل ثابت ہوا۔

محترم حافظ جی نے چک کی شوریٰ کا 1976ء میں اجلاس طلب کیا اُن کے سامنے سالانہ کانفرنس منعقد کرنے کی تجویز پیش کی تاکہ نوجوانوں کے دل میں عقیدہ توحید اور اتباع رسول کے جذبہ کو فروغ حاصل ہو۔ روحانی ماحول میں نئی پود کی تربیت ہو سکے۔ افرادی قوت کا مظاہرہ کر کے کمزور جماعتوں کو سہارا میسر ہو اور مرکزی و ضلعی کانفرنسوں میں شرکت کے لیے نوجوانوں میں مسلک اہلحدیث کا جذبہ بیدار ہو سکے چنانچہ ارکان شوریٰ نے اتفاق رائے سے کانفرنس جاری رکھنے کا عزم کیا۔

کانفرنس کا آغاز مفتی جماعت محمد صدیقیؒ کے خطبہ جمعہ سے ہوتا، اور رات گئے تک پروگرام جاری رہتا۔ مفتی جی کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ کے لیے شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ، محمد اعظم گوجراں والا، حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدیؒ، مولانا عبید اللہ عقیف تشریف لاتے رہے۔ اُس وقت اہلحدیث تنظیموں میں تعصب نہ تھا۔ کسی نے دوسری تنظیم کے عالم کے آنے پر اعتراض نہیں کیا۔ اس کانفرنس میں شرکت کرنے والے علماء مولانا محمد یحییٰ حافظ آبادی، مولانا محمد رفیق پسروری، بابائے تبلیغ محمد عبداللہ بورے والا، حافظ عبدالقادر روپڑی، حافظ عبدالوہاب روپڑی، مولانا محمد حسین شیخوپوری، مولانا حبیب الرحمن یزدانی، حافظ محمد عبداللہ شیخوپوریؒ، مولانا محمد حنیف ربانی، حافظ عبدالرحیم کلیم، مولانا منظور احمد گوجراں والا، مولانا عبدالعلیم یزدانی، مفتی عامر کلیم، مولانا سیف اللہ خالد قابل ذکر ہیں۔ نوجوان قیادت رانا محمد شفیق پسروری، شیردل محمد نعیم بٹ، امتیاز احمد ایڈووکیٹ، مولانا قاضی عبدالقدیر، ذاکر الرحمن صدیقی، ولولہ انگیز خطاب کر چکے ہیں۔ علامہ احسان الہی ظہیرؒ اُس چک میں یکے بعد دیگرے دو مرتبہ تشریف لائے۔ انھوں نے رعب و دبدبہ گرج و دار آواز سے مسلک اہلحدیث پر مفصل خطاب کیے۔ حافظ جی سے روحانی تعلق کی وجہ سے خوشاب بھکر فاروق آباد کے جماعتی احباب کانفرنس میں ذوق شوق سے حاضر ہوتے ہیں جس

سال علامہ شہید تشریف لائے تو حاضرین کا اجتماع کثیر تھا۔ مسجد تنگ دامنی کا شکوہ کر رہی تھی تو علامہ شہید نے پنجابی زبان میں کہا ”اونٹ والوں سے یاری لائیے تو حافظ جی دروازے نیویں نہی رکھی دے“ جب مجھے بلانا ہو تو کانفرنس وسیع میدان میں کرائی جائے۔ تو محترم حافظ جی نے جواب میں فرمایا علامہ صاحب! آپ آنے کا وعدہ کریں، میں اگلے سال کانفرنس گراؤنڈ میں کراؤں گا اور سرگودھا سے سیشل لاؤڈ سپیکر لاؤں گا۔ علامہ شہید نے وعدہ کیا لیکن زندگی نے وفانہ کی اور جنت البقیع میں بسیرا کر لیا۔ البتہ علامہ کے تنظیمی جانشین پروفیسر ساجد میر تشریف لائے اس طرح علامہ شہید کے بیٹے حافظ ابتسام الہی ظہیر نے بھی شہید باپ کا عہد وفا کیا۔

فضیلۃ الشیخ حافظ محمد شریف فیصل آبادی اور پروفیسر سین ظفر رئیس جامعہ سلفیہ ہر سال اپنے علمی خطاب میں استقامت اور عمل صالح کی دعوت دیتے ہیں۔

چند سالوں سے کانفرنس میں تبدیلی آگئی ہے اب کانفرنس جمعہ کی بجائے ہفتہ کو ہوتی ہے جو نماز مغرب سے رات گئے تک جاری رہتی ہے۔

اہلحدیث یوتھ فورس کے شاہین ضلع کی اہم شاہراؤں پر دعوتی چانگ کرتے ہیں اور قصبوں کے چوکوں اور اہلحدیث مساجد میں اشتہار چسپاں کرتے ہیں۔ محترم حافظ جی جہاں چک کے نوجوانوں کی ڈیوٹی لگاتے، وہاں اپنے بچوں کو بھی ساتھ روانہ کرتے تھے۔ اُن کا بیٹا عبدالخالق جب کالج کا طالب علم تھا اُس وقت اشتہار لگانے والوں میں اُس کی بھی ڈیوٹی تھی، وہ اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ اشتہار چسپاں کرنے ہمارے گاؤں آیا تھا۔ حافظ محمد دین کے مساوی سلوک کی وجہ سے چوہدری صاحبان اپنے بچوں کو کانفرنس کی سرگرمیوں میں بھرپور انداز میں شرکت کی تنبیہ کرتے۔ حافظ جی کے اثر و رسوخ اور اہلحدیث یوتھ فورس کی تشہیر سے حاضرین کا جم غفیر ہو جاتا تھا جن کی روٹی گوشت سے تواضع کی جاتی۔

عزیز عمر فاروق بن حافظ محمد دین فاضل جامعہ ستاریہ کراچی نے 1990ء کی کانفرنس سے قبل جماعتی احباب کے سامنے رائے پیش کی ”چونکہ تقسیم ہند کے بعد سکھ چلے گئے مگر حال ہمارا چک 23 سکھوں والا کہلاتا ہے۔ کیوں نہ ہم اُسے 23 اہلحدیث والا کے نام سے مشہور

کریں۔ اس طرح متفقہ مشورہ سے سالانہ کانفرنس کے اشتہار میں چک 23 الف جنوبی اہلحدیثوں والا لکھنا شروع کیا۔ پانچ سال تو اشتہار شائع ہوتا رہا۔ چک کے احناف نے مخالفت کی حتیٰ کہ ڈی۔ سی کے پاس وفد لے کر گئے۔ عدالت نے حافظ جی کو طلب کیا، معاملہ نے شدت اختیار کر لی تو عوام میں چک کی شہرت اہلحدیثوں والا کے نام سے مشہور ہو گئی۔ قانونی طور پر تبدیلی تو نہ ہو سکی البتہ گاؤں کی جو ڈاک آتی ہے اس پر عموماً اہلحدیثوں والا لکھا ہوتا ہے۔

### کانفرنس کی منظوری میں مشکلات:

محترم حافظ محمد دین کو ضلعی سیرۃ النبی کانفرنس کے انعقاد کی منظوری کے سلسلہ میں مذہبی و سیاسی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نے دل برداشتہ ہو کر حوصلہ نہیں ہارا رب کی نصرت کے امیدوار بن کر جدوجہد جاری رکھی۔

چک کی جماعتی شوریٰ نے 1985ء کی کانفرنس میں خصوصی خطاب کے لیے علامہ احسان الہی ظہیر کو دعوت دینے کا فیصلہ کیا۔ علامہ شہید اردو، عربی زبان کے نامور خطیب تھے تاہم پنجابی زبان میں تقریر کی صلاحیت سے محروم تھے۔ وہ اس لیے دیہی آبادی میں تقریر کرنے سے معذرت کرتے تھے۔ مگر جمعیت اہلحدیث پاکستان کے نائب امیر مفتی محمد صدیق کے حکم پر حامی بھری۔ اشتہار میں خطیب ملت کا نام شائع ہوا۔ مخالفین نے خفیہ تدبیروں سے کانفرنس کی منظوری میں رکاوٹ ڈال دی۔ جماعت کے ضلعی بااثر افراد نے معذرت کر لی چوہدری عبدالواحد گجر راوی ہیں کہ حافظ جی نے ہمت نہیں ہاری وہ مجھے ہمراہ لے کر رات کو لاہور چلے گئے۔ کانفرنس کے دن ہم علی الصبح علامہ صاحب کے مکان پر پہنچ گئے علامہ شہید کی زندگی کا معمول تھا وہ عشاء کے بعد تقریر کر کے فوراً لاہور چلے جاتے اور نماز فجر کے بعد تصنیفی کام میں لگن ہو جاتے۔ اجازت ملنے پر حاضر ہوئے تو اُس وقت علامہ شہید کے سامنے میز پر کتابوں کا وسیع ذخیرہ تھا۔ علامہ جی کتاب کا نام اور صفحہ نمبر بتا رہے تھے عطاء الرحمن ثاقب شہید حوالہ نکال کر دکھا رہے تھے۔ ہم نے مدعا بیان کیا تو وہ سن کر غصہ میں آ گئے انہوں نے فوراً ڈی سی سرگودھا کو فون کیا۔ ”لاہور سے احسان الہی ظہیر بول رہا ہوں میں نے آج پریس کلب سرگودھا میں شام کو خطاب کرنا ہے اس کے بعد چک

نمبر 23 میں رات کو تقریر ہے۔ چک کے ساتھی میرے پاس بیٹھے ہیں وہ کہہ رہے ہیں تم منظوری نہیں دے رہے ہیں نے آپ کو اطلاع دے دی کہ میں آ رہا ہوں، اور ہمیں مخاطب ہوئے ”تم فوراً شیخوپورہ جا کر حافظ محمد عبداللہ جی کو کہو تیار رہیں اکٹھے جلسہ پر جائیں گے انشاء اللہ۔ اطلاع کر کے پھر چک چلے جاؤ اور انتظام کرو۔“ ہم نے شیخوپورہ جا کر حافظ عبداللہ کو اطلاع کی اور چک چلے گئے چک 23 کے جو ساتھی منظوری کے لیے ضلع کچہری سرگودھا میں پھر رہے تھے۔ ڈی۔ سی نے اُن کو فوراً طلب کیا اور منظوری دے دی۔

علامہ احسان الہی ظہیر خطابت کے ابتدائی دور میں جامعہ علمیہ کی تقریبات میں شرکت کرتے رہے۔ البتہ ختم نبوت کے سٹیج پر شہر سرگودھا آئے مگر جماعت کی بزرگ قیادت نے تنظیمی اختلاف کی بنا پر آپ کو کسی جلسہ میں دعوت نہ دی یہ اعزاز حافظ محمد دین کو حاصل ہوا جنہوں نے ضلع سرگودھا کے جماعتی شاہینوں کا حجیت حدیث پر ولولہ انگیز خطاب سنانے کا موقع فراہم کیا۔ چک کے اہلحدیث یوتھ فورس نے سیال موڑ جا کر علامہ جی کو جلوس کی شکل میں سرگودھا لے گئے پریس خطاب کے بعد شان و شوکت سے چک 23 میں لے آئے۔ آپ کا والہانہ استقبال اور جماعتی جوش و خروش ضلع سرگودھا کی جماعتی تاریخ کا ناقابل فراموش منظر تھا۔ علامہ احسان الہی ظہیر نے ضلع سرگودھا میں تحریک اہلحدیث کو اجاگر کرنے میں حافظ محمد دین کی عزیمت اور چک کے نوجوانوں کے جذبہ کو خراج تحسین پیش کیا اور اپنے تاریخی خطاب میں تحریک اہلحدیث کے اغراض و مقاصد اور حجیت حدیث پر مدلل انداز میں بیان فرمایا جس سے جماعتی ساتھیوں میں جوش و ولولہ پیدا ہوا اور دیگر احباب میں تحقیقی ذوق پیدا ہوا اس سال کانفرس دعوتی وافرادی قوت کے لحاظ سے نہایت کامیاب رہی مقامی ساتھیوں نے جماعتی احباب کی گوشت روٹی سے ضیافت کی۔ جماعت میں تقویٰ و طہارت، فہم و فراست علم و دانش کے لحاظ سے جماعت میں کئی علماء ہیں تاہم جماعت میں خطیب ملت کی طرح جرات و عزیمت سے تحریری و تقریری انداز میں مذہبی و سیاسی موقف پیش کرنے کا خلا نہیں ہو سکا۔ جماعتی نظم اور تحریر کی جذبہ کے لحاظ سے کانفرس اپنی مثال آپ تھی۔

علامہ کی شہادت کے بعد جمعیت میں اتحاد ہو گیا تب ضلعی کانفرس کی منظوری میں محترم میاں عبدالستار آزاد معاونت کرتے تھے۔ 1995ء کی کانفرس کی منظوری کے لیے محترم میاں جی نے بھرپور کوشش کی لیکن انتظامیہ نے منظوری دینے سے صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ میاں جی نے معذوری ظاہر کر دی لیکن حافظ جی نے ہمت نہ ہاری۔ وہ مولانا دین محمد بردار مفتی محمد صدیق کے پاس گئے اُن کو حقیقت حال سے آگاہ کیا انہوں نے حامی بھر لی۔ مولانا دین محمد، حافظ محمد اسماعیل اسد اور مولانا عبدالرزاق سعیدی کے مابین گہری دوستی تھی۔ جناب عبدالرزاق سعیدی کے حکم پر صوبائی وزیر راء اعجاز احمد نے کانفرس کی لاہور سے منظوری لے لی اور خود بھی آنے کا وعدہ کیا۔ محترم راء اعجاز اور مولانا سعیدی اکٹھے تشریف لائے۔ اہلحدیث کے شاہینوں نے سیال موڑ جا کر پرتپاک استقبال کیا مولانا عبدالرزاق سعیدی نے کانفرس کے اختتام پر رقت آمیز انداز میں اسلام کے فروغ اور پاکستان کی یک جہتی و سلامتی کے لیے دعا کرائی۔

محترم حافظ جی نے رب قدیر پر بھروسہ کر کے جدوجہد کی اللہ مسبب الاسباب نے کامیابی سے سرفراز کیا۔

حافظ جی کی عزم قیادت اور چمک کے جماعتی ساتھیوں کے جذبہ نے ضلع سرگودھا میں تحریک اہلحدیث کو جاگ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

## کارکنوں کی ضروریات کی فکر:

بعض مقامات پر دیکھنے میں آیا ہے کہ جلسہ کی انتظامیہ اشتہار لگانے یا کسی اور معاملہ میں نوجوانوں کی ڈیوٹی لگاتی ہے وہ عموماً کہتے ہیں کہ جماعتی کام ہے اپنی جیب سے خرچ کرو حافظ جی کہا کرتے ایک تو وہ اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کام کے لیے وقف کر رہا ہے دوسرا اس پر مالی بوجھ ڈالنا قطعاً مناسب نہیں۔ اصولی طور پر جماعت فراہم کرے۔ محمد یعقوب ولد محمد رفیق فوجی راوی ہے کہ حافظ جی تنظیمی پروگرام میں کسی جگہ جانے کی ڈیوٹی لگاتے تو ہمیں پٹرول اور خورد و نوش کے لیے خرچہ فراہم کرتے۔ پھر علیحدگی میں اضافی رقم بھی فراہم کرتے تاکہ سفر میں پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ہم نوجوان ذوق شوق سے ضلع بھر میں اشتہارات چسپاں کرتے۔

## تصنیف و تالیف:

حافظ جی نے اپنے استاد مفتی محمد صدیق اور حافظ عبدالقادر روپڑی کے ہمراہ متعدد مناظروں میں شرکت کی اس لیے وہ فن مناظرہ میں قدرے مہارت حاصل کر چکے تھے۔ آپ نے دو مناظروں میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اس دور میں آپ نے فاتحہ خلف الامام، اثبات رفع الیدین اور فتویٰ تین طلاق پر مدلل اشتہار شائع کیے تھے تاہم آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی البتہ ایک قلمی نسخہ ”اثبات خلفاء راشدین“ دستیاب ہوا ہے جس میں علمی و عقلی چالیس دلائل کی روشنی میں موقف کی وضاحت کی ہے۔

## تحریکی خدمات:

اہل مغرب کا سیکولر نظام اسلامی معاشرہ کو دینیک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ میڈیا نے بے حیائی و عریانی کا طوفان بد تمیزی برپا کر دیا ہے۔ پیشگی تنخواہ کے چکر اور گاڑیوں کی فسطوں کی فراہمی کی آڑ میں سودی نظام معاشرہ میں اس طرح رچ بس گیا ہے کہ کوئی اسے گناہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ ہوس زر میں حلال و حرام کی تمیز مٹ گئی ہے۔ اذان سن کر احساس نہیں ہوتا کہ مالک حقیقی اپنے در پر حاضری کے لیے بلارہا ہے۔ قومی اداروں میں کرپشن پستی کی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ روز محشر یاد نہیں کہ مالک جزا و سزا کے سامنے پائی پائی کا حساب دینا ہے۔

علماء کرام حتی المقدور خدمت دین میں مصروف ہیں۔ ایک طبقے نے اسلامی حکومت کے قیام کے لیے انتخابی جدوجہد کو مقصد حیات بنالیا ہے۔ دوسرے طبقے نے فرد اور معاشرے کی اصلاح کو مرکز و محور بنالیا ہے۔ محترم حافظ محمد دین کی خوبی یہ تھی کہ وہ بیک وقت اصلاحی، سیاسی اور تحریکی محاذوں پر سرگرم عمل رہے۔

چوہدری عبدالواحد گجر راوی ہے کہ 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران وطن عزیز میں جلسے جلوس اور ریلیوں کا زور شور تھا۔ سرگودھا سے بھاگنا نوالہ ریلی کے آنے میں ڈیڑھ گھنٹہ باقی تھا۔ چوک میں لوگوں کا جم غیر تھا۔ کوئی سیاسی لیڈر موجود نہ تھا جو ان کو سنبھال سکے۔ اس موقع پر منتظمین نے حافظ محمد دین کو خطاب کی دعوت دی۔ آپ نے خطبہ میں قرآن وحدیث کو







شیریں انداز میں پڑھا اور تحریر کی موقف کو مدلل اور جذباتی انداز میں پیش کیا کہ مجمع عیش عیش کراٹھا وہ اس طرح اپنی جگہوں پر جم گئے کہ گویا اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ انھوں نے مرکزی جمعیت اہلحدیث کا نصب العین واضح طور پر پیش کیا کہ اگر ملک میں امن چاہتے ہو تو کتاب و سنت کا نفاذ کیا جائے۔ آپ کی تقریر کے دوران سیاسی مقررین پہنچ گئے۔ وہ اپنی تقریروں کو موثر و مدلل بنانے کے لیے حافظ جی کی تقریر کا حوالہ دیتے رہے۔

انھوں نے دوسرا واقعہ بیان کیا کہ 1994ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام کانفرنس کا انعقاد بھاگلنوالہ کے سکول والی مسجد میں ہوا۔ محترم حافظ جی نے تاریخ سے قبل خوب مطالعہ کیا۔ دیگر مقررین نے مرزا کے کردار اور قادیانی ریشہ دوانیوں کے موضوع پر جوشیلی و جذباتی تقریریں کیں جب حافظ جی کی باری آئی تو انھوں نے خاتم النبیینؐ کے مفہوم اور تقاضوں پر علمی خطاب کیا اور قادیانی شکوک و شبہات کا ازالہ کیا۔ حاضرین تحریک ختم نبوت کی غرض و غایت سے متعلق فیض یاب ہوئے اور اسے آخری تقریر سمجھ کر منتشر ہونا شروع ہو گئے۔

### کسان محاذ کے جلسہ میں یادگار تقریر:

حافظ محمد دین کو سیاسی و سماجی اجلاس میں گفتگو کرنے کا ملکہ تھا۔ وہ خود زمیندار تھے اس لیے کسانوں کے حقوق کی بحال کے لیے تحریکوں میں شرکت کرتے تھے۔ چوہدری عبدالواحد گجر راوی ہے کہ چوہدری عبداللہ وڈاچ صدر کسان محاذ کی زیر صدارت آسیاں موڑ سرگودھا کے کھلے میدان میں جلسہ عام ہوا۔ حافظ جی نے خطاب کے آغاز میں نبوی و فاروقی دور کے زرعی اصول و ضوابط پر روشنی ڈالی۔ پھر آپ نے عوامی خطاب میں افسران بالا اور حکمرانوں کو مخاطب کیا۔ ”آپ کپڑا پہنتے ہو۔ جانتے ہو کہاں سے آتا ہے؟ ہم کسان کپاس کاشت کرتے ہیں۔ اس کی روٹی سے مل میں دھاگہ بنتا ہے۔ اگلے مرحلہ میں تمھاری پوشاکوں کے لیے، تمھاری شرٹس اور پینٹ کے لیے کپڑا تیار ہوتا ہے۔ ہم گندم بوتے ہیں تب تم روٹی اور بسکٹ کھاتے ہو۔ ہم جانور پالتے ہیں جن کا گوشت تمھاری من پسند خوراک ہے اور اُن کے چمڑوں سے تمھارے جوتے بنتے ہیں۔ ہم آبیانہ اور زرعی ٹریکس دیتے ہیں۔ حکومت اکٹھا کر کے تم کو تنخواہ دیتی ہے۔ آج تم کسانوں اور

ہاریوں پر ظلم کرو گے تو کل تمہیں یہ چیزیں نہ ملیں گی۔ لہذا ہمارے کسانوں کے حقوق بحال کیے جائیں اور انہیں وافر مقدار میں سہولتیں میسر کی جائیں۔ سبزی پھل اور زرعی اجناس ہم پیدا کرتے ہیں۔ غلہ اور سبز منڈی میں وہ نرخ اپنی مرضی کا لگاتے ہیں۔ جو سراسر کسان اور ہاری کے ساتھ ظلم ہے۔ کسان محاذ کے صدر اور حاضرین نے حافظ جی کے خطاب کو بے حد سراہا اور بھرپور تائید کی۔

## استحکام پاکستان کا عزم:

علماء الہمدیث نے تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان کے بعد مرکزی جمعیت الہمدیث پاکستان استحکام پاکستان کے سلسلہ میں کانفرنسوں کا اہتمام کرتی رہی۔ ملک قادر بخش بلوچ آف کوٹ بھائی خان راوی ہیں کہ حافظ محمد دین نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔

”فاختہ نے جھاڑی میں بسیرا کر لیا کچھ عرصہ بعد جھاڑی کو آگ لگ گئی، وہ بیٹھی رہی۔ دیگر پرندوں نے کہا اڑ کر جان بچالے۔ فاختہ نے مطمئن ہو کر کہا اس جھاڑی نے سردی گرمی میں مجھے پناہ دی ہے۔ اگر اس پر بُرا وقت آیا ہے تو میں ساتھ چھوڑ دوں یہ ناممکن ہے۔ میں چونچ میں پانی لا کر اس آگ کو بجھاؤں گی۔ مجھ گئی تو ٹھیک ورنہ اس کے ساتھ جھلس کر مر جاؤں گی۔ حافظ جی نے زوردار انداز میں حاضرین اور سرکاری اہل کاروں سے مخاطب کر کے کہا: سامراجی قوتیں مذہبی لسانی اور نسلی فساد بھڑکا کر پاکستان کی ایک جہتی کو پارہ پارہ کرنا چاہتی ہیں۔ سن لو! ہمارا جینا مرنا پاکستان کے ساتھ ہے۔ جس طرح ہمارے اسلاف نے تحریک پاکستان کے دوران قربانیاں دیں، ہم اسی طرح استحکام پاکستان کے لیے تن من دھن قربان کر دیں گے لیکن بھاگ کر لندن میں پناہ اختیار نہیں کریں گے۔“

تحریک پاکستان میں آل انڈیا الہمدیث کانفرنس نے مسلم لیگ کو منظم و فعال کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری، سید داؤد غزنوی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اور حافظ عبدالقادر روپڑی کی خدمات سرفہرست ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کی بنا پر عوام میں اضطراب پھیل گیا۔ پیپلز پارٹی نے روٹی کپڑ اور مکان کا نعرہ لگا کر اپنے حق میں رائے ہموار کر لی اور اُسے حکومت

کرنے کا موقع مل گیا۔ تاہم مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان سیاسی طور پر مسلم لیگ کی حلیف رہی۔ حافظ محمد دین عرصہ 20 سال تک مرکزی اہلحدیث سرگودھا کے ناظم رہے۔ پھر بطور امیر بھی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے مذہبی طور پر جماعتی نظم کے اصولوں کا احترام کیا اور سیاسی لحاظ سے بھی مرکز کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے علاقہ میں ہمیشہ مسلم لیگی امیدوار کا ساتھ دیا۔ ڈپٹی ظفر اللہ کو مسلم لیگ کا ٹکٹ ملا۔ آپ نے اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ حافظ جی نے 385 ووٹوں کی برتری سے اسے کامیاب کر دیا۔ حافظ جی کسی کام کے سلسلہ میں اُس کے پاس جاتے تو وہ اٹھ کر آپ کا استقبال کرتا۔

مقامی لوگ آپ کے اشارے پر ووٹ کیوں دیتے تھے؟ اس لیے کہ آپ مذہبی رہنما کے علاوہ سماجی کارکن بھی تھے۔ گاؤں کے کسی شخص کو سیاسی، سماجی رفاہی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ فوراً اس کے ساتھ چل پڑتے۔ وقت کی قربانی دے کر اُن کے دل میں بسیرا کر لیا۔ اس لیے وہ آپ کے حکم کی تعمیل کرتے۔

وقار کی پاسبانی: حافظ محمد دین دورانِ دلہن اور علماء کی عزت و وقار کے پاسبان تھے۔ وہ اُن کی تبلیغی و تصنیفی مصروفیات سے بخوبی آگاہ تھے۔ وہ کانفرنس میں شرکت کے لیے علماء کرام سے وعدہ خود لیتے تھے۔ البتہ جلسہ کے دن اُن کو لینے کے لیے اپنے با اعتماد ساتھی محمد رفیق فوجی کو بھیجتے تھے۔ فوجی راوی ہے کہ حافظ جی وافر مقدار میں زادراہ دیتے اور مجھے نصیحت کرتے کہ علماء اپنی مصروفیات کی وجہ سے آؤ بھگت نہ کر سکیں، اس کو محسوس نہ کرنا۔ خورد و نوش کا خرچہ جیب سے کرنا۔ سفر کی روداد میرے علاوہ کسی جماعتی ساتھی کو نہ بتانا۔ میں نے اسی پر ہمیشہ عمل کیا۔ حافظ جی سالانہ کانفرنس میں آنے والے علماء اور معززین کی قدر و منزلت کو فرض سمجھتے تھے۔ سفر کی صعوبت کو زائل کرنے کے لیے علیحدہ پرسکون جگہ پر بٹھاتے۔ اُن کے خورد و نوش کا خصوصی اہتمام کرتے، زادراہ دیئے بغیر رخصت نہ کرتے۔

مفتی جماعت محمد صدیقؒ کی رحلت کے بعد میاں عبدالستار آزاد کی زیر صدارت کانفرنس منعقد ہو رہی تھی۔ ایک دفعہ وہ لیٹ آئے انھوں نے روٹی کھانے سے معذرت کی تو

حافظ جی نے دیسی مرغ، دیسی گھی اور مکئی کا آٹا رکھ دیا۔ محترم میاں جی گھر جا کر کھالینا۔ میرے لیے شرم کی بات ہے کہ آپ بغیر خورد و نوش واپس جائیں۔ مولانا محمد ابراہیم سلفی ٹاؤن شپ لاہور میں خطیب تھے۔ ظالموں نے حملہ کر کے اُن کو بے دردی سے شہید کر دیا۔ محترم حافظ جی نے اطلاع سن کر بس کا انتظام کیا۔ چک نمبر 23 الف میں اُن کی رشتہ داری تھی۔ وہ بھی بمعہ اہل و عیال سوار ہوئے۔

چوہدری عبدالواحد گجر راوی ہے کہ جب ہم جنازہ پڑھ کر واپسی کے لیے روانہ ہوئے تو حافظ جی نے موٹروے پر چڑھنے سے قبل کہا تمام احباب روٹی تناول فرمائیں میں نے سب ساتھیوں کو کہا کہ فرداً فرداً اہل ادا کریں۔ حافظ جی نے کہا سب کا بل میں ادا کروں گا۔ تاہم میں (عبدالواحد) نے وضاحت کی کہ سلفی مرحوم ہمارے رشتہ دار تھے تو حافظ جی بول اٹھے وہ بحیثیت عالم دین میرے بھائی تھے۔ اس لیے آپ کی خدمت میرا فرض منصبی بنتا ہے چنانچہ میں نے بار تسلیم کر لی اور ہوٹل کا بل حافظ جی نے ادا کیا۔

فضیلہ الشیخ حافظ محمد شریف رئیس مرکز تربیتہ الاسلامیہ فیصل آباد ہر سال چک 23 الف جنوبی کی سالانہ سیرۃ النبیؐ الہجدیث کانفرنس میں شرکت کرتے ہیں۔ انھوں نے ذاتی واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ تقریر کرنے کے بعد مسجد سے نکل رہا تھا، سامنے سے حافظ محمد دین آگئے۔ انھوں نے لفافہ دینا چاہا، میں نے انکار کر دیا۔ اُن کے تیسری دفعہ اصرار پر عرض کی میں نے تبلیغی پروگراموں میں آج تک کرایہ نہیں لیا تو محترم حافظ جی نے نصیحت آمیز انداز میں فرمایا ”شیطان آپ کو کہیں بہکانہ دے کہ میں وہ ہوں جس نے آج تک کرایہ نہیں لیا“ یہ سن کر میں نے کرایہ لے لیا۔ اپنے بھائی حافظ جی کو دعا دے کر رخصت ہوا کہ انھوں نے شیطان کی طرف سے ممکنہ تکبر کے دعویٰ سے بچا لیا۔

جماعت کے چند علماء زرعی خوشحالی، تجارتی ترقی کی وجہ سے مالی طور پر مستحکم ہیں۔ وہ تبلیغی پروگرام کا خرچہ خود برداشت کرتے ہیں۔ محترم میاں محمد جمیل اُن خوشحال علماء کی صف میں سرفہرست ہیں۔ راقم کو میانوالی اور دادی سون کے تبلیغی پروگرام میں ہم سفر ہونے کا اتفاق ہوا۔

ہر نماز رستہ میں آنے والی مسجد الحمدیث میں پڑھتے اور نماز کے بعد عزیم خدا الرحمن طیب نعت پڑھتے۔ وفد میں شامل علماء مولانا طاہر یعقوب آف پاکستان اور عبد المتین اصغر اور میاں جی خود خطاب کرتے رہے اور کسی سے ایک پاکی وصول نہیں کی۔ مرکزی جمعیت الحمدیث پاکستان کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے دو دفعہ چک 23 الف میں تشریف لائے۔ الوداع کرتے ہوئے حافظ جی نے خدمت کرنا چاہی تو میاں جی نے حسب معمول انکار کر دیا۔ جب حافظ جی نے بار بار اصرار کیا تو میاں جی نے اس شرط پر وصول کیا کہ میں اس رقم کو مرکزی جمعیت کے فنڈ میں جمع کرادوں گا۔ انھوں نے دفتر پہنچ کر مذکورہ رقم کی رسید کے ہمراہ ریمارکس دیا کہ اگر حافظ جی جیسے چند مخلص احباب ساتھ دیں تو مرکزی جمعیت کا نظم و ضبط مضبوط اور مستحکم تر ہو سکتا ہے اور کوئی دشمن ہمیں گزند نہیں پہنچا سکتا۔ میاں جی کا تقویٰ اپنی جگہ تاہم حافظ جی کی توضیح لا جواب ہے۔

ایک دفعہ حافظ محمد دینؒ مولانا عبدالعلیم یزدانی اور مولانا محمد نعیم بٹ کے ہمراہ جماعتی دورہ پر خوشاب، جوہر آباد اور میانوالی کے دورہ پر گئے۔ واپسی پر رات ہو گئی۔ حافظ جی نے اصرار کیا کہ آپ میرے چک کے قریب سے گزر رہے ہیں تو کھانا تناول کر کے جائیں۔ جب وہ نہ مانے تو آپ نے اُن کو ایک ایک ہزار روپیہ زبردستی دے دیا۔ اگر آپ کو جلدی ہے تو لاہور پہنچ کر میری طرف سے ہوٹل پر کھالینا۔

### مشورہ کی برکت:

مشورہ سے معاملات طے کرنا مومن کا وصف ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ  
وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ☆

”اور جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اُن کا کام باہم مشورہ سے ہوتا ہے اور وہ اس میں سے جوہم نے انھیں دیا ہے خرچ کرتے ہیں“ (الشوریٰ 38)

اسلام شوریٰ نظام ہے۔ جب کسی امر کے متعلق کتاب و سنت کا فیصلہ نہ ملتا ہو تو پھر پیش آمدہ اجتماعی، انفرادی، سیاسی اور فاضلی امور میں مجلس مشاورت مجاز ہے کہ کوئی فیصلہ کرے۔ امام

کائنات محمد ﷺ اور خلفاء راشدین پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کرتے تھے۔ چک 23 الف (سرگودھا) کی جماعت کو حافظ محمد دین کی فہم و فراست، امانت، دیانت پر اعتماد تھا۔ آپ مرضی سے جو کام کرنا چاہتے، کر سکتے تھے۔ لیکن آپ رہبر اعظم ﷺ کی سنت کے شیدائی تھے۔ چنانچہ حافظ جی تحریکی، تبلیغی، تنظیمی اور تعمیراتی امور میں مقامی جماعت کے اہل حل و عقد حضرات کو بلا کر مشورہ کرتے تھے۔ آپ کی اخلاقی تربیت کی اثر پذیری تھی کہ ہر ایک دلائل سے موقف پیش کرتا اور دوسروں کی بات کو مکمل مزاجی سے سنتا۔ محترم حافظ جی کو جو موقف قوی معلوم ہوتا ساتھیوں کے اتفاق رائے سے اسے سرانجام دینے کا عزم کر لیتے۔ حافظ جی فرماتے تھے کہ خدا نخواستہ مذکورہ امر کا نتیجہ مثبت کی بجائے منفی برآمد ہو تو جماعتی احباب ایک دوسرے پر الزام عائد نہیں کرتے بلکہ اسے تقدیر سمجھ کر صبر کرتے ہیں۔

1997ء کی سالانہ الہمدیث سیرۃ النبی کانفرنس کی تاریخ مقرر ہو گئی بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کانفرنس کے دن مقامی جماعت کی شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ بعض احباب ملتوی کرنے کا مشورہ دے رہے تھے کچھ انعقاد کا۔ بحث، مباحثہ کے دوران ایک ساتھی رحمت اللہ نے رائے دیتے ہوئے کہا ”بچی کی شادی کی تاریخ مقرر ہو جائے تو کوئی موسم کی خرابی کی بنا پر اسے ملتوی نہیں کرنا حالانکہ وہ دنیوی معاملہ ہے۔ کانفرنس کی غرض و غایت تو اللہ کی دین کی اشاعت ہے اس لیے ہمیں یہ تبلیغی پروگرام ملتوی نہیں کرنا چاہئے اور ہم سب کو مل کر دعا کرنی چاہیے کہ اللہ سبحانہ موسم کو خوشگوار کر دے“ یہ سن کر اراکین مسکرا پڑے اور کانفرنس کرانے پر اتفاق کر لیا۔

ساتھیوں کے اصرار پر حافظ جی نے دعا کرائی۔ اللہ نے موسم کو خوشگوار کر دیا۔ سامعین نہایت دل جمعی سے کانفرنس سنتے رہے۔ میاں عبدالغفار آزاد اور دیگر ساتھی جو باہر سے آئے تھے ان کے بقول چک 23 کے گرد و نواح 20 کلومیٹر کے فاصلہ پر خوب بارش ہوئی جب کہ چک میں جو نہی کانفرنس ختم ہوئی تو بارش شروع ہو گئی۔ مشورہ کی برکت اور حافظ جی کی دعا کا ثمر تھا۔

1996ء کی سالانہ الہمدیث کانفرنس میں علماء کرام کی تقاریر جاری تھیں۔ رات 12 بجے لاؤڈ سپیکر کی منظوری کا وقت ختم ہو گیا ایس ایچ اومولا بخش نے مقامی شکایت پر حافظ جی کو

گرفتار کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ وہ اُن کے شبہ میں دیگر افراد کو گرفتار کر کے لے گئے۔ مخالفین دوسرے دن تھانے گئے اور حافظ جی کو نہ پا کر کہنے لگے کہ ہماری شکایت کا اصل مقصد تو فوت ہو گیا۔ رانا محمد اسلم شاہد اور چوہدری محمد الیاس سندھو، دیگر احباب پر مقدمہ چلتا رہا۔ آخر مولانا بخش نے چک کی مسجد میں آ کر معافی مانگی اور کیس ختم ہو گیا۔ اس کے بعد حافظ جی رات گئے تک کانفرنس کے انعقاد کے لیے دو دن کی منظوری لیتے تاکہ مخالفین مزاحمت نہ کر سکیں۔

### مسلمک سے والہانہ عقیدت:

محترم حافظ محمد دین کے دل میں مسلمک اہلحدیث کی والہانہ تڑپ تھی۔ عقیدت کے اظہار کے لیے آپ نے کٹھن اور طویل سفر طے کیے۔ محمد گلزار گجر جو سفر و حضر میں حافظ جی کے ساتھ رہے، بیان کرتے ہیں:

حافظ عبدالقادر روپڑیؒ اور مولانا غلام اللہ خانؒ کے مابین راجہ بازار اور اولپنڈی میں فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر مناظرہ طے ہوا۔ حافظ جی نے مجھے ہمراہ لیا۔ ہم مفتی جماعت محمد صدیقؒ کی سرپرستی میں سفر پر روانہ ہوئے۔ مفتی جی کی کتابوں کا بار اور تحفظ میری ذمہ داری تھی۔ چونکہ حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کے راولپنڈی داخلہ پر پابندی تھی، پولیس شبہ میں مولوی صاحبان کو پکڑ رہی تھی۔ اس لیے ہم تینوں بڑی مشکل کے بعد لیاقت باغ سے ملحقہ جماعتی ساتھی کے مکان پر پہنچے اسے میں حافظ روپڑیؒ راستہ تبدیل کر کے پہنچ گئے۔ ہم دوسرے دن مقررہ وقت پر لیاقت باغ پہنچ گئے۔ مولانا غلام اللہ خانؒ نہ آئے پولیس ہمیں پکڑ کر لے گئی۔ ہم نے رات تھانہ کو توالی میں گزاری اور حافظ روپڑیؒ جی نے جرات سے کہا ہم کھانا کھائیں گے نہ کھانے دیں گے، پانی پییں گے نہ پینے دیں گے۔ ہم فاتحہ خلف الامام کی فریضت پر مناظرہ کریں گے۔ دوسرے دن رہائی کے بعد راجہ بازار سے ملحقہ مسجد اہلحدیث میں جلسہ ہوا جہاں مناظر اسلام حافظ عبدالقادر روپڑیؒ نے فاتحہ کی فریضت پر دلائل دیئے اور علامہ احسان الہی ظہیر نے اتباع رسول کے تقاضے پر تاریخی خطاب کیا۔ حافظ جیؒ نے چک آ کر مناظرہ کی رو داد سنائی اور جماعتی ساتھیوں میں مسلکی حمیت کو بیدار کیا۔

## حق گوئی:

گھر ہو یا پردیس محترم حافظ محمد دین نے کتاب وسنت کی دعوت و عمل میں کسی مصلحت سے کام نہیں لیا۔ آپ محمد یعقوب خدر پوری کی بارات میں موضع خانگی ضلع قصور گئے۔ نماز مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ مقامی امام اُس وقت نہ تھا۔ حافظ جی نے شاء اللہ کو حکم دیا اذان دو اُس نے اکہری تکبیر کہی اور حافظ جی نے جماعت کرائی۔ مقامی مولوی نے تکبیر پر اعتراض کیا حافظ جی نے حدیث کا حوالہ دیا۔ دوسرے دن نکاح کے وقت مقامی استفسار پر مولوی جی نے کہا کہ 32 روپے چھ آنے شرعی حق مہر ہے۔ دولہا والوں نے کہا کہ ہم نے حق مہر میں ایک تولہ سونا دینا ہے۔ دلہن کے والد نے برملا کہا کہ میں نے بیٹی کو فروخت نہیں کرنا۔ اس موقع پر حافظ جی نے قرآنی آیات پڑھ کر مسئلہ سمجھایا کہ جب اللہ نے حق مہر مقرر نہیں کیا تو ہم اور تم اسے کیسے مقرر کر سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مالی استطاعت کے مطابق رہنے دیا۔ آپ نے قرآنی آیات و احادیث سے اصل حقائق کو اجاگر کیا۔

چوہدری عبدالواحد راوی ہیں موضع گٹھی نزد جی ڈھوکڑی تحصیل ضلع خوشاب میں مستری محمد سرور نے خانگی تنازعہ کی بنا پر اپنی بیوی بھاگاں کو اکٹھی تین طلاق دے دیں۔ وہ احناف کے فتوؤں سے دل برداشتہ ہو کر مفتی محمد صدیق رئیس جامعہ علمیہ سرگودھا کے پاس حاضر خدمت ہوا۔ انھوں نے صورتحال سے آگاہ ہونے کے بعد کتاب وسنت کی روشنی میں اسے ایک طلاق شمار کیا اور رجوع کرنے کا فتویٰ دیا۔ جب مستری سرور نے گاؤں جا کر اس پر عمل کیا تو گاؤں کے مفتی نے معاشی بایکاٹ کرنے کا اعلان کر دیا۔ بحث مباحثہ کے بعد مناظرہ تک نوبت جا پہنچی۔ اُس دور میں جماعت اہلحدیث کی طرف سے حافظ عبدالقادر روپڑیؒ مناظرے کے طور پر معروف تھے۔ احناف نے ان کے علمی مقابلے میں قاضی شمس الدین آف گوجراں والا کو بلا لیا۔ جب کہ مفتی محمد صدیق مرحوم نے عام بحث سمجھ کر روپڑی صاحب کو اطلاع نہ دی۔ چنانچہ مقررہ تاریخ پر اپنے شاگرد حافظ محمد دین کو چک 23 سے بلایا اور علمی راہ نمائی کر کے روانہ کر دیا۔ دوسرے دن علی الصبح مناظرہ ہوا۔ قاضی جی مسجد کے محل کے اندر ساتھیوں سمیت تشریف فرما تھے۔ جب کہ



حافظ جی چار افراد کے ہمراہ برآمدہ میں تھے۔ حافظ جی قرآنی آیات و احادیث پیش کرتے رہے۔ محترم قاضی جی صرف و نحو اور فقہی رو سے اُن کا رد کرتے رہے۔ حافظ جی قاضی صاحب کے علمی اعتراضات کا احسن انداز میں جواب دیتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عام فہم انداز میں حاضرین کو اپنے موقف سے آگاہ کرتے رہے۔ وہ اس قدر مطمئن ہوئے کہ انھوں نے بایکٹ ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ محترم مفتی محمد صدیق نے بحث مباحثہ کی روداد سن کر حافظ جی کو داد دی اور دعا دے کر رخصت کیا۔

ایک مرتبہ چک 23 میں فرقہ وارانہ کشیدگی پھیل گئی۔ حالاں کہ حافظ جی اس میدان کے آدمی نہ تھے اور نہ ان کے مزاج میں یہ باتیں شامل تھیں۔ حکومت نے خفی اور اہلحدیث مساجد کے لاؤڈ سپیکر اتار لیے۔ انتظامیہ نے امن عامہ کے پیش نظر پچاس پچاس افراد کی 7\51 کے تحت ضمانتیں لے لیں۔ دونوں فریقوں کو تاریخ پیشی پر سرگودھا جانا پڑتا۔ حافظ جی سچشلس کرتے۔ سب کے لیے دوپہر کے کھانے کا انتظام کر کے جاتے۔ اُن کے مویشیوں کی دیکھ بھال اور کھیتی باڑی کے کاموں کو مقامی ساتھیوں کے سپرد کر کے جاتے جب کہ دوسرے فریق والے انتہائی بد نظمی کی صورت میں تاریخ پر جاتے۔ اور وہ ایک دوسرے کو کوستے۔ بالآخر اے۔ سی نے دونوں فریقوں کو چک 23 کے سکول میں اکٹھے کیا۔ دیوبندی احباب موقع پر بالادلائل گفتگو نہ کر سکے۔ وہ یکے بعد دیگرے کہتے رہے کہ حافظ محمد دین نے ساتھیوں کو کہہ کر ہمیں پتہ دیا ہے۔ ہم پر ظلم ہوا ہے۔ اے سی کو اس واقعہ کی نوعیت سمجھ میں نہ آئی۔ حافظ جی نے اجازت طلب کرنے کے بعد تفصیل سے واقعہ بیان کیا کہ فلاں تاریخ تہجد کے وقت ان کے مولوی نے مناظرہ کا چیلنج کیا۔ اور اُن کی جماعت نے فلاں تاریخ کو ہماری مسجد میں آکر ہلٹر بازی کی۔ ہمارے ساتھیوں نے اپنی جان کی حفاظت کی خاطر مدافعت کی۔ چنانچہ اے سی صاحب نے اہلحدیث حضرات کے حق میں فیصلہ دیا۔ مخالفین نے اعتراف کیا کہ ہمارے مولوی صاحب بات ہی نہیں سمجھا سکے جب کہ وہابی مولوی نے سنجیدہ انداز میں اپنا موقف سمجھا کر مقدمہ جیت لیا۔

اللہ سبحانہ نے حافظ محمد دین کو تدبیر، معاملہ فہمی، دوراندیشی اور نظم و ضبط کی قابل رشک

صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اُن کی زندگی صداقت، عدالت، جرات، شجاعت، بلند ہمتی، حوصلہ مندی، خلوص، نصیحت اور حق گوئی و بے باکی کی آئینہ دار تھی۔ انھیں حکومت اور وڈیروں کا خوف کبھی حق کہنے سے باز نہ رکھ سکا۔

شاگرد کے جذبات:

قائد آباد میں قاری حبیب الرحمن یزدانی کے والد سیف اللہ 22 جون 2012ء کو فوت ہوئے۔ جنازہ کے موقع پر مولانا دلدار احمد آف مٹھ نواز سے ملاقات ہوئی جو حافظ محمد دین کے شاگرد تھے۔

جنوعہ:

مولانا دلدار صاحب آپ حافظ جی کے پاس رہے ہیں، اُن کو اپنے ہاں دعوت بھی دیتے رہے۔ اُن کے بارے اظہار خیال کریں۔

مولانا دلدار:

میں عرصہ چھ سال چک 23 میں موزن بن کر رہا اور حافظ جی سے دینی تعلیم بھی حاصل کرتا رہا۔ ہم ماسٹر محمد یسین، محمد یار، عبدالرحمن اور راؤ مصطفیٰ ایک دن قرآن فہمی کا سبق لے رہے تھے کہ مفتی محمد صدیق مسجد میں تشریف لائے۔ ہمیں دیکھ کر بے ساختہ فرمایا ”حافظ دین محمد آپ کے پانچوں شاگرد کلین شیو ہیں“ حافظ جی نے عرض کیا ”میں تو قرآن وحدیث کی تعلیم سکھا رہا ہوں، اللہ اُن کو ہدایت دے۔ پھر وہ اُن کی خدمت پر مامور ہو گئے۔ ہم عشاء کی نماز کے بعد سونے کے لیے اکٹھے ہوئے تو راؤ مصطفیٰ نے کہا کہ ہماری وجہ سے حافظ جی کو مفتی جی کے سامنے کتنی شرمندگی ہوئی۔ سب نے کہا کہ اگر دلدار حامی بھر لے تو ہم سب داڑھی رکھ لیں گے۔ ضمیر نے مجھے جھنجھوڑا کہ اگر انکار کیا تو اُن کا گناہ میرے سر پر ہے۔ میں نے جان بوجھ کر توقف اختیار کیا تو اُن کا اصرار بڑھ گیا چنانچہ میں نے قرآن حکیم پر ہاتھ رکھا اور اُن کو کہا کہ آپ بھی ایسا کریں اور داڑھی رکھنے کا عہد کریں۔ الحمد للہ ہم نے اس پر عمل کیا۔

مجموعہ:

کیا آپ کے گاؤں میں حافظ جی تبلیغ کے لیے کبھی تشریف لائے؟

مولانا دلدار صاحب:

وہ میرے خورد و نوش کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ میں نے اُن کو باپ سے زیادہ شفیق پایا۔ 1980ء میں اپنے گھر مٹھ ٹوالہ واپس آ گیا۔ مسجد میں مسنون طریقہ سے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ مقامی دیوبندی عالم عزت علی نے اعتراض کیا۔ بحث مباحثہ ہوا۔ بات مناظرے تک جا پہنچی۔ جگہ اور وقت کا تعین ہو گیا۔ میں اپنے استاد مکرم حافظ محمد دین کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ وہ مقررہ تاریخ سے ایک دن قبل میری دوکان پر تشریف لائے۔ اتنے میں ڈاکٹر محمد نواز اعوان کپڑا لینے آئے۔ تو انھوں نے حافظ جی کو غور سے دیکھا اور پوچھا یہ مہمان کون ہیں اور کس طرح تشریف لائے ہیں؟ میں نے وضاحت کی تو ڈاکٹر صاحب کہنے لگے ان کو دیکھ کر مجھے شک گزرا یہ وہی شخص ہیں جو نوجوانی کی عمر میں موضع گٹھی نزدنجی ڈھوکڑی خوشاب آئے تھے۔ انھوں نے قاضی شمس الدین کے ساتھ مناظرہ کیا اور اُن کو لا جواب کر دیا۔ ڈاکٹر موصوف دوکان سے اُٹھ کر مولوی عزت علی کے پاس گئے۔ اُسے کہا ”دلدار صاحب کے پاس وہ مولوی صاحب آئے بیٹھے ہیں جن کے مقابلہ میں آپ کے بڑے مولوی شمس الدین نہ ٹھہر سکے۔ تم نے کیا مقابلہ کرنا ہے؟“

ڈاکٹر جی کی بات سن کر مولوی عزت علی اور اُس کے مہمان مولانا جائے مناظرہ عبدالستار ولد خیر دین راجپوت کی بیٹھک پر نہ آئے۔

حافظ جی نے میرے مکان پر مقامی شہریوں کو درس قرآن دیا۔ فاتحہ خلف الامام اور رفع الیدین پر دلائل دیئے۔ اس کے بعد میری نماز پر کسی نے اعتراض نہ کیا۔ میں گاہے بگاہے حافظ جی کو دعوت دیتا رہا۔ وہ حکمت عملی سے تبلیغ کرتے رہے۔ آج الحمد للہ کئی خاندانوں نے مسلک الحمدیث قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسجد الحمدیث تعمیر ہوئی۔ خطبہ جمعہ کی ذمہ داری

مجھ پر ہے جو میرے استاد، حافظ جی کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

ترجمانی میں بے باکی:

حافظ محمد دین صلح جو اور مصلح ضرورت تھے لیکن مسلک کی ترجمانی میں کسی مصلحت سے کام نہیں لیتے تھے۔ وہ بلا جھجک معززین کے پاس جا کر کتاب و سنت کے دلائل پیش کرتے تھے۔ چوہدری عبدالواحد گجر راوی ہے کہ 1968ء میں حافظ جی کو آئے ہوئے دو سال گزر گئے تھے۔ بعض احباب کے استفسار پر آپ نے ماہ رمضان المبارک میں خطبہ جمعہ کے دوران مسنون تراویح پر دلائل دیئے۔ گاؤں میں بحث شروع ہوئی۔ اُس وقت چوکی جانے کے لیے رستہ مسجد الہمدیث سے ہو کر گزرتا تھا۔ ایک دن نماز عصر کے وقت حنفی مولوی حافظ محمد شریف صاحب گزرے۔ انھوں نے کہا کہ آٹھ نہیں بیس رکعات مسنون ہیں۔ حافظ جی نے جواب میں کہا کہ آپ امن کی ذمہ داری لیتے ہو تو ہم آپ کی مسجد میں گفتگو کرنے کو تیار ہیں۔ مقررہ وقت پر حافظ محمد دین چند ساتھیوں کے ہمراہ احناف کی مسجد میں کتب احادیث لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے اُن کے سامنے احادیث کے ثبوت پیش کیے کتب حدیث رکھ کر کہا کہ آپ خود پڑھ لیں۔ چونکہ وہ اعراب کے بغیر تھے۔ اس لیے مولانا شریف نے فسلو کو فسلو پڑھا آپ نے اصلاح کی کہ محترم یہ لفظ فسکو ہے۔ مقامی جماعت نے معذرت کی کہ ہمارے مولوی صاحب اتنے پڑھے لکھے نہیں، ہم کسی اور عالم کو بلا کر گفتگو کریں گے۔

مفتی جماعت محمد صدیق بلاک 19 سے ڈی بلاک سرگودھا تشریف لائے تو آپ نے موجودہ جگہ پر مسجد الہمدیث تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا۔ مقامی لوگوں نے مخالفت کی اور تعمیر رکوانے کے لیے درخواست دی۔ سرکاری اہلکار نے مشورہ دیا کہ کل کمشنر صاحب موقع پر آئیں گے۔ آپ راتوں رات عارضی طور پر مسجد بنالیں۔ مفتی جی کی زیر نگرانی حافظ محمد دین نے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ ساری رات مسجد کی تعمیر میں صرف کر دی۔ اور مسجد مبارک الہمدیث کا بورڈ چسپاں کر دیا۔ جب کمشنر صاحب موقع پر آئے تو مخالفین نے اعتراض کیا کہ انھوں نے گزشتہ رات کے دوران

تعمیر کی ہے تو ڈویژنل کمشنر نے جواب دیا اب تعمیر ہو گئی ہے۔ میں مسلمان ہوں، اسے گرانے کا آرڈر نہیں دے سکتا۔

### صدقہ جاریہ:

محترم حافظ جی کی تبلیغ اور حسن اخلاق سے علاقہ بھاگلپور والہ کے کئی خاندانوں نے اپنی زندگی کتاب وسنت کے مطابق ڈھال لی۔ مولانا محمد رفیق آف چک 30 جنوبی راوی ہیں کہ ہمارے والدین نے حافظ جی کی دعوت پر مسلک اہلحدیث قبول کیا میرے والد خوشی محمد خطبہ جمعہ سننے کے بعد حافظ جی کی صحبت میں بیٹھنا سعادت سمجھتے تھے۔ حافظ جی نے ایک دن درس میں نبی کریم ﷺ کا فرمان سنایا

خير کم من تعلم القرآن و علمه

ترجمہ: تم میں سے بہترین وہ ہے جو خود قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

اس حدیث کا مفہوم بیان کرنے کے بعد فرمایا موجودہ دور کا المیہ ہے کہ اکثر مسلمان اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم سکھنے کے لیے مدارس میں بھیجنا اپنی تفحیک سمجھتے ہیں۔ جب کہ دنیوی تعلیم کے حصول کے لیے اعلیٰ سرکاری سکولوں میں بھیجے کو ترجیح دیتے ہیں۔ میرے والد نے اپنے بیٹوں بیٹوں کو دینی علم سکھنے کے لیے وقف کر دیا۔ محمد رفیق مزید بیان کرتے ہیں کہ حافظ جی نے مجھے اور میرے بھائیوں کو یکے بعد دیگر جامعہ علمیہ میں داخل کرایا۔ دوران تعلیم جامعہ آ کر ہماری نگہداشت کرتے رہے۔ ہمارا جیب خرچ اور تعلیمی ضروریات کو پورا کرتے رہے۔

پھر ہمیں جامعہ سلفیہ فیصل آباد داخل کرایا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہائرسیکنڈری سکول میں عربی ٹیچر ہوں۔ پنجاب یونیورسٹی سے عربی اور اسلامیات میں ایم اے کر لیا ہے۔ نیشنل یونیورسٹی لینگونج اسلام آباد سے عربی ادب میں پی ایچ ڈی کر رہا ہوں اسی طرح میرے بھائی محمد عبداللہ اور محمد یار ثاقب جامعہ سلفیہ کے فارغ التحصیل ہیں اور ہائی سکولز میں عربی معلم ہیں۔ میں اور میرے بھائی خطبہ جمعہ دینے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ بحیثیت معلم اور خطیب دینی خدمت ہمارے والدین اور حافظ جی کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

## طبی و روحانی برکات

ادب علم سیکھنے کا پہلا زینہ ہے۔ حافظ محمد دین نے اُس مکتب سے حفظ کیا جہاں پانی پینا ہوتا تو ہاتھ کی انگلی کے اشارہ سے اجازت طلب کرنا پڑتی۔ آپ نے جامعہ علمیہ میں آٹھ سال رہ کر دینی تعلیم حاصل کر لی تو چک 23 کے ساتھیوں نے اُن کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ آپ نے کہا کہ میں اپنے استاد مُفتی جی کے حکم کے بغیر مسجد سے ایک قدم باہر نہیں رکھ سکتا۔ چوہدری محمد گلزار گجر راوی ہے کہ ہم چوہدری محمد ابراہیم، شیر محمد دوکان دار، چوہدری دین محمد اور چوہدری خالد خدری حافظ جی کی اجازت لینے کے لیے جامعہ علمیہ سرگودھا گئے۔ مُفتی محمد صدیقؒ کی خدمت میں عرض کی اُنھوں نے رضا مندی ظاہر کر دی۔ حافظ جی نے اپنے استاد سے مودب ہو کر عرض کی ”طالب علم بیٹیوں کی مانند ہوتے ہیں۔ جب اُن کو الوداع کیا جاتا ہے تو اُن کو کچھ عطیہ دیا جاتا ہے۔ میں آپ سے چک 23 کے لیے لاؤڈ سپیکر مانگتا ہوں۔ اُنھوں نے خوشی سے عنایت کر دیا اور کامیابی کے لیے دعا دی۔ اس موقع پر حافظ جی کے ہم مکتب اور مُفتی جی کے ایک اور شاگرد بیٹھے تھے جو اپنی مرضی سے سرگودھا کے نواحی چک کی مسجد میں گئے تھے اُنھوں نے بھی استاد جی سے عطیہ طلب کیا۔ میرے ساتھی خالد خدری بے ساختہ بول اُٹھے جو بیٹی خود بخود جائے اُسے میکہ سے کچھ نہیں ملتا۔ تمام حاضرین مسکرائے۔ محترم حافظ محمد دین خدمت دین کے لیے چک 23 تشریف لے گئے تو اُس وقت گاؤں میں شرکیہ خرافات اور شادی بیاہ کے موقع پر ہندی تہذیب کی بھرمار تھی۔ اذان سن کر چند ضعیف العمر مسجد کا رخ کرتے۔ اکثر جوان اپنے کام کاج اور کھیل کود میں مصروف رہتے۔ حافظ جی نے پہلے خطبہ جمعہ میں وعظ و نصیحت کے بعد حاضرین کو آگاہ کیا ”میں نے آپ سے تنخواہ یا فصلانہ مقرر نہیں کیا۔ البتہ واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہوں کہ ”میں بے نماز کا جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔ خدا نخواستہ ایسی صورت حال کا سامنا ہوا تو آپ مجھے مجبور نہ کرنا۔“ اس کے بعد پرزور انداز میں نصیحت کی کہ آپ اپنے بچوں کو مسجد بھیجیں تاکہ وہ اسلام کی بنیادی تعلیم حاصل کریں۔ اس اعلان کے بعد اکثر نوجوانوں نے مسجد کا رخ اختیار کر لیا اور قرآن

حکیم سے رشتہ قائم کر لیا۔ حافظ جی نے مدرسہ سے فارغ ہو کر مطالعہ سے تعلق قائم رکھا۔

آپ سحری کے وقت بیدار ہوتے نماز تہجد اُن کی زندگی کا معمول رہا۔ فارغ ہو کر تفسیر ابن کثیر کا مطالعہ کرتے۔ نماز فجر کے بعد قرآن حکیم کی چند آیات کی مخصوص انداز میں تلاوت کرتے۔ پھر قرآنی حروف کا لفظی ترجمہ کرتے جاتے۔ اس کے بعد با محاورہ ترجمہ کرتے۔ شان نزول پر روشنی ڈالنے کے بعد عام فہم دل نشین انداز میں تفسیر بیان کرتے۔ اس وقت لاؤڈ سپیکر پر پابندی نہ تھی۔ مستورات مکانوں کی چھتوں پر بیٹھ کر دل کو ایمان کے نور سے منور کرتیں۔ آپ نے دودفعہ تفسیر مکمل کی تیسری دفعہ جاری تھی کہ آپ بیمار ہو گئے۔

مولانا محمد رمضان مجاہد، مولانا دلدار احمد، راؤ مصطفیٰ، محبوب عالم، حافظ محمد شریف، حافظ محمد حنیف، محمد شفیق وغیرہ نے آپ سے قرآن حکیم کا ترجمہ پڑھا۔

اسلامی تاریخ کی مناسبت سے خطبہ جمعہ کے لیے موضوع کا انتخاب کرتے۔ مطالعہ کرنے کے بعد منبر پر خطاب کرتے۔ آپ کہا کرتے کہ ”اگر مطالعہ سے تعلق ختم ہو جائے تو علم کا چشمہ خشک ہو جاتا ہے۔ تعلیم کا مقصد تزکیہ نفس ہے۔ داعی خود مجسم دعوت بن جائے تو دعوت و تبلیغ کا معیاری اور موثر ذریعہ بن جاتا ہے“، محترم حافظ جی جس طرح نماز کی ادائیگی میں سنت پر عمل کرتے تھے، اسی طرح آپ روزمرہ زندگی کے معاملات میں اسوہ حسنہ پر عمل کرتے رہے۔ بچپن کی تعلیم و تربیت ذہن پر نقش ہو جاتی ہے۔ اور اس کا اثر آخر دم تک رہتا ہے۔ خدا نخواستہ جوانی میں کسی بری سوسائٹی میں پڑ جائے تو اُس کا ضمیر کم از کم ملامت کرتا رہتا ہے۔ تاوقت یہ کہ نکل کر مسجد سے رشتہ قائم نہ کر لے۔

محترم حافظ جی بچوں کو قرآن حکیم خود سکھاتے اور اُن کے تزکیہ پر خصوصی زور دیتے۔ جب بچوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو آپ نے ایک مستقل قاری کی بھی خدمات حاصل کر لیں۔ تاہم نگرانی کے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

موسم گرما کی تعطیلات ہونے پر آپ کو فکر دامن گیر ہو جاتی کہ بچے گلیوں بازاروں میں پھر کر آوارہ نہ ہو جائیں۔ اس خدشہ کے پیش نظر دو تعلیم یافتہ اساتذہ کا اہتمام کرتے جن کا ذہن

دینی ہوتا۔ وہ پہلی سے دسویں جماعت تک بچوں کو مسجد میں چھٹیوں کا کام بھی کراتے اور مسنون دعائیں، چند قرآنی سورتیں یاد کراتے اور اسلام کے بنیادی عقائد سے روشناس کراتے۔

ایک مرتبہ چک 23 کی جماعت سیاسی اختلاف کی بنیاد پر دو دھڑوں میں بٹ گئی۔ آپ کے بھائی جلال دین نے ایک پارٹی کا ساتھ دیا۔ حالات کشیدہ ہو گئے۔ فریق ثانی نے کہا مسجد میں دیوار کھڑی کر کے دو حصوں میں تقسیم کرنا ہے۔ حافظ محمد دین نے اس موقع پر نہ زور آزمائی کی اور نہ منت سماجت۔ آپ نے نہایت صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اور جماعت کرانے سے معذوری ظاہر کر دی اور کہا کہ آپ اپنی پسند کا امام لے آؤ، میں اُس کی اقتداء میں نماز پڑھ لوں گا۔ اس دوران فیصل آباد سے چوہدری بشیر احمد آئے انھوں نے فیصل آباد کی مسجد میں امامت و خطابت کی آفر کی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرا جینا مرنا چک 23 والوں کے ساتھ ہے۔ اس طرح آپ کی حکمت عملی سے تنازع رفع دفع ہو گیا۔ بابائے تبلیغ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری نے بورے والا کی مسجد میں خدمت کے لیے قدم رکھا۔ نصف صدی سے زائد عرصہ وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ جب مالک حقیقی کا پیغام آیا تو اُسی مسجد سے چارپائی اُٹھی۔ اس طرح حافظ جی سینتالیس سال چک 23 کی مسجد کی خدمت کرتے رہے مگر جگہ تبدیل نہ کی۔

عبدالوحید گجر بیان کرتا ہے کہ چک نمبر 23 الف جنوبی میں محترم حافظ محمد دین کی حیثیت روحانی طبیب کی تھی۔ اُن کی ساری زندگی نوجوانوں کی تعلیم و تربیت اور اخلاق سنوارنے میں گزری۔ وہ اُن کو بری سوسائٹی سے بچانے کے لیے ممکنہ ذرائع بروئے کار لاتے تھے۔ انھوں نے نوجوانوں کی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لیے جاسوسی سسٹم بنایا ہوا تھا۔ جو بچوں کی دن بھر کی سرگرمیوں کی رپورٹ حافظ جی کو پہنچاتے تھے۔ اس طرح حافظ جی ہمہ وقت نوجوانوں کی کاروائیوں سے باخبر رہتے تھے۔ لڑکوں کو فکر و امن گیر رہتی کہ ہمارے کسی بھی غیر اخلاقی فعل کی رپورٹ حافظ جی کے پاس پہنچ گئی تو ہمیں شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔ اس خوف سے ہر جوان اپنا اخلاق اور نصابی و غیر نصابی مصروفیات درست رکھتا۔

حافظ محمد دین درس و تدریس کے دوران ایمان میں پختگی، عقائد کی اصلاح اور اسوہ







حسنہ کے مطابق روزمرہ زندگی کے معاملات کو طے کرنے کی دعوت دیتے رہے۔ آپ کے وعظ و نصیحت کی اثر پذیری کا نتیجہ ہے کہ اُن کے جماعتی احباب صوم و صلوة کے پابند ہو گئے۔ وہ رزق حلال سے بچوں کا پیٹ پال رہے ہیں اور اپنی کمائی سے غرباء کا حق نکال کر روحانی تازگی حاصل کر رہے ہیں۔ جو تنگ دست ہیں، وہ رب کی رضا پر الحمد للہ پڑھ رہے ہیں۔ مسجد اہلحدیث میں باجماعت نماز پڑھنے سے اس طرح سکون حاصل ہوتا ہے جس طرح مچھلی کو پانی میں ملتا ہے۔ بچے بزرگوں کا نہایت احترام کرتے ہیں اور عمر رسیدہ اُن سے پیار کرتے ہیں۔ عورتیں شرعی پردہ کو اپنے لیے بوجھ نہیں، زیور سمجھتی ہیں۔ یہ عالم بائبل حافظ محمد دین کے تعلیم و تزیین کا ثمر ہے۔

وہ اپنے علاقہ میں روحانی و جسمانی علاج معالجہ کی وجہ سے معروف تھے۔ گاؤں کے سبھی لوگ آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ جب کسی کام کاج کے سلسلہ میں بازار سے گزریں تو لوگ ادب سے ملتے ہیں اور اُن سے مصافحہ کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ جماعتی ساتھی مسجد میں جس طرح سنت کے مطابق نماز پڑھتے ہیں، اس طرح وہ گھر، دوکان، دفتر اور شادی و غمی کے مواقع پر عامل بالحدیث ہیں۔ وہ نہایت مفسر اور خوش اخلاق ہیں۔

### جماعتی پیار کا ثمر:

حافظ محمد دین کی بے لوث دینی خدمت، اخلاق حمیدہ اور حکمت عملی سے مقامی جماعت اس قدر منظم و فعال اور مخلص ہو گئی کہ وہ اُن کے اشارے پر تن من دھن قربان کرنے کے لیے تیار رہتی۔ حافظ جی 23 چک میں آگئے تو ابھی اُن کے والد آبائی گاؤں کوٹ بھائی خان میں کاشت کاری کرتے تھے۔ اُن کی چھ ایکڑ ارضی میں گندم کی فصل پک کر تیار ہو گئی۔ حافظ جی نے فصل کی کٹائی کے لیے اجازت طلب کی تو جماعت کے چودہ افراد آپ کے ہمراہ جانے کو تیار ہو گئے ثناء اللہ راوی ہیں کہ جب ہم کوٹ بھائی خان کے ڈیرہ سباجی پہنچے تو دیگر کسانوں نے مذاق اڑایا کہ یہ مولوی گندم کیا کاٹیں گے؟ ہم نے سحری کے وقت اٹھ کر کٹائی شروع کر دی۔ دن چڑھنے تک کٹائی تمام کر دی۔ پھر اس کو اکٹھا کر کے دوپہر کا کھانا کھایا۔ نماز ظہر پڑھ کر ہم واپس آ گئے۔ ثناء اللہ دیگر احباب نے فرط محبت سے کہا کہ جب حافظ جی کے والد ہمارے چک میں آ گئے، انھوں

نے رقبہ کاشت کرنا شروع کر دیا۔ ہم جماعتی ساتھی کھیتی باڑی میں معاونت کے لیے موقع کے انتظار میں رہتے بیجائی، کٹائی پر جماعتی احباب پہنچ جاتے اور حافظ جی کی بے لوث خدمت کے صلہ میں کام کرنا اپنی سعادت سمجھتے۔

### مقامی جماعت سے پیار:

عبدالواحد گجر راوی ہے عمر کے آخری ایام میں مولانا حافظ محمد دین کی زندگی کا معمول بن گیا کہ آپ عصر کے وقت ویل چیر پر بیٹھ کر مسجد تشریف لاتے اور نماز کے بعد مسجد سے ملحقہ سبزہ زار عید گاہ میں تشریف لے جاتے۔ احباب جماعت اپنے کام کاج چھوڑ کر ان کے پاس بیٹھ جاتے۔ حافظ جی ان کے لیے چائے کا آرڈر بھیج دیتے، ہم ماضی میں تحریکی سرگرمیوں کے واقعات یاد کرتے تھے۔ میں نے ایک دن فکر آخرت پر ان کی زندگی کا محبوب شعر سوز و گداز سے پڑھا۔

خوش گلزار باغیچے اندر گھلی وا خزاں دی

پتر اُڑ پر دیسی ہو گئے ٹھنڈی چھاں جھاں دی

آج عید گاہ میں حافظ جی کی مجلس میں گزرے لمحات یاد کرتا ہوں دل اداس ہو جاتا ہے اور زبان سے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَہُ کے الفاظ نکلتے ہیں۔

ایچھے استاد کی خوبی ہوتی ہے کہ وہ بچے کی عمر اور فہم کے مطابق لیکچر دیتا ہے تاکہ بچہ اس سے مانوس ہو جائے، اسے بوجھ محسوس نہ کرے بلکہ ذوق شوق سے علم و فن میں مہارت حاصل کرے۔

خاتم النبیین ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اللہ نے مسلمانوں پر ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو دعوت کا سلیقہ سکھایا۔

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ

(النحل - 125)

حافظ محمد دین قرآنی ہدایات کے مطابق دعوت و اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

وہ نہایت سنجیدہ طریقہ سے مخاطب کی ذہنیت کا لحاظ رکھتے ہوئے گفتگو کرتے اور نرم اور دل نشین انداز سے موقف پیش کرتے۔ جسے مخاطب اپنے لیے مفید سمجھتے ہوئے اپنالیتا۔

آپ کی دعوت حکمت و نصیحت سے لبریز تھی۔ چشم دید واقعہ پیش کرتا ہوں۔ میری والدہ صاحبہ خاتون جو برادری میں صلہ رحمی کی وجہ سے معروف تھی، وہ کچھ عرصہ سے بیمار تھیں۔ قریبی رشتہ دار کی شادی تھی۔ میری بہن منظور فاطمہ تہجد گزار خاتون تھی۔ وہ گھر سے باہر نہ جاتی تھی۔ والدہ کے اصرار پر وہ باپ کے ہمراہ شادی پر چلی گئی۔ اسی رات والدہ کو دل کی تکلیف ہوئی۔ ڈاکٹر نے علاج معالجہ کیا لیکن ان کی روح پرواز کر گئی۔ موبائل فون کا دور نہ تھا۔ سیشنل اطلاع دینے پر باجی صبح آئی۔ محترم حافظ جی کو بروقت اطلاع دی وہ سفر پر تھے دوسرے دن تعزیت کے لیے تشریف لائے اُن کے سامنے معمرہ پیش کیا کہ میری بہن والدہ کی جدائی پر غم سے نڈھال ہو کر روئی جا رہی ہے بار بار یہ کہتی ہے ”میری والدہ کو تکلیف ہوتی تو میں نفل پڑھتی اور اللہ والجلال کے دربار میں آواز دہرائی کرتی تو میری والدہ پر دورہ کی شدت ختم ہو جاتی۔ میں شادی میں شمولیت کے لیے سکیس کیوں گئی“

محترم حافظ جی صورت حال سے آگاہ ہوئے انھوں نے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور کہا میرے ماموں خوشی محمد کی بیٹی! یہ تو بتاؤ اللہ والجلال کے سامنے کس کا زور چلتا ہے۔ وہ تو بے نیاز ہے۔ اُس نے اپنے پیارے محبوب محمد ﷺ کو پیدا کیا تو اُن کے والد حضرت عبداللہ فوت ہو چکے تھے۔ جب چھ سال کے ہوئے تو اُن کی والدہ محترمہ مائی آمنہ فوت ہو گئیں۔ فاطمہ الزہراءؓ چھوٹی عمر کی تھیں کہ اُن کی والدہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ فوت ہو گئیں۔ جب نبی کریم ﷺ فوت ہوئے تو اُس وقت فاطمہ الزہراءؓ بے حد اداس ہوئیں۔ آنسو ضرور بہائے لیکن بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا اور نہ ہی انھوں نے کھانا پینا ترک کیا۔

محترم حافظ جی نے اس کے بعد ایک مثال سنائی۔

”ایک گاؤں کے مولوی صاحب کو بیوی سے پیار تھا۔ وہ فوت ہو گئی تو وہ اس کی جدائی میں اس قدر دل برداشتہ ہوا کہ اُس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ مقامی لوگوں نے سمجھایا تو اُس نے گھر

کا دروازہ بند کر دیا۔ گاؤں کی معمر عورت کو ترکیب سوچھی اُس نے دروازہ کے باہر کھڑے ہو کر کہا مولوی صاحب! آپ دروازہ بے شک نہ کھولیں ایک مسئلہ درپیش ہے اندر سے سمجھا دیں۔” میرے رشتہ داروں کی شادی تھی محلہ کی عورت سے طلائی زیور مانگ کر لیے۔ دیگر عورتوں نے سراہا اور کہا کہ آپ کو خوبصورت لگ رہے ہیں۔ اب میرا دل نہیں کرتا کہ واپس کروں۔ مالکہ زیور کی واپسی کا مطالبہ کر رہی ہے۔ مولوی صاحب آپ مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں؟ مولوی صاحب نے یہ سن کر چٹ پٹ فوراً دروازہ کھولا اور نہایت غصے سے کہا جب زیور مالکہ کا تھا۔ اور وہ زیور کی واپسی کا مطالبہ کر رہی ہے تو اُس زیور کو واپس کر دو اور تمہیں افسردہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ اُس نیک سیرت سائلہ نے مولوی صاحب کی زبانی یہ جملے سن کر فوراً کہا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے چند دن کے لیے آپ کو امانت دی۔ اب اُس نے واپس لے لی ہے تو آپ نے دل برداشتہ ہو کر گھر کا دروازہ کیوں بند کر لیا؟

مولوی صاحب یہ سن کر نادام ہوئے اور فوراً مسجد کا رخ اختیار کر لیا اور اللہ کے دربار میں بے صبری کی معافی مانگی۔

میری باجی منظور فاطمہ یہ واقعہ سن کر مسکرائیں۔ حافظ جی نے عرض کیا کہ آپ کی بات سے اتفاق ہے کہ تم نفل حاجت پڑھنے کے بعد رو کر دعا مانگتی تو اللہ تعالیٰ تیری والدہ کو صحت دے دیتا۔ لیکن تقدیر کا معاملہ اٹل حقیقت ہے جس کو کون نال سکتا ہے۔ باجی نے روٹی کھائی اور نماز کے بعد رب ارحمہما کما ریبنی صغیرا کی دعا پڑھنا معمول بنالیا۔

مکرم حافظ جی نہایت حیا دار خوش اخلاق نرم طبیعت کے مالک تھے۔ آپ سے ایسا قول و فعل سرزد نہیں ہوا جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچی ہو اور نہ ہی کسی کا حق غضب کیا۔ اگر کوئی صاحب آپ کے ساتھ بے مروتی سے پیش آتا تو آپ نے خندہ پیشانی سے اس کا جواب دیا۔ اسے اپنے کیے پر نادام ہونا پڑا۔ آپ نے فراخ دلی سے اسے معاف کر دیا۔ آپ طبعاً حلیم اور بردبار تھے۔ آپ احباب کے ساتھ خوش طبعی اور ظرافت سے پیش آتے۔ موقع کی مناسبت سے اُن سے ہنسی مذاق بھی کر لیتے تاہم مذاق سنجیدہ قسم کا ہوتا۔ جس میں کسی کی دل شکنی نہ ہوتی۔

حافظ جی: سہانی و روحانی طبیب تھے۔ مریض اپنے راز کی بات بتاتے۔ آپ حالات کی مناسبت سے مشورہ دیتے اور علاج معالجہ کرتے لیکن اُس کا راز افشاء نہ کرتے۔  
برادر مکرم حافظ جی لوگوں کو نفع پہنچانے اور ضرر سے بچانے کی کوشش میں مصروف رہے۔ اگر آپ کو پتہ چل جاتا کہ برادری یا جماعتی احباب کے مابین کسی قسم کا تنازعہ رونما ہو گیا ہے۔ تو آپ دونوں فریقوں سے مل کر انصاف سے صلح کراتے۔ محفل کے رازوں کو سیدہ میں محفوظ کر لیتے۔

حافظ جی وعظ و نصیحت میں حکمت سے کام لیتے۔ دینی احکام سکھانے میں نرمی اور آسانی اختیار کرتے۔ وہ خطبہ جمعہ کو طول دینے سے اجتناب کرتے۔ اگر کسی جماعتی ساتھی کو غلطی کرتے دیکھتے یا سنتے تو آپ اُسے دوسروں کے سامنے نہ ٹوکتے بلکہ علیحدہ سمجھاتے یا خطبہ کے دوران اُس برائی کی مذمت کرتے اور اس سے بچنے کی تلقین کرتے۔ حافظ جی مخصوص انداز میں قرآن حکیم کی تلاوت کرتے، اس کا ترجمہ کرتے۔ تشریح میں احادیث کا حوالہ دیتے۔ موضوع کی مناسبت سے روزمرہ زندگی کی مثالیں پیش کرتے تاکہ سامعین اچھی طرح سمجھ لیں۔ آپ وعظ و نصیحت ٹھہر ٹھہر کر واضح الفاظ میں بیان کرتے تاکہ سامعین سن کر سمجھ سکیں۔ آپ تکبر کی مذمت کرتے اور عجز و انکساری کا درس دیتے تھے۔ آپ کی عملی زندگی تواضع و فروشی لطف و مہربانی کا عمدہ نمونہ تھی۔ جب آپ اپنے آبائی گاؤں کوٹ آتے تو بزرگ یا ہم عمر مکتب آپ کو سر راہ مل جاتے تو آپ اُن کا نام لے لے کر سلام کہتے۔ جب تک وہ اجازت نہ دیتے آپ رخصت نہ ہوتے۔ اُن کا اکرام و احترام کرتے۔

علاقہ کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کرتے۔ آپ موقع پر بھی دعا کرتے۔ جب وہ چلا جاتا تو حافظ جی رب ذوالجلال کے دربار میں اس کے لیے اور دیگر حاجت مندوں کے لیے غائبانہ دعا کرتے تھے۔ لیکن آپ کی انکساری میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔  
محترم حافظ جی عالم باعمل تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی زبان اطہر سے نکلے ہوئے عام احکام پر بھی کار بند رہنے کو سعادت سمجھتے تھے۔ وہ آج تک کسی گھر میں بغیر اجازت ملے داخل نہ

ہوئے۔ جب انھیں چھینک آتی تو خود بخود الحمد للہ کہتے۔ بیماروں کی تیمارداری کرنا اُن کی زندگی کا معمول رہا۔

## قرب الہی:

نوافل کی کثرت قرب الہی کا ذریعہ ہے۔ وہ خشوع و خضوع سے دعا کرتے تھے تو اللہ سبحانہ اس کو عموماً قبولیت کے شرف سے نوازتا ہے۔ یقین الرحمن آف چک 23 راوی ہیں۔ برسات کا موسم تھا۔ مسلسل کئی دن سے موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ لوگ پریشان حال تھے، انھوں نے مسجد میں دعا کی درخواست کی۔ حافظ جی نے آسمان کی طرف منہ کیا۔ زبان سے رورو کر اللہمَّ حَوِّالِیْنَا وَلَا غَلِیْنَا دعا پڑھتے رہے اور انگلی سے اشارہ کرتے رہے۔ اللہ نے آپ کی آہ وزاری منظور کر لی اور کچھ دیر بعد بادل ہٹ گیا۔

ایک دفعہ ہمارے علاقہ میں کافی عرصہ سے بارش نہ ہوئی۔ کسان بے حد پریشان تھے۔ عوام گرمی سے نڈھال تھے۔ جاہلوں نے سڑکوں پر کھڑے ہو کر مسافروں پر پانی پھینکنا شروع کر دیا۔ تاہم اُن کو منہ کی کھانا پڑی۔ حافظ جی نے گاؤں کے احباب کو کھلے میدان میں لے جا کر نماز استسقاء ادا کی اور بارش کے لیے دعا کی۔ اللہ نے قبول کیا اور لوگ بارش سے بھیگ کر گھر پہنچے۔

مولوی منظور احمد آف گوجران والا راوی ہیں۔ کہ جوہر آباد میں 2008ء کی کانفرنس میں حافظ محمد دین مہمان خصوصی تھے۔ موسم ابراؤ تھا۔ جب حافظ جی نے خطاب شروع کیا تو بارش ہو گئی۔ اُس وقت حافظ جی نے بارگاہ الہی میں رقت سے دعا پڑھی تو بارش اس طرح رک گئی جس طرح بجلی کا بلب بند کر دیا جاتا ہے۔

قاری عبد المجید مظفر گڑھی بیان کرتے ہیں کہ 1994ء میں حافظ محمد دین میرے ہمراہ ہماری ہستی روحیلہ والی کے لیے سفر پر روانہ ہوئے۔ بس سٹاپ سے اتر کر چند قدم ہی چلے تھے کہ میرے پاؤں میں موج آگئی اور چلنا دشوار ہو گیا۔ میرے پاس 20 کلو وزنی سامان تھا جو حافظ جی نے اپنے سر پر اٹھا لیا اور سٹاپ سے گاؤں تک 3 کلو میٹر کا سفر پیدل طے کیا۔



چونکہ گاؤں میں کافی عرصہ سے بارش نہ ہوئی تھی جمعہ کا دن تھا لوگوں نے دعا کے لیے درخواست کی۔ حافظ جی نے دوسرے خطبہ میں بارہاں رحمت کے لیے رب ذو الجلال کے حضور نہایت خلوص سے دعا کی۔ ابھی ساتھی نماز سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش نازل فرمائی۔ اس کے بعد حافظ جی جب بھی ہمارے گاؤں میں تشریف لاتے تو اہل دیہہ ایک دوسرے سے کہتے کہ بارش والے مولوی جی آئے ہیں۔

قاری صاحب راوی ہیں کہ ہمارے گاؤں روہیلہ میں ایک عورت کا ذہنی توازن بگڑ چکا تھا۔ گلی کو چوں میں نکل کر بے محل باتیں کرتی تھی۔ لواحقین اُس کو حافظ جی کی خدمت میں لائے۔ اس کی صحت یابی کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے پڑھ کر دم کیا اور دعا بھی کی۔ قدرے افاقہ ہو گیا آپ نے کہا کہ وہ اس کے لیے گاؤں جا کر خصوصی دوائی بنا کر بھیج دیں گے آپ نے اپنی جب سے دوائی تیار کی اور پارسل کر دی۔ اللہ نے اُسے شفا کاملہ عطا فرمائی۔ اُسے دوبارہ اس مرض کی شکایت نہ ہوئی۔

### سفر کی دعا کا ثمر:

عزیز م عبدالمالک راوی ہیں کہ اباجی اور محمد ایوب کے ہمراہ ملتان گئے۔ کام سے فارغ ہو کر نماز عشاء کے بعد بس پر سوار ہوئے۔ اباجی نے سفر کی دعا پڑھی اور جیب سے رقم نکال کر جرابوں میں ڈال دی۔ سرگودھا کے قریب 92 موڑ پر ڈاکوؤں نے بس روک لی۔ تلاشی لے کر لوٹنا شروع کر دیا۔ ایک ڈاکو حافظ جی کے قریب آیا تو آپ نے جیب سے دو روپیہ کا نوٹ نکالا اور رعب سے کہا تمہارا پہلا ساتھی لے گیا ہے۔ وہ مرعوب ہو کر چلا گیا۔ جب گاڑی سرگودھا پہنچی تو مسافر پریشان حال تھے کہ گھر کیسے پہنچیں گے۔ حافظ جی نے جرابوں سے رقم نکال کر مسافروں میں بانٹ دی۔ وہ دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

### ناحق مقدمہ سے بری:

چک 23 میں گجر برادری کے مابین تصادم ہوا۔ حافظ محمد دین کے بھائی جلال دین نے ایک فریق کا ساتھ دیا۔ مخالفین نے دفعہ 307 کے تحت مقدمہ دائر کروادیا۔ جب کہ حافظ جی اور

چوہدری عبدالواحد کو مشورہ میں شامل کیا گیا۔ چوہدری عبدالواحد راوی ہیں کہ حافظ جی نے مسجد کے منبر پر کھڑے ہو کر حلفاً کہا کہ میرا اور چوہدری عبدالواحد کا اس معاملہ میں کوئی عمل دخل نہ ہے۔ لیکن مخالفین اپنے موقف پر قائم رہے۔ جس دن عبوری ضمانت کی تاریخ تھی۔ حافظ جی نفل حاجت پڑھ کر روانہ ہوئے اور رستہ میں کاغذ پر لکھی ہوئی دعا کا وظیفہ پڑھتے رہے۔ عدالتی پکار پر حاضر ہوئے تو جج نے حافظ جی اور مجھے باعزت مقدمہ سے خارج کر دیا اور باقی افراد کی عبوری ضمانت منسوخ کر دی۔

محمد یوسف اور ثناء اللہ راوی ہیں کہ حافظ محمد دین جی حج پر جا رہے تھے۔ ڈاکٹر خالق داد سوآنہ سول ہسپتال بھاگنا نوالہ ملنے کے لیے تشریف لائے۔ اُس نے عرض کی کہ میری بیٹیاں ہیں وہاں جا کر میرے لیے دعا کرنا۔ حافظ جی نے حرم میں بیٹھ کر اُن کے لیے بیٹے کی دعا کی۔ اللہ نے ایک سال بعد اُن کو بیٹے کی نعمت سے نوازا۔

چک 23 کی نواحی بستی میں والدین نے بچی کا رشتہ بڑی مشکل سے من پسند جگہ طے کر دیا۔ شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی، برات کی آمد کی تاریخ تھی کہ بچی کے والد کو باوثوق ذرائع سے لڑکے اور اس کے خاندان کے بارے پتہ چلا کہ ان کے عقائد مشرکانہ ہیں اور بے نماز اور جھگڑالو ہیں۔ وہ پریشانی کے عالم میں آئے۔ حافظ جی ہم اس طرح پھنس گئے ہیں۔ برات آرہی ہے، دعا کریں۔ ماجرا سن کر حافظ جی نے نفل حاجت پڑھے اور رورو کر دعا کی الہی! اس شادی کا انجام بچی کے لیے بہتر ہے تو اس شادی کو پایہ تکمیل تک پہنچا اگر نہیں تو اس سے چھٹکارا دلا دے اور ان کا نیک سبب پیدا فرما۔ نتیجہ یہ نکلا کہ برات راستہ سے خود بخود واپس چلی گئی اور اس بچی کا رشتہ ایک عالم باعمل ڈاکٹر سے طے پایا آج وہ خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہیں۔

حافظ عبدالماجد کی ممتاز دینی گھرانہ کی عالمہ سے نسبت بات چیت چل رہی تھی۔ حافظ کے بھائی رضا مند نہ تھے۔ آپ عمرہ تشریف لے گئے اور حرم میں بیٹھ کر دعائے استخارہ پڑھی۔ جب تشریف لائے تو آپ کے بھائی اس شادی پر رضا مند ہو گئے۔

محمد یعقوب راوی ہیں کہ میرا بیچنگ چھوڑ کر امریکہ جانے کا پروگرام بن گیا میں اپنے

والد محمد رفیق اور بھائی محمد شفیق کے ہمراہ دعا کے لیے حافظ جی کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم سب نے مل کر اللہ کے دربار میں بنییریت سفر کے لیے دعا کی مجھے وہ سفر اس طرح ہلکا پھلکا محسوس ہوا جس طرح اپنے گاؤں سے ساتھ والے گاؤں میں آگیا ہوں۔ دوسری دفعہ جب میں پاکستان سے امریکہ جا رہا تھا امریکی ایئر پورٹ پر اتنی سخت تفتیش کی گئی میں اچھا خاصا پریشان ہو گیا۔ تیسری دفعہ جب پاکستان سے امریکہ آیا۔ تو حافظ جی سے دعا کرائی تو ایئر پورٹ پر نہ کسی نے سوال کیا اور نہ ہی کسی نے روکا اس طرح میرا سفر نہایت خوش گوار ماحول میں ہوا۔

### خیر خواہی کا جذبہ:

اسلام خیر خواہی کا دین ہے جو اپنے پیروکاروں سے اس کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کی ہر حال میں مدد کرے۔ اگر حق پر ہو تو اُس کا ہاتھ بٹائے اگر حق پر نہ ہو تو اسے ظلم سے روکنے کی نصیحت کرے۔ محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا:

”آدمی کو چاہیے کہ اپنے بھائی کی مدد کرے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اگر ظالم ہو تو اُس کو ظلم سے باز رکھے، یہی اُس کی مدد ہے اور اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کرے“

(مسلم کتاب البر والصلۃ)

محترم حافظ جی کی زندگی شاہد ہے کہ وہ ظالموں کو حتی المقدور ظلم سے روکتے رہے اور مظلوموں کا ساتھ دیتے رہے۔ عبدالواحد گجر نے ساتھیوں کے رو برو گاؤں کا واقعہ سنایا کہ ایک ظالم درندے نے ہمارے گاؤں کی لڑکی کو اغوا کیا۔ اس کا والد غریب آدمی تھا جس نے حافظ جی کو روداد سنائی۔ حافظ جی نے اس کی بازیابی کے لیے اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا۔ اُن کو مفید ذرائع سے معلوم ہوا کہ لڑکی کوئٹہ میں موجود ہے۔ مسلسل تگ و دو سے لڑکی کو واپس لائے اور حافظ جی نے تمام تر خرچہ خود برداشت کیا۔

پیپلز پارٹی نے اپنے پہلے دور حکومت میں مزارعین کے حقوق متعین کیے۔ اُس وقت ڈیرہ ڈوگھ میں سباجی، بیگوانہ اور واڈھرہ عرصہ پچاس سال سے آباد تھے۔ مالکان کو خدشہ لاحق ہوا کہ حکومت طویل عرصہ تک قبضہ کی آڑ میں زمین کو مزارعوں کے نام الاٹ نہ کر دے۔ انھوں

نے بے دخلی کی درخواست دے دی چونکہ مزارعین کے مالی وسائل کا انھما رکاشت کاری تھا اُن کے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ وہ پریشان حال تھے۔ ان میں حافظ جی کا بہنوئی عطا محمد سباجی بھی تھا۔ محمد نواز پلٹو نے حافظ جی کو تمام رووا دسنائی۔ حافظ جی نے باوثوق ذرائع سے تحقیق کی کہ متعلقہ تحصیل دار کون ہے اور اس کے کن لوگوں سے تعلقات ہیں۔ تحقیق کے بعد حافظ جی چک کے عبداللہ خالد حدری کو ہمراہ لے کر چک 91 کے نمبر دار علی محمد سے ملے۔ وہ متعلقہ تاریخ کو سفارشی بن کر آئے۔ تحصیل دار نے نمبر دار کی آؤ بھگت کی اور آنے کا مقصد پوچھا۔ انھوں نے مدعا بیان کیا تو اُس نے لسٹ حوالے کر دی کہ اس پر اپنے آدمیوں کے نام لکھ دو۔ یہ سن کر عطا محمد سباجی نے کہا میرے لیے باعث شرم ہے کہ میں بحال ہوں اور دوسرے بے دخل ہو جائیں۔

مالکوں نے محمد رمضان، محمد شیر بیگوانہ کے خلاف چارہ کاٹنے کا الزام عائد کیا۔ پولیس اُن کو پکڑ کر لے گئی اور جیل میں ڈال دیا۔ اُس وقت حافظ جی کا تعلق دارنچ محمد حسین بسراشیخوپورہ میں تھا۔ حافظ جی نے اُن کے پاس جا کر حقائق سے آگاہ کیا۔ اُس نے متعلقہ سول جج کو فون کیا جس نے مقدمہ کو جھوٹا قرار دے کر مقدمہ خارج کر دیا۔

### غیر جانب دارانہ فیصلہ:

حافظ محمد دین ثالثی کے دوران کسی قسم کے تعلق کو خاطر میں نہ لاتے۔ دلائل و براہین کی روشنی میں حق و انصاف سے فیصلہ صادر کرتے۔ حافظ عید الماچہ راوی ہیں کہ چک 23 میں پٹھان اور چدھڑ برادری میں زمین کے تنازعہ کو حل کرنے کے لیے حافظ جی کو ثالث مقرر کیا گیا تو انھوں نے حقائق کو مد نظر رکھ کر چاؤید خان پٹھان کے حق میں فیصلہ صادر کیا۔ جس پر چدھڑ برادری نے ناراضگی کا اظہار کیا کہ ہم 23 چک کے نتیجے، حافظ جی نے ہمارا ساتھ نہیں دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ مومن کا یہ شیوہ نہیں کہ وہ انصاف کرتے ہوئے نسلی، علاقائی یا مذہبی تعلق کو ترجیح دے بلکہ اُسے حق و صداقت کا ساتھ دینا چاہیے۔

### علاقہ میں اعتماد اور وقار:

حافظ محمد دین علاقہ کی معروف معزز اور با اعتماد شخصیت تھے۔ چوہدری عبدالواحد راوی

ہے ہمارے علاقہ میں سوہنی اور چک 23 کے نمبردار چوہدری نور دین کے مابین زرعی زمین کا تنازعہ تھا۔ جس نے کافی شدت اختیار کر لی اور معاملہ سپریم کورٹ تک جا پہنچا۔ صلح جو افراد نے کشت و خون ریزی سے بچاؤ کے لیے تدبیریں کیں۔ جس پر سوہنی برادری رقم دینے کے لیے تیار ہو گئی۔ نمبردار نے سوہنی برادری کی طرف سے پیش کردہ ناموں کی فہرست کو رد کرتے ہوئے کہا کہ مجھے حافظ محمد دین کے سوا کسی کی ضمانت قبول نہیں۔ چنانچہ سوہنی خاندان علاقہ کے معززین کو ہمراہ لے کر حافظ جی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُن کے اصرار پر حافظ جی نے حامی بھر لی۔ مقررہ تاریخ پر وہ رقم کا بندوبست نہ کر سکے۔ حافظ جی نے ایفاء عہد کا حق ادا کرتے ہوئے اپنی جیب سے پچاس لاکھ کی خطیر رقم ادا کر دی چنانچہ نمبردار نے سوہنی برادری کو زمین انتقال کر دی۔ آپ نے مالی پریشانی اور ذہنی کوفت برداشت کر لی لیکن اپنی شخصیت کے کردار کو داغ دار نہ کیا۔ عرصہ تین سال کے بعد رقم کی واپسی سبکی زمین کے بدلہ میں وصول ہو گئی۔

### سنت کے احیاء میں مدبرانہ نصیحت:

جامع مسجد اہلحدیث کوٹ بھائی خان (سرگودھا) کی بنیاد 1187ھ میں رکھی گئی تھی۔ جگہ کی قلت کی بنا پر مسجد میں عورتوں کا نماز جمعہ پڑھنے کا سلسلہ شروع نہ ہوا تھا۔ میری بہن رانیہ شاہین نے قرآن حکیم حفظ کیا اور جامعہ علمیہ میں دو ہرایا۔ اُسے مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کا یہ حد شوق تھا۔ مقامی جماعت نے معذرت کی تو اُس نے محترم حافظ محمد دین کی طرف فون کیا۔ حافظ جی نے فوراً انتظامیہ سے رابطہ کیا۔ اُن کا عذر سن کر حافظ جی نے فرمایا کہ دیکھیں آپ کی عورتیں کام کاج کے لیے کھیتوں میں جاتی ہیں۔ بازار سے سودا سلف خرید لاتی ہیں۔ شامی کُرتے۔ موقع پر گلی کو چوں سے گزر سکتی ہیں، اُس وقت فتنہ کا خوف نہیں ہوتا۔ آپ کو خطبہ جمعہ کے لیے بلا کر اتنا ڈر کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا آپ عورتوں کو زبردستی مسجد میں آنے کا حکم نہیں دے سکتے ہیں جو عورتیں آنا چاہیں اُن کو روک نہیں سکتے۔ حافظ جی کا حکم سن کر انتظامیہ نے تعمیل کی۔ کثیر تعداد میں عورتیں مسجد میں آکر خطبہ سنتی ہیں اور مسائل و احکام سن کر عمل کرتی ہیں۔ یہ حافظ جی کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

محترم حافظ جی میزبان کے حقوق کا لحاظ رکھتے۔ اسلام میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق ہیں۔ آپ ان کا احترام کرتے۔ راہ گزرتے بھائیوں کو سلام کرنے میں پہل کرتے۔ مریضوں کی عیادت کرتے۔ چک میں فوٹنگی ہو جاتی۔ اگر شرعی عذر نہ ہوتا تو جنازہ میں شرکت کرتے۔ اگر کوئی دعوت کرتا تو آپ ضرور شامل ہوتے۔

سیالکوٹ میں مجلس شوریٰ کا اجلاس تھا۔ ضلعی اراکین شوریٰ نے اس میں شرکت کرنے سے قبل باہمی مشورہ کرنا تھا۔ میاں عبدالغفار آزاد نے موقع کو غنیمت سمجھا۔ احباب کو دعوت دی جس میں عزیز نے پر تکلف لذیذ کھانوں کا اہتمام کیا۔ حافظ جی اور دیگر ساتھیوں نے ذوق شوق سے کھایا اور میاں جی کے لیے دعا کی لیکن بن بلائے کسی کی دعوت میں شریک نہ ہوتے تھے۔ سرگودھا اکثر تشریف لے جاتے لیکن روٹی کی کسی کو زحمت نہ دیتے۔ محترم حافظ جی نکاح پڑھانے کے لیے گاؤں میں جاتے۔ کسی سے نکاح خوانی کا نذرانہ وصول نہ کرتے۔ اگر دولہا کا والد اصرار کرتا تو وہ رقم لے کر اپنے پاس سے کچھ ملا دیتے اور بچی کو اپنی طرف سے تحفہ دے دیتے۔ جب تک کسی شادی میں باضابطہ کھانے کی دعوت نہ ہوتی، اُن کے گھر سے نہ کھاتے۔ رشتہ داروں کے ہاں دکھ سکھ کے موقع پر جاتے تو اُن کے ہاں کھانا ضرور تبادل فرماتے۔ اگر ٹائم گزر جاتا تو رستہ میں ہوٹل سے کھا لیتے۔

آپ کا بھانجا محمد یونس اور نواسہ محمد زبیر اسلام آباد میں مقیم تھے۔ حافظ جی ذاتی کام کے سلسلہ میں گئے۔ شام چھا گئی تو آپ ہوٹل سے کھا کر گئے۔ انھوں نے محسوس کیا تو نصیحت کی ”بے وقت کسی کے ہاں جاؤ تو روٹی کھا کر جاؤ کیوں کہ مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ میزبان کو تنگی میں مبتلا کرے۔“

### صحبت کی اثر پذیریری:

عزیزم حافظ ثناء اللہ ثاقب بطور اے ایل ایم علاقہ بھاگنوالہ میں تعینات ہوا والدین کا لاڈلا اور اکلوتا تھا۔ 72 کلومیٹر کا فاصلہ کیے بعد دیگرے تین ویکوں میں طے کر کے گھر آ جاتا تھا۔ ایک دن اُسے کسی کام کے سلسلہ میں 23 چک جانا پڑا۔ حافظ جی کو پتہ چلا۔ انھوں نے میری

طرف فون کر کے ناراضگی کا اظہار کیا کہ میرے گھر کو تم نے اپنا گھر نہیں سمجھا۔ اُن کے حکم کی تعمیل کی۔ ثناء اللہ ڈیڑھ سال رہا۔ وہ بیان کرتا ہے ”میری تعلیم و تربیت میں دو شخصیات نے ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ ایک میرے چچا خوشی محمد ہیں جنہوں نے بیٹے سے بڑھ کر پیار کیا، میری تعلیمی و تفریحی ضروریات کا خیال رکھا۔ فارغ وقت مجھے اپنے پاس بٹھا کر زندگی کے انمول سبق آموز واقعات سناتے۔ اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں نصیحتیں کرتے۔ وہ 2008ء میں فوت ہو گئے ہیں لیکن آج بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے، اُن کی نصیحت فوراً یاد آ جاتی ہے۔ دل سے ان کی مغفرت کے لیے دعا نکلتی ہے۔

دوسری اہم شخصیت حافظ محمد دین ہیں جنہوں نے اپنے بیٹوں اور بھتیجیوں کو بلا کر سمجھا دیا کہ اس کے بزرگوں کا میرے والدین سے قریبی تعلق رہا ہے۔ اسے مہمان تصور نہ کرنا بلکہ اپنا بھائی سمجھنا۔ کھانے پینے کی جو چیز اور جس وقت طلب کرے، تم نے فوراً تعمیل کرنا۔ اس لیے مجھے گھر سے دوری کا احساس تک نہ رہا۔

خاندانی ماحول کی وجہ سے صوم و صلوة کا پابند تھا۔ تاہم آپ کی مجلس میں رہ کر روحانی تزکیہ ہوا جو مستقبل میں میرے لیے از حد سودمند رہا۔ پنجاب سیکریٹریٹ لاہور میں کلرک بھرتی ہوا۔ بھائی کے کہنے پر ایم اے انگلش نائٹ کلاس میں داخلہ لیا۔ یونیورسٹی میں مخلوط ماحول تھا۔ کلاس مانیٹر تھا۔ حافظ جی کی تربیت کا اثر تھا کہ کلاس فیلوز کیوں کو اپنی بہن کی طرح سمجھا،

راقم نے سفر آخرت میں تحریر کیا ہے کہ

حافظ جی کی چار پائی گھر میں تھی۔ مسجد میں کئی احباب کونوں میں لگ کر آنسو بہا رہے تھے۔ عزیزم حافظ ثناء اللہ بھی اُن میں سے ایک تھا۔

## وعظ کا ثمر

اسلام میں میت پر بین نوحہ کرنا حرام ہے۔ مخبر صادق محمد ﷺ خواتین سے اس بات پر بیعت لیتے کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی۔ اس لیے کہ مردوں کی نسبت عورتوں میں یہ عادت زیادہ ہوتی ہے۔ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت کے وقت ہم سے عہد

ایا کہ ہم بین نہیں کریں گی۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز)  
نبی کریم ﷺ کے نزدیک یہ کتاب بڑا جرم ہے کہ آپ اس سے بچنے کے لیے عورتوں سے  
بین نہ کرنے کا وعدہ دیتے۔

سیدنا نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر بے ہوشی  
طاری ہو گئی تو ان کی بہن رونے لگی اور کہتی تھی ہائے اے پہاڑ، ہائے ایسے اور ایسے خوبیاں بیان  
کرتی تھی۔ پس جب انھیں ہوش آیا تو فرمایا تو نے جو کچھ کہا تو مجھ سے پوچھا جانا تھا تو اسی طرح ہی  
ہے؟ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

میت کی خوبیوں سے محرومی کا احساس دلانے والے افسردہ انداز میں جملے کہنا سخت  
حرام فعل ہے۔ سیدنا ابوما لک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا  
بین کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے قیامت کے دن اس طرح کھڑا کیا جائے گا  
کہ اس پر تار کول گندھک کا کرتہ اور خارش کی زرہ ہوگی۔ (صحیح مسلم)

ان احادیث کی روشنی میں بین کرنا نوحہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے بچنے  
کی توفیق دے۔ میت پر نوحہ اور ماتم شیعہ کے نزدیک عبادت ہے جب کہ اہل سنت کے تمام  
مکاتیب فکر شرعی طور پر اس کو حرام سمجھتے ہیں۔ تاہم مشاہدہ کی بات ہے کہ اہلحدیث عورتیں میت پر  
جاہلیت کے الفاظ کہنے سے اجتناب کرتی ہیں لیکن دیوبندی بریلوی عورتوں کی اکثریت میت پر  
بین کرتی ہیں۔ عبدالرحمن گجر چک 23 الف کی والدہ بیمار تھیں۔ وہ سول ہسپتال بھاگتا نوالہ میں  
داخل ہوئیں۔ ڈاکٹر نے چیک اپ کرنے کے بعد علاج شروع کر دیا لیکن مریض جانبر نہ سکا۔  
ڈاکٹر سید ہمدانی شاہ نے لواحقین کو فوٹو گئی کی اطلاع دی۔ جن میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ کسی  
نے بے صبری میں کوئی لفظ نہ نکالا۔ زبان سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر خاموش ہو گئیں  
اور ایمر جنسی میں جا کر مریض کو اٹھا کر چارپائی پر لٹایا۔ اور نہایت خاموشی سے میت کو گھر لے  
گئے۔ ڈاکٹر ہمدانی اُن کے صبر و استقامت سے بے حد متاثر ہوا اور ان کے خطیب حافظ محمد دین کی  
تعریف کی جن کی تربیت سے انھوں نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ وہ حافظ جی کو ملنے چک میں آیا۔



2 مئی 2012ء کو حافظ جی خود فوت ہو گئے۔ اُن کی بہن، بیوی اور چار بیٹیاں تھیں۔ گاؤں کی کثیر عورتیں جنازہ میں شرکت کے لیے آئیں۔ کہیں سے بین نوحہ کی آواز نہ آئی۔ اُن کی زبان پر اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ کے الفاظ جاری رہے۔

موضع بکھر بار تحصیل شاہ پور میں اسی سالہ بزرگ خاتون فتح خاتون انتقال کر گئیں وہ پابند صوم صلوٰۃ اور تہجد گزار تھیں۔ وہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی سے پیش آتی تھیں۔ اُس کی خدمت میں حاضر ہوتا تو وہ مجھ سے بے حد پیار کرتی تھیں۔ اُس کے پوتے محمد ندیم نے فون کیا کہ دادی جان مغرب کی نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ کا ذکر کر رہی تھیں۔ وہ اٹھ کر چارپائی پر لیٹ گئیں۔ ہم نے روٹی کے لیے کہا تو پتہ چلا کہ اُن کی روح پرواز کر گئی راقم رات کو پہنچ گیا۔ محلّہ کی عورتوں کا جم غفیر ہو گیا جنھوں نے بین نوحہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ ساری رات جاری رہا۔ افسوس ناک امر یہ ہے اللہ کے گھر سے حَتَّى عَلٰی الصَّلٰوۃ حَتَّى عَلٰی الْفَلَاح کی آواز آرہی تھی۔ ادھر میت کے پاس عورتیں بین نوحہ کر رہی تھیں۔

الہحدیث اور احناف کے علماء کا اتفاق ہے کہ بین نوحہ اور ماتم شرعی لحاظ سے حرام فعل ہے۔ باعث تعجب ہے کہ الہحدیث عورتیں عموماً اجتناب کرتی ہیں اور احناف کی عورتوں کی اکثریت اس جرم کا ارتکاب کرتی ہیں کیوں؟۔ جہاں تک میرا نکتہ نظر ہے الہحدیث عورتیں جمعہ کو مسجد میں جاتی ہیں۔ وہ بین نوحہ کی مذمت میں احادیث رسول سن کر میت پر نوحہ کرنے سے اجتناب کرتی ہیں۔ جب کہ احناف کی مساجد میں عورتوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ بلاشبہ نبی مکرم محمد ﷺ نے فرمایا عورتوں کی نماز مسجد کی نسبت گھر میں بہتر ہے تاہم مردوں کو حکم دیا ہے کہ جو عورتیں مسجد میں نماز کے لیے جانا چاہیں انھیں مت روکو۔

نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ مسجد میں عورتوں کے لیے باپردہ جگہ کا اہتمام ضروری ہے تاکہ وہ بھی شرعی احکام سن کر اپنا تزکیہ کر سکیں۔ ماہرین کا اتفاق ہے کہ ایک عورت کی تعلیم و تربیت سے پورا خاندان دینی ماحول میں ڈھل جاتا ہے۔

باعث تعجب ہے کہ نوجوان لڑکیاں دینی تعلیم کے حصول کے لیے کالج یونیورسٹی جاتی

ہیں، عورتیں شاپنگ کے لیے بازار جاتی ہیں۔ محلہ کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کے لیے گلی کو چوں سے گزر جاتی ہیں۔ سیاسی علماء نے اپنی بااعتماد عورتوں کو قومی و صوبائی اسمبلی میں اپنے کوٹہ پر نامزد کیا ہوا ہے، وہ غیر محرم مردوں کے روبرو اپنا موقف پیش کرتی ہیں۔ وہاں فتنہ کا ڈر نہیں ہوتا۔ لیکن انھیں خوف محسوس ہوتا ہے تو مسجد میں اجازت دینے سے..... کیوں؟

اگر دیوبندی بریلوی مکتب فکر کی عورتیں خطبہ جمعہ میں واعظ و نصیحت سننے کے لیے مسجد میں جانا شروع کر دیں وہ خود بھی شرعی احکام کا احترام کریں گی بلکہ نئی پود کی تعلیم و تربیت میں اس کے مثبت اور تعمیری اثرات ظاہر ہونگے انشاء اللہ۔

### فہم و فراست:

حافظ محمد دین دوراندیش اور صاحب الرائے تھے۔ مذاہب باطلہ کو عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں فکر انگیز تحقیق کی دعوت دینا کیر پوری خاندان کا طرہ امتیاز ہے۔ جناب مولانا سلیم اللہ کیر پوری بھلوال تشریف لائے تو اُس وقت صرف تین خاندان اہلحدیث تھے۔ آپ کی تقاریر سے متاثر ہو کر کئی افراد نے مسلک اہلحدیث قبول کیا۔ قادیانی اور شیعہ تو آپ کے سخت مخالف تھے۔ دیوبندی بھی دشمنی پر اتر آئے۔ مخالفین نے منظم منصوبہ کے تحت مولانا سلیم اللہ کے خلاف اخلاقی لحاظ سے الزام تراشی کی۔ آپ نے صفائی پیش کر دی۔ مولانا موصوف اس واقعہ سے اس حد تک دل برداشتہ ہوئے کہ وہ نقل مکانی کر کے تپوکی جانا چاہتے تھے۔ محترم حافظ محمد دین نے اُن کو سمجھایا کہ آپ بھلوال چھوڑ کر پاکستان کے کسی گوشہ میں بھی چلے گئے تو اپنے پرانے اس الزام کو حقیقت سمجھ لیں گے۔ اس لیے آپ قطعاً نہ جائیں۔ ترجمان اسلام مولانا سلیم اللہ کیر پوری نے حافظ جی کے مشورہ پر عمل کیا اور اپنا جینا مرنا بھلوال سے وابستہ کر دیا۔

حافظ محمد دین 1965ء میں چک 23 سرگودھا تشریف لے گئے۔ انھوں نے گاؤں کے بچوں کی دینی و دنیوی تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ اُن کی کردار سازی میں اہم کردار ادا کیا۔ کافی نوجوان ملازمت یا کاروباری بنیاد پر کراچی اور اسلام آباد منتقل ہو گئے لیکن اُن کے دل میں روحانی معالج کی یاد بدستور رہتی۔ وہ سال میں ایک دو دفعہ جا کر روحانی تسکین حاصل کرتے رہے۔ گجر

خاندان کے حاجی عبد المجید، چوہدری محمد حسین خدر پوری، عبدالستار خدر پوری اور چوہدری محمد یعقوب اسلام آباد میں رہائش پذیر ہوئے۔ انھوں نے دیگر ساتھیوں سے مل کر جامع مسجد تقدیۃ الاسلام الحمدیث کی بنیاد رکھی۔ سال میں دو دفعہ اُن کی دعوت پر خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے۔ ماہ رمضان کے خطبہ جمعہ کے دوران خواتین و حضرات کی کثیر تعداد شرکت کرتی تھی۔ نماز فجر کے بعد ذکر واذکار کی اہمیت اور تزکیہ کی ضرورت پر درس قرآن دیتے۔ حاجی عبد المجید کے گھر مریضوں کا ہجوم لگ جاتا۔ آپ مریضوں کی حقیقت سن کر روحانی و طبی علاج معالجہ تجویز کرتے۔ کئی لاعلاج مریضوں کو اللہ نے شفا دی۔

### طبی کمالات:

کرمی حافظ محمد دین نے کوٹ بھائی خان کی مسجد الحمدیث میں حفظ کیا۔ اُن کے استاد حافظ سراج دین نامور حکیم تھے۔ حافظ جی مطب میں کوٹ کردوائی تیار کرتے تھے۔ جب سرگودھا تشریف لے گئے تو حافظ جی حکیم محمد یوسف کے پاس جا کر طب سیکھنے کا شوق پورا کرتے رہے۔ پھر آپ نے طب کی کتب پڑھ کر مہارت حاصل کر لی۔ حافظ عبد الماجد راوی ہیں، حافظ جی دوائیاں خود تیار کرتے، ایک دن آپ کوٹ رہے تھے کہ اُن کے بھائی حافظ جلال دین نے جو زرعی شعبہ کے انچارج تھے، آکر عرض کی حافظ جی! کھاد کے لیے رقم لا کر دیں۔ آپ نے جواب دیا ٹھہر جاؤ، میں دوائی کوٹ لوں۔ جلال صاحب حاضر دماغی سے بولے یہ کام میں کرتا ہوں، آپ رقم لے آئیں۔ حافظ جی نے کہا میں دوائی تیار کرتے وقت وظیفہ پڑھتا ہوں۔ جب حافظ جی اٹھے تو جلال دین نے ہاؤن دستہ میں دوائی کوٹتے ہوئے زور زور سے یا خالق یا مالک یا رؤف کہنا شروع کر دیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے یہ صفاتی نام عبدیت کی نسبت سے حافظ جی کے بچوں کے تھے جس پر تمام اہل خانہ مسکرا اٹھتے۔ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حافظ جی دوائی منتخب کرتے وقت، تیار کرتے وقت اور دیتے وقت اللہ سبحانہ کی حمد و ثناء بیان کرتے رہتے اور اظہار کرتے کہ شفا نہ دوائی میں ہے نہ میرے ہاتھ میں ہے بلکہ یہ اللہ رحیم کے قبضہ قدرت میں ہے۔

دور دراز سے مریض حاضر خدمت ہوتے حافظ جی تشخیص کرنے کے بعد دوائی تجویز

کرتے۔ رات کو تہجد کی نماز کے بعد اُن مریضوں کے نام لے کر رب کریم سے اُن کی صحت کے لیے دعا کرتے تھے۔

کسی مریض کا کوئی اہم اور پیچیدہ مسئلہ ہوتا تو ہم عصر حکماء اور روحانی معالجوں سے مشورہ کرتے۔ خصوصاً مولانا عبدالرزاق سعیدیؒ سے رجوع کرتے تھے۔

محمد اشرف بھٹی کوٹ بھائی خان راوی ہے کہ میں اپنے ساتھی حافظ محمد اقبال DTE کے ہمراہ کھبکی ضلع خوشاب اساتذہ کی تربیت کے لیے گیا ہوا تھا۔ اپنے میزبان ملک محمد ممتاز سے بے تکلفی ہو گئی۔ اُس نے کہا کہ میری شادی کو کافی عرصہ گزر گیا، اولاد نہیں ہوتی۔ میں نے اُسے حافظ جی کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ اس موقع پر میرے ساتھی حافظ محمد اقبال آف سلاوالی نے تاکید کرتے ہوئے اپنا ذاتی واقعہ سنایا ”شادی کے بعد میری بچی پیدا ہوئی جس کی عمر دس سال ہو گئی اس کے بعد میرے گھر امید نہ ہوئی۔ پریشان تھا۔ چک 23 میں رشتہ دار تھے جو مسلکاً دیوبندی تھے۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ ہمارے چک میں اہلحدیث حافظ جی ہیں، آپ اُن سے رجوع کریں۔ میں رات کو اپنے رشتہ داروں کے ہاں ٹھہرا۔ دوسرے دن صبح حافظ محمد دین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے مہمان سمجھ کر ناشتہ کرایا۔ پانی دم کر کے دیا اور دوائی بھی دی۔ اللہ وہاب نے مجھے بیٹے کی نعمت سے سرفراز کیا“ عبدالخالق انصاری آف کوٹ بھائی خان راوی ہے کہ میری بہن کی عمر 30 سال تھی۔ اس کے ہونٹوں پر برص کے نشانات ظاہر ہوئے۔ قرب وجوار کے حکماء سے علاج کروایا خاتمہ ہونے کی بجائے نشانات منہ پر پھیلنے لگے۔ شفا یاب مریض کی مخبری پر 23 چک گئے۔ حافظ جی نے دم کیا اور چند ادویات بھی استعمال کرنے کو دیں۔ دو ماہ علاج رہا۔ اللہ کے فضل و کرم سے برص کا پھیلاؤ رک گیا اور ہونٹوں پر نشانات ختم ہو گئے۔ پچیس سال ہو گئے ہیں آج تک میری بہن کو دوبارہ تکلیف نہیں ہوئی۔

### سنت کے پاسبان:

محترم حافظ محمد دین سنت کے پاسبان بن کر رسومات بد کے خاتمہ میں بھی سرگرم عمل رہے۔ حافظ جی کے اپنے بیٹوں عبدالرؤف اور عمر فاروق کی شادی کا موقع تھا۔ بارہات ڈوگھ جانا

تھی۔ لک موڑ سے شاہ پور صدر روڈ معروف ڈاکوؤں کی آماج گاہ تھی۔ شام ڈھلے بارات کی واپسی ممکن نہ تھی اس خطرہ کے پیش نظر لائسنس یافتہ باراتیوں کا انتظام کیا گیا۔ حافظ جی کے بھائی جلال دین نے دیکھنے کے لیے پستول پکڑا۔ چیک کرتے وقت اچانک فائر نکل گیا۔ آواز سن کر حافظ جی برہم ہو گئے اور صاف کہہ دیا ”چچا جانے اور اُن کے بھتیجے۔ میں منبر رسول پر بیٹھ کر کس منہ سے لوگوں کو رسومات بد سے منع کروں گا۔ اس لیے میں بارات میں نہیں جاؤں گا“۔ اہل خانہ نے منت کی۔ آپ کی بیٹی فاطمہ رو پڑی۔ آپ موقف پر قائم رہے۔ آپ جلالی طبیعت میں تھے، اس لیے جماعت میں سے کسی کو رضامند کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ پڑوس میں نیک دل بوڑھی عورت مریم رہتی تھی حافظ جی اُس کو اتناں جی کہہ کر پکارتے تھے۔ جماعتی ساتھی اُس کے پاس گئے۔ اُس نے سمجھایا بیٹا! اللہ تعالیٰ بھی ماہ رمضان میں سہوا کھانے پینے کو معاف کر دیتا ہے تم بھی جلال کی بھول چوک کی غلطی کو معاف کر دو اور اپنے بیٹوں کی برات میں جاؤ۔ حافظ جی نے اماں مریم کے حکم کو تسلیم کر لیا۔ اس واقعہ سے تاخیر ہو گئی۔ بارات جلدی سے نکلی تو دلہن کے کپڑوں والا سوٹ کیس لے جانا بھول گئے۔ موقع پر یاد آیا تو دوبارہ راؤ مصطفیٰ گاڑی لے کر گیا اور سوٹ کیس منگایا۔ محترم حافظ جی نے خطبہ جمعہ میں جماعتی ساتھیوں کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ کے اس اقدام سے اہل جماعت پر واضح ہو گیا کہ حافظ جی نے اپنے بھائی کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ اس سے شدید غصے کا اظہار کیا ہے۔ تو ہم کون ہیں؟ اس واقعہ کے بعد جماعت میں فرمان برداری کا جذبہ مزید مستحکم ہوا۔

بے لوث مصلح حافظ محمد دین چک 23 میں تشریف لائے اُس وقت اہل دیہہ شادی کے موقع پر رسومات بد میں مبتلا تھے۔ آپ کے تبلیغی جذبہ جرات اور حکمت عملی سے معاشرہ کی مہلک بیماریوں کا خاتمہ ہو گیا۔

جناب محترم محمد گلزار گجر نے واقعہ بیان کیا ہے کہ میرے پڑوس میں مہندی کی رسم تھی۔ جس میں انھوں نے ناچ گانا شروع کیا۔ میں نے سختی سے منع کیا دیگر خاموش ہو گئے۔ ایک نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔ میں نے اُسے زد و کوب کرنا چاہا۔ اطلاع سن کر حافظ جی تشریف لائے۔

انھوں نے ارشاد فرمایا پڑوس کا معاملہ ہے۔ جب وہ معافی مانگ رہے ہیں، اب ہاتھ نہ اٹھاؤ، میں نے تعمیل کی۔ حافظ جی نے شادی والوں کو پسند و نصائح کیے۔ محترم گلزار نے دوسرا واقعہ سنایا کہ مستری رفیق کے لڑکے کی شادی پر اُس کینفھیال باجہ سپیکر لے آئے۔ میں نے بجانے سے روک دیا۔ ساری رات اسلحہ اٹھا کر پہرہ دیتا رہا اور سپیکر چلنے نہ دیا۔ دوسرے دن صبح باجے والے کو بلا کر اپنی جیب سے ایک سو روپیہ اور سوٹ دیا کہ تم نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ حافظ جی نے میری جرات اور فراموشی کو سراہا۔ چند واقعات کے بعد گاؤں سے خرافات کا خاتمہ ہو گیا۔

محترم حافظ جی نے اہل دیہہ کو ہدایت کر دی تھی کہ نکاح کے وقت دولہا صاحب سہرا، گہنا اور سونا کی انگوٹھی اتار کر میرے پاس آئے۔ گاؤں کے معززین باہر سے آنے والی برات کے منتظمین کو اطلاع کر دیتے تھے اس پر عمل ہوتا رہا۔ محترم محمد گلزار گجر راوی ہے کہ ایک دفع چمک میں برات آئی۔ دولہا نے تہیہ کر لیا کہ میں سہرا اتاروں گا نہ انگوٹھی۔ حافظ جی نکاح کے وقت تشریف لے گئے۔ حالات کا جائزہ لے کر حاضرین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ”آپ کو پتہ ہے کہ مولوی صاحبان دولہا سے چھ کلمے کیوں سنتے ہیں؟ وہ اس لیے کہ دولہا نے ہندوؤں کی طرح سہرا اور گہنا پہنا ہوتا ہے۔ اُسے روزِ حشر اللہ کے دربار میں سوال کا ڈر رہتا ہے کہ تم نے مسلمان لڑکی کا نکاح ہندو لباس میں ملبوس مرد سے کیوں کیا۔ وہ اس خطرہ کے پیش نظر دولہا سے چھ کلمے سنتا ہے تاکہ میں جواب دے سکوں اللہ جی اس نے نکاح کے وقت حاضرین کے سامنے کلمے سنائے تھے۔“ حافظ جی یہ وضاحت کرنے کے بعد دولہا سے مخاطب ہوئے کہ عزیزم آپ کی مرضی پر انحصار ہے دولہا نے فوراً سہرا اتار دیا اور حافظ جی نے نکاح پڑھایا۔ آپ نے ضدی نوجوان کو جس حکمت عملی سے قائل کیا اہل دیہہ نے آپ کی فہم و فراست پر خراج تحسین پیش کیا اور آپ کے وقار میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔

## دعا کا اثر

مولانا منظور احمد راوی ہیں مجھے کوئی مسئلہ درپیش تھا شیخ القرآن مولانا محمد حسین

شیخوپوری کی خدمت میں دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا عزیزم مولانا منظور احمد صاحب میں رب کریم سے دعا کرتا ہوں اللہ آپ کی پریشانی دور کر دے تاہم وضاحت کر دیتا ہوں کہ جماعت میں چند مستجاب الدعوت شخصیات ہیں آپ اُن سے رجوع کریں۔

شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، عبدالرشید ہزاروی، عبدالرشید مجاہد آبادی، محمد یوسف دارالحدیث راجوال اور حافظ محمد دین سرگودھی قابل ذکر ہیں۔ مولانا منظور احمد راوی ہیں کہ میں جدہ گیا تو وہاں کے جماعتی ساتھیوں نے اصرار کیا کہ آپ تقریر کریں لیکن اردو میں چونکہ میں پنجابی زبان کا مقرر تھا اور آج تک اردو میں تقریر نہیں کی تھی اس لیے پریشان ہو گیا حافظ جی ان دنوں جدہ میں قیام پذیر تھے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے دعا کی اللہ کے فضل و کرم سے میں نے ڈیڑھ گھنٹہ اردو میں تقریر کی جسے سامعین نے بے حد سراہا۔

## سماجی و فلاحی کردار

امام الانبیاء محمد عربی ﷺ نے کوہ صفاء پر کھڑے ہو کر قریش مکہ کو توحید کی دعوت دی یہی مقدس ہستی مکہ کی گلیوں میں کمزور اور نحیف لوگوں کا سہارا بنتی تھی۔ محسن انسانیت ﷺ کی نگاہ پڑی کہ ایک ضعیف العمر عورت کی کمرسر پر وزن کی وجہ سے جھک چکی تھی آپؐ نے اُس کا وزن سر پر اٹھالیا منزل مقصود تک پہنچا کر چین کا سانس لیا رحمت کائنات ﷺ کا فرمان ہے۔

”تم میں سے بہتر وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔“

عامل سنت حافظ دین محمد دعوتی و فلاحی خوبیوں سے مزین تھے آپ ممبر پر کھڑے ہو کر امر بالمعروف و نہی منکر کا فریضہ انجام دیتے تھے وہاں سماجی، رفاہی کاموں میں صف اول کے راہ نمائے، دیہاتی معلم کا معاشرہ میں عزت و وقار ہوتا ہے۔ وہ خود کام کرنے کے عادی نہیں ہوتے وہ عموماً زبان سے کام لیتے ہیں۔ تاہم حافظ جی ذاتی کام کرنے میں عار محسوس نہ سمجھتے تھے۔ وہ دوسروں کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھتے کاشت کاری کے معاملہ میں بھائیوں کی اعانت کرتے۔ شہر سے بیچ کھاد لے کر ان کو بروقت فراہم کرتے حافظ جی بچپن میں مستری خاندان سے نشست و برخاست کی وجہ سے فنی معلومات رکھتے تھے جماعتی ساتھی تعمیری کاموں میں ان سے مشورہ لیتے وہ تعمیری سامان خریدنے کے لیے اُن کو ضرور لے جاتے۔

چک 23 کی مقامی آبادی مہاجرین پر مشتمل تھی۔ آپ اُن کے دکھ سکھ میں برابر کے شریک رہتے۔ آپ چونکہ دس سال سرگودھا میں رہے اس لیے دوکان داروں کے داؤ پیچ سے آشنا ہو چکے تھے اس لیے جماعتی ساتھی بچیوں کے جہیز کی خریداری میں خواہش ظاہر کرتے تو آپ ذاتی امور کو پس پشت ڈال کر ان کے ہمراہ سرگودھا جاتے۔ اگر کوئی فوت ہو جاتا تو تجہیز و تکفین اور لواحقین کے خوردنوش کے انتظام میں ہاتھ بٹاتے۔

حافظ جی علاقہ کے پٹواری، تھانے دار اور ڈاکٹر صاحبان سے خصوصی مراسم رکھتے تھے۔ جماعتی ساتھیوں کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ اُن کو سفارشی رقعہ لکھ دیتے جس موقع پر



ضروری ہوتا آپ اُن کے ساتھ جاتے۔ گاؤں میں اجتماعی نوعیت آب رسانی کا مسئلہ درپیش ہوا تو حافظ جی دیگر معززین کے ساتھ مل کر متعلقہ دفتر جاتے مسئلہ حل کرانے میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا۔ صدر ایوب خان کے دور میں سکارپ ٹیوب ویل لگے تو زمین داروں پر ڈبل مقدار میں آبیانہ لگ گیا۔ چوہدری عامر چیمہ کے دادا سلطان احمد چیمہ نے اس کے خلاف عدالت میں درخواست دی مخترم حافظ جی نے مقامی ساتھیوں سے مل کر اپنے چک کی طرف سے درخواست دی کافی تگ و دو کے بعد آبیانہ ختم ہوا۔ اسی طرح حافظ جی نے چک کے قبرستان کے لیے بارہ کنال رقبہ الاٹ کرانے کے لیے ان تھک جدوجہد کی اور سفر کی صعوبتیں برداشت کیں حافظ جی اپنے علاقہ کی سوشل ویلفیئر سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری رہے۔

مادی وسائل کی ترقی کے دور میں ذاتی دکھ تکلیف، کاروباری یا اجتماعی نوعیت کا مسئلہ لاحق ہو جائے تو وہ ٹینشن مرض کا شکار ہو جاتا ہے وہ ظاہری اسباب تلاش کرنے پر غور کرتا ہے۔ اور گوہر مقصود حاصل کرنے کے لیے سفارشی تلاش کرتا ہے۔ عزیز عتیق الرحمن جو حافظ جی کے سفر و حضر میں ساتھ رہے وہ راوی ہیں کہ حافظ جی کو ذاتی یا جماعتی نوعیت کا مسئلہ درپیش ہوتا یا سفر پر جانا ہوتا تو روانگی سے قبل مسجد میں جاتے اور دو رکعت نفل حاجت ادا کرتے اور ساتھیوں سمیت مل کر دعا کرتے بارہا ایسا ہوا وہ سب نکل آتا جس کا وہم و گمان تک نہ ہوتا۔ مسئلہ حل ہو جاتا تو واپس آکر مسجد میں دو رکعت نفل شکرانہ ادا کرتے یہ آپ کی زندگی کا معمول رہا۔

### چوہدری عامر سلطان چیمہ کا حافظ جی سے لگاؤ

مخترم حافظ جی ”سیاست اسلام کی اساس ہے“ کے نظریہ کے قائل نہ تھے لیکن اسلام کا جزو سمجھ کر سیاسی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے تاکہ ملک میں قرآن و سنت کا قانون نافذ ہو۔ چوہدری عامر چیمہ صاحب الیکشن سے قبل دعا کے لیے آئے آپ نے ساتھیوں سمیت رب کریم سے کامیابی کے لیے ہاتھ اٹھائے اور حوصلہ افزائی کی۔ عامر چیمہ نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ الیکشن کے دنوں میں ووٹران ہمیں بلیک میل کرتے ہیں۔ جب کہ حافظ جی نے میری کامیابی کے لیے دعا کی اور دوائی بھی دی۔ اس لیے وہ اور ان کے والد چوہدری انور علی چیمہ حافظ جی کی

دل سے عزت کرتے تھے۔ الیکشن جیتنے کے بعد حافظ جی کو ملنے آیا، اور کہنے لگا مجھے کوئی نصیحت کریں تب حافظ جی نے فرمایا۔ ”چیمہ صاحب! مشکل وقت میں جن لوگوں نے آپ کا ساتھ دیا اُن کو نہ بھول جانا حافظ جی نے دوسری نصیحت یہ کی کہ جب ملک میں شریعت کی حکمرانی کے لیے آئینی جدوجہد ہو تو اس کا دست و بازو بن جانا۔ دنیا و آخرت میں اجر عظیم حاصل ہوگا“

چیمہ صاحب نے آپ کی نصیحت کو غور سے سنا اور اس پر عمل پیرا ہونے کی حامی بھر لی۔ حافظ جی گاؤں کے کسی آدمی کو رقعہ دے کر چیمہ صاحب کے پاس بھیجتے تو وہ اس کام کو لازمی سر انجام دیتا یا درہے کہ حافظ جی ان سے جماعتی کام تو لیتے لیکن ان سے ذاتی نوعیت کا مطالبہ نہیں کیا۔ مثلاً چوکی بھاگٹا انوالہ کی مسجد میں گیس کنکشن لگوانا تھا حافظ جی نے ملاقات کے دوران توجہ دلوائی تو چوہدری صاحب نے دن رات ایک کر کے کنکشن فٹ کرا دیا اور مبلغ بیس 20 ہزار روپیہ اپنی جیب سے سرکاری واجبات کی مد میں جمع کرائے۔

حافظ احمد دین مٹھوراوی ہیں کہ اباجی کی وفات کے بعد چیمہ صاحب تشریف لائے اور تعزیتی پیغام میں کہا کہ حافظ جی بے حد مہمان نواز تھے۔ اگر میں حافظ جی کو عصر کے وقت ملنے آتا تو قہوہ کے ساتھ ڈرائی فروٹ پیش کرتے اگر دوپہر کے وقت آتا تو کھانا کھانے کے بغیر رخصت نہ کرتے اگر دوپہر سے پہلے آتا تو دودھ سوڈا سے تواضع کرتے، میں ان کی روٹین سمجھ چکا تھا جب ان کے پاس جا رہا ہوتا تو ٹائم دیکھ کر اندازہ لگا لیتا کہ حافظ جی آج ہماری کس سے تواضع کریں گے۔ محترم حافظ جی عمر کے آخری حصہ میں بھانپ گئے کہ انتخابی جدوجہد سے قرآن و سنت کی حکمرانی کرنا مشکل امر ہے اس لیے آپ نے دلچسپی محدود کر دی البتہ یہ ذمہ داری اپنے بھتیجے اور داماد محمد یوسف کو سونپ دی جو مسلکی تعمیر و ترقی کی خاطر سیاسی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ وہ خوش اسلوبی سے سیاسی امور سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں حافظ جی نے اپنا وقت مولانا سلیم اللہ کیر پوری کی امارت میں مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے نام وقف کر دیا تنظیمی لحاظ سے جمعیت کو مستحکم کیا اور ضلع بھر کے دیہاتوں میں جا کر درس تدریس کا فریضہ سرانجام دیا۔

**ہاتھ سے خدمت دین**

مولانا محمد عبداللہ طارق چک 34 شمالی میں خطیب تھے وہ شیخ الاسلام محمد عبداللہ روپڑی

کے شاگرد تھے اس بنا پر حافظ جی ان کی بے حد عزت کرتے تھے۔ وہ چک 23 کے سالانہ جلسہ کے تاحیات سٹیج سیکرٹری رہے زبان کی لطافت اور شیرینی ان کا نمایاں وصف تھا۔ ان کے چک میں جلسہ تھا حافظ جی دن کے وقت شامیانے لگانے اور سٹیج سجانے میں مقامی جماعت کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ اور شام کو تقریر کے لیے منبر پر کھڑے ہو گئے اہل دیہہ نے آپ کے اس عمل کو سراہا اور کہا کہ عالم ہو تو ایسا جو دین کی خدمت کے لیے ہاتھ سے کام کرنا عار نہیں سمجھتا۔

## جماعتی اعتماد و وقار

سائنسی اصول ہے کہ عمل اور رد عمل آپس میں برابر ہیں لیکن سمت مختلف ہوتی ہے محترم حافظ محمد دین نے مسجد کو ذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ اس کو آباد کرنے میں زندگی صرف کر دی۔ آپ نے مقامی ساتھیوں کے دکھ سکھ کا اپنا سمجھا انھوں نے بھی آپ پر بھرپور اعتماد کیا اور عزت و وقار کے لحاظ سے آپ کو سر آنکھوں پر بٹھالیا۔ جماعتی ساتھی راوی ہے کہ چوہدری محمد سلیمان گجر سفر سے واپس آئے تو اباجی نے کہا چوہدری صاحب مسجد میں تعمیر کی کام جاری ہے آؤ میں تمہیں دکھاتا ہوں انھوں نے برملا کہا ”حافظ جی آپ تو تعمیر کی بات کر رہے ہیں اگر آپ مسجد کو شہید بھی کر دیں تو ہم سمجھیں گے کہ اس میں بھی خاص قسم کی حکمت ہے چوہدری محمد بشیر دھنولی والے کنوینکٹری کے مالک تھے وہ ہر سال موسم سرما میں حافظ جی کے لیے مالٹوں کی پیٹیاں بھیجتے تھے۔ حافظ احمد دین راوی ہے کہ ان کو حافظ جی پر اس قدر اعتماد تھا۔ آپ نے چوکی میں مسجد کے لیے پلاٹ خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا تو چوہدری صاحب نے ایک لاکھ روپیہ کا چیک عنایت کیا۔ مزید برآں تعمیر کے وقت حافظ جی فون کرتے وہ استطاعت سے بڑھ کر مالی مدد کرتے رہے۔

عالم باعمل کا ادب و احترام اسلام سے والہانہ عقیدت کا مظہر ہے۔

حافظ جی چک میں والدین کی نقل مکانی سے قبل رہائش پذیر رہے۔ چوہدری محمد ابراہیم کی والدہ مرحومہ نے پٹی سے نکال کر نیا بستر فراہم کیا آپ کے خوردنوش کی ڈیوٹی حاجی شیر محمد عبدالقادر برادران اور چوہدری محمد ابراہیم یکے بعد دیگرے سرانجام دیتے رہے۔ حافظ عبدالماجد راوی ہے کہ محترم محمد گلزار گجر ماہ رمضان میں ہر سال دعوت کرتے تھے۔ انھوں نے 2010ء میں

حسب معمول دعوت دی تو اباجی نے ہنستے ہوئے فرمایا اس سال تو میری بجائے سعودیہ والوں کی دعوت کرو بابا گلزار مسکرائے ”آپ کے بیٹے میرے عزیز ہیں ان کو دعوت دوں گا لیکن آپ ضرور تشریف لائیں کیوں کہ آپ کے بغیر دعوت سونپی نہیں لگتی“

محترم حافظ جی نے ڈویرن بھر میں تبلیغی دورے کیے بھکر کلو رکھٹ میں چک باسٹھ 62 تریسٹھ 63 چونسٹھ 64 میں کبہ گجر برادری مقیم ہے۔ وہ حافظ جی کی پیروں کی طرح عزت کرتے تھے وہ خانگی برادری کے معاملات کے فیصلے حافظ جی سے کراتے تھے۔ جب حافظ جی تشریف لے جاتے حافظ احمد دین کے بقول وہ کھانے کی دعوت کے لیے آپس میں جھگڑتے آخر قرعہ ڈال کر فیصلہ کیا جاتا۔

## صلح جو

حافظ محمد دین صلح جو شخصیت تھے آپ اکثر کہا کرتے تھے صلح کرانے پر رب رحمان راضی ہوتا ہے۔ جب کہ جدائی ڈالنے والے پر شیطان بغلین بجاتا ہے۔ اگر آپ کو دوست، احباب اور رشتہ داروں کے بارے میں پتہ چل جاتا کہ ان میں باہمی رنجش ہے تو کسی ایک فریق کی درخواست پر یا خود ہی ان کے پاس حاضر ہو جاتے۔ ان کے بیٹے مولانا عمر فاروق راوی ہیں ڈیرہ ڈوگھہ داخلی کوٹ بھائی خان میں انتہائی قریبی رشتہ دار مقیم ہیں جن کے مابین زمین کا تنازعہ ہو گیا عید کے دن فریقین اسلحہ سے لیس ہو کر لڑنے کو کہہ رہے تھے۔ حافظ جی نے حسب معمول اپنی بہن کو عید مبارک کہنے کے لیے فون کیا تو انھوں نے آپ کو ممکنہ لڑائی کی صورت حال بتائی۔ محترم حافظ جی عید کے دن چک 23 میں انتہائی مصروف ہوتے۔ آپ نے فون سن کر تمام مصروفیات ترک کر دیں اور گاؤں سے ڈوگھہ تشریف لے گئے۔ حافظ جی نے دونوں فریقوں کی گفتگو سن کر تنازعہ مسئلہ حل کیا اور ان کے مابین صلح کروائی اللہ کا شکر ہے کہ وہ اس دعا کے نتیجے میں باہم شہید و شکر ہیں۔ مہر نصر حیات ولد محمد یار لک راوی ہیں۔

میرے بھائی احمد یار کا اپنے والد محمد صمد سے بچوں کے رشتہ طے کرنے کے معاملہ میں تنازعہ ہو گیا نو بت دور دراز تک پہنچ گئی۔ احمد یار نے حافظ جی کو صورت حال سے آگاہ کیا حافظ جی

فوراً لک موڑ (سرگودھا) گئے۔ دونوں فریقوں کے موقف کو غور سے سنا اور ناصحانہ انداز میں فرمایا۔ رشتے ناٹے جذباتی انداز میں طے نہیں کرنا چاہیے یہ زندگی بھر کا مسئلہ ہوتا ہے خدا نخواستہ میاں بیوی میں نفرت کی خلیج حائل ہو جائے تو دو حقیقی بھائیوں کے مابین دشمنی کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ لہذا سوچ سمجھ کر حامی بھرنے کا فیصلہ کرنا چاہیے۔ خاندان کے سربراہ کا فرض ہے کہ وہ متعلقہ گھرانے کے مثبت و منفی پہلوؤں کو پیش نظر کر رکھے۔ لڑکایا لڑکی اس کی منگنی سے قبل قرآن سے رائے لے پھر وہ دلائل و براہین کی روشنی میں اتفاق رائے سے فیصلہ کرے۔ محترم حافظ جی نے باپ کو بیٹے پر شفقت اور بیٹے کو باپ کا ادب ملحوظ خاطر رکھنے کا حکم دیا۔ ان کو شیر و شکر کر کے واپس گئے۔

مہرا احمد یار حافظ جی کو ماموں جان کہتا تھا اس نے وصیت کی کہ جب میری موت آئے تو ماموں جی جنازہ پڑھائیں۔ مہر نصریات راوی ہیں جب حافظ جی نے رقت آمیز انداز میں جنازہ پڑھایا تدفین کے بعد کھڑے ہو کر میت کے لیے رورو کر دعا کی مقامی لوگ حنفی تھے انھوں نے پہلی دفعہ الحمد للہ کی اقتداء میں جنازہ پڑھا۔ وہ بے حد متاثر ہوئے وہ مجھ سے پوچھتے رہے کہ مولوی صاحب کون ہیں کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ انھوں نے اس قدر سوز و گداز سے دعائیں مانگیں کہ ہماری آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔

مہر نصری صاحب راوی ہیں کہ میں اور خاندان کے دیگر افراد حافظ جی کی تیمارداری کے لیے چک نمبر 23 گئے رستہ میں کسی وجہ سے لیٹ ہو گئی عشاء کے بعد پہنچے حافظ جی ہم سے محو گفتگو ہو گئے میں نے عرض کی حافظ جی رات کے گیارہ بج چکے ہیں آپ آرام فرمائیں آپ نے فرمایا میرے رشتہ دار تیمارداری کے لیے آئیں اور میں آرام کروں یہ ناممکن ہے۔ حافظ جی رشتہ داروں میں صلہ رحمی میں اپنی مثال آپ تھے۔

## خادموں سے سلوک

محسن انسانیت ﷺ نے وفات سے قبل اپنی امت کو نماز قائم کرنے اور خادموں سے حسن سلوک کرنے کی وصیت فرمائی۔ حضرت انس بن مالکؓ نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت

کی اُن کا بیان ہے اگر کسی کام میں سستی بھی ہوگئی تو آپ نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ معاف کر دیا۔ حافظ جی کی زندگی شاید ہے کہ انھوں نے خادموں سے نرم رویہ اختیار کیا۔ جدہ میں قیام کے دوران تنخواہ دار ڈرائیور گھر لے جاتا تو آپ اُس کو عطیہ دیتے۔ آپ کے بیٹوں نے عزیز الرحمن قاری کو حج کی ادائیگی کے لیے ابا جی کی خدمت پر مامور کیا وہ میدان عرفات میں اپنے گاؤں کے لوگوں کو تلاش کرنے چلا گیا۔ حافظ جی نے شکوہ نہیں کیا۔

چک 23 الف جنوبی کی مسجد میں طلباء کی تعداد زیادہ ہوگئی تو آپ نے مستقل قاری کی خدمات حاصل کر لیں۔ جماعتی ساتھیوں نے اُن کے بارے کسی قسم کا شکوہ کیا آپ نے اُس کی اصلاح کی جواب نہیں دیا۔ حافظ عبدالماجد راوی ہے۔ ”ایک قاری صاحب نماز فجر کی جماعت میں بعض اوقات سستی کرتا تھا اہل جماعت نے اعتراض کیا حافظ جی موقع پر مخاطب ہوئے ”میرے اور آپ کے بچے اس وقت سوئے ہوئے ہیں قاری صاحب بھی جوان ہے دوسری طرف قاری صاحب کو علیحدہ نصیحت کی کہ جلدی سو جانے میں حکمت ہے کہ فجر کی اذان تک نیند پوری ہو جاتی ہے“

قاری عبدالمجید صاحب نے بچوں کو سزا دی اور اُن کے جسم پر نشان بن گئے جماعتی ساتھیوں نے نظم کا احترام کرتے ہوئے قاری جی سے مخاطب ہونے کی بجائے انھوں نے حافظ جی سے شکوہ کیا حافظ جی دوسرے دن قاری صاحب کے درس میں بیٹھ گئے تین دن تک اُن کے ساتھ مل کر تدریس جاری رکھی گھر سے کھانا منگو کر اکٹھے کھاتے رہے تب جا کر نصیحت کی کہ یہ ”بچے نرسری کی مانند ہوتے ہیں اگر سختی کرو گے تو بھاگ جائیں گے دینی تعلیم سے محروم ہو جائیں گے اور مسجد میں آنا ہی ترک کر دیں گے خدا نخواستہ جسمانی سزا ناگزیر ہو جائے تو اس طرح مارو کہ جسم پر نشان نہ پڑیں“ قاری عبدالمجید راوی ہے کہ میرے پاس چند نو جوان بیٹھے تھے حافظ جی نے ایک واقعہ سنایا میں سمجھ گیا اور آئندہ محتاط ہو گیا۔ حافظ عبدالماجد راوی ہیں کہ میں بھلول کی مسجد میں خدمت کے لیے روانہ ہوا تو ابا جی نے مجھے نصیحت کی ”بزرگوں کی صحبت اختیار کرنا کم سن اور ہم عمر لڑکوں کی محفل سے اجتناب کرنا“۔

## معاملہ فہم

عبدالخالق روایت کرتے ہیں کہ اباجی جدہ میں آخری دفعہ تشریف لائے ہم بھائیوں کا دسترخوان پر مل کر کھانا اور کاروباری معاملات میں ایک دوسرے سے مشورہ کرنا روزانہ کا معمول تھا۔ ہماری بحث کے دوران حافظ جی کو کسی قسم کی الجھن نظر آتی تو وہ ہم سے وضاحت طلب کرتے تو ہم باتوں باتوں میں گول کر جاتے مقصد یہ ہوتا بیماری میں انھیں پریشان نہ کیا جائے حافظ جی معاملہ فہم اور نہایت زیرک تھے وہ سمجھ جاتے کوئی مسئلہ تھا مجھ سے چھپا رہے ہیں وہ افسردہ ہو کر کہتے۔ دل دریا سمندروں ڈو گئے کون دلاں دیاں جانے

## پردہ پوشی

جو شخص دوسروں کی عزت نفس کو تحفظ فراہم کرتا ہے رب ستار اُس کی عزت کو کسی مقام پر مجروح نہیں کرتا۔ محترم حافظ جی اسلاف کی اقدار کے امین تھے۔ محمد اسلم رڑکی کی والدہ نے ماہ رمضان میں شام کے کھانے کی دعوت دی چونکہ تین دن کا وقفہ تھا وہ عمر کے تقاضے سے بھول گئی حافظ جی اپنے قاری کے ہمراہ مقررہ وقت پر تشریف لے گئے تو وہ انھیں دیکھ کر پریشان اور افسردہ ہو گئی حافظ جی نے ان کی دل جمعی کی جو کچھ گھر میں موجود تھا الحمد للہ پڑھ کر کھالیا۔ کسی جماعتی ساتھی کو نہیں بتایا اس واقعہ کا افشا حافظ جی کی وفات کے بعد ہوا۔

## نیکی کر دریا میں ڈال

حافظ محمد دین احباب کے ساتھ مالی و جانی تعاون کرتے تو خدمت کا صلہ وصول کرنے سے اجتناب کرتے بلکہ احسان کرنے کے بعد روزِ محشر اللہ کے دربار سے اجر کے طلب گار بن کر نیکی کر دریا میں ڈال کر بھول جاتے تھے یہی خصوصیت ان کے بڑے بیٹے عبدالرؤف میں ہے جو جدہ میں مقیم ہیں۔ وہ اپنے اباجی کے دوست احباب کی مہمان نوازی کو سعادت سمجھتے ہیں ان کو کسی قسم کی دقت کا سامنا ہو تو حتی المقدور ازالہ کرتے ہیں لیکن الوداع کرتے ہوئے کسی سے ٹیلیفون نمبر تک حاصل نہیں کرتے۔

پاکستان تشریف لانے پر اگر کسی کو پتہ چل جائے تو وہ ملاقات کے لیے آئیں تو عزیزم عبدالرؤف بھرپور تواضع کرتے ہیں لیکن کسی کے ہاں جانے سے پہلو تہی کرتے ہیں تاکہ خدمت کا صلہ ضائع نہ ہو۔

### صلہ وصول کرنے سے اجتناب

کوٹ بھائی خان کی بھٹی فیملی کے افراد یکے بعد دیگرے تین دفعہ عمرہ کی سعادت کے لیے سعودی عرب گئے اُن کے حافظ جی سے مراسم تھے۔ عبدالرؤف کو پتہ چلا تو وہ ہر بار اُن کو اپنی کار میں مکہ معظمہ سے جدہ لے آئے۔ اُن کی خدمت کی اور باعزت رخصت کیا۔ عبدالرؤف پاکستان آئے تو انھوں نے دعوت دی ٹال منول کرتے رہے اتفاقاً بچوں کے اصرار پر آبائی گاؤں کوٹ بھائی خان گئے چلتی کار میں بچوں کو سیر کرائی لیکن ان کو آنے کی اطلاع نہ دی تاکہ خدمت کا صلہ ضائع نہ ہو۔

### نوجوان خطباء کی حوصلہ افزائی

حافظ جی نوجوان مقررین کی حوصلہ افزائی کو اخلاقی فریضہ سمجھتے تھے ایک دفعہ آپ جدہ میں مقیم تھے مولانا منظور احمد آف گوجراں والا اور سید سبطین شاہ نقوی رئیس جامعہ بخاری سرگودھا عمرہ کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب تشریف لے گئے آپ کو پتہ چل گیا تو اُن کو اپنے ہاں دعوت دی اور تحائف دینے چاہے انھوں نے معذرت پیش کی تو حافظ جی نے مسکرا کر کہا مولوی بیٹیوں کی مانند ہوتے ہیں اُن کو خالی ہاتھ گھر سے الوداع نہیں کیا جاتا۔ حافظ جی کے اصرار پر انھوں نے قبول کر لیے۔



## حسن اخلاق

### کارکنوں پر شفقت

حافظ جی کسی رکن کے ساتھ مالی تعاون کرتے یا کسی کے مسئلہ کے حل کے لیے وقت کی قربانی دیتے یا کسی موقع پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے تو سائل شکر یہ ادا کرتا تو حافظ جی مسکرا کر فرماتے عزیزم آپ جماعتی ساتھی ہیں اگر نو جوان ہوتا تو کہتے آپ الحمد للہ یوتھ فورس کے رکن ہیں بحیثیت ضلعی ناظم آپ کے مسائل کو حتیٰ المقدور حل کرنا میرا فرض منصبی ہے۔

### دوست سے عہد وفا

مختبر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے ”مومن محبت کرنے والا محبت کیا جانے والا ہوتا ہے اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو نہ دوسروں سے محبت کرے اور نہ دوسرے اس سے محبت کریں“ (مسند احمد)

حافظ جی نے اپنی شیریں زبان اور حسن سلوک کی بدولت مقامی احباب کے دلوں میں گھر کیا۔ آپ چک میں تشریف لائے درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا تو مقامی جماعت کے نو جوانوں میں دینی ذوق اُمد آیا۔ چوہدری محمد حسین اور عبدالقادر خذر پوری حافظ جی سے مانوس ہو گئے ان کی والدہ صوم و صلوة کی پابند تھی آپ انہیں اماں جی کہتے اور نہایت عزت و احترام سے پیش آتے۔ رحم دل خاتون نے اپنے بیٹوں کو وصیت کر دی کہ میں نے حافظ جی کو بیٹا بنا لیا آج کے بعد تم دونہیں تین بھائی ہو۔ چوہدری برادران کچھ عرصہ بعد کاروباری سلسلہ میں اسلام آباد منتقل ہو گئے ان کے دکھ سکھ میں شریک ہونا حافظ جی کا معمول رہا۔

محترم حافظ محمد دین جب کبھی اسلام آباد تشریف لے جاتے تو چوہدری محمد حسین کے ہاں سامان رکھتے پھر کسی تبلیغی دعوت میں شریک ہوتے ذاتی معاملات نمٹا کر رات چوہدری صاحب کے ہاں ٹھہرتے اگر مخلص احباب رات کو اپنے ہاں قیام کرنے کا اصرار کرتے تو آپ

فرماتے کہ چوہدری محمد حسین سے اجازت لے لو تو میں حاضر ہوں۔ اور جب وہ فوت ہوئے تو اباجی جدہ میں مقیم تھے خبر سن کر انتہائی مغموم ہوئے طبیعت نڈھال ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحبان نے چیک کیا اور کہا کسی زبردست صدمہ کی وجہ سے معمولی ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ اب اُن کا بیٹا چوہدری محمد سلیم بھی باپ سے بڑھ کر اباجی کا خدمت گزار ہے۔

محترم حافظ جی نے جس کو بھائی کہا زندگی بھر ساتھ نبھایا جو عہد کیا اس سے بے وفائی نہیں کی۔ عزیز مولا نا عمر فاروق راوی ہیں کہ اباجی کے ہمراہ اسلام آباد گیا اُس وقت آپ کے بھانجے ڈاکٹر محمد یونس ساجی اسلام آباد میں مقیم تھے میں نے ان کے ہاں ٹھہرنے کے بارے میں عرض کی تو اباجی فرمانے لگے تم جا سکتے ہو میں تو اپنے دیرینہ میزبان بھائی کے ہاں ہی رات گزاروں گا میں نے عرض کی انھیں آپ کے اسلام آباد میں آمد کی خبر ہی نہیں تو فرمانے لگے یہی تو دوستی ہے چنانچہ ہم دونوں چوہدری محمد حسین صاحب کے ہاں ٹھہرے۔

حافظ جی جس کے ساتھ ہم سفر ہوئے عزیزوں کی پر خلوص دعوت پر معذرت کر لی لیکن ساتھیوں کو تنہا نہیں چھوڑا۔ چوہدری عبدالستار خذر پوری اور چوہدری محمد عمران ولد محمد یوسف چک 101 بعد اہل خانہ حافظ جی کے ہمراہ حج کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب تشریف لے گئے۔ عزیز م عمر فاروق راوی ہیں اُس وقت میں جدہ میں کاروبار کرتا تھا آپ سے ملنے کے لیے حرم شریف میں حاضر ہوا۔ ہم سب بھائیوں نے یکے بعد دیگرے اباجی کی منت سماجت کی کہ اب بھی حج شروع ہونے میں کچھ دن باقی ہیں لہذا آپ جدہ میں ہمارے پاس تشریف لے چلو جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو ڈانٹ کر فرمانے لگے کہ اب سعودی عرب میں میرا جینا مرنا ہم سفر ساتھیوں کے ساتھ ہے تاہم حج کے بعد یہ حضرات پاکستان چلے گئے تو میں آپ کے پاس جدہ آؤں گا۔ البتہ آپ روزانہ جدہ سے آسکتے ہو۔ الحمد للہ رات کو اکثر دوکان بند کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ اللہ کے فضل سے اس سال کاروبار میں بے حد نفع ہوا۔

اعلیٰ ظرفی

حافظ جی اپنے دور کے بزرگ علماء کی خدمت کو سعادت سمجھتے تھے وہ بھی ان کے تبلیغی





جامع مسجد علی ابراہیم کا اندرونی منظر چاک 25 جنوبی

ذوق اور زہد و تقویٰ کے معترف تھے۔ مولانا کمال دین نے بیماری کے دوران حافظ جی کو فرمایا جب میری موت آئے تو میرا جنازہ آپ نے پڑھانا ہے۔ محترم حافظ جی نے نہایت اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عرض کی مولانا جی! چونکہ آپ کے بیٹے حافظ حامد اور حافظ محمد سعید عالم دین ہیں۔ یہ حق ان کا ہے۔ آپ کی شفقت کا شکر یہ میں فراخ دلی سے ان کو اجازت دیتا ہوں۔

## بے خطر خدمت میں مگن

چک میں کشیدگی کے دوران حافظ جی کو تھانہ طلب کیا گیا بھائی اور بیٹے کو حوالات میں بند کیا گیا آپ نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا اور ہر قسم کے خوف و خطر کی پرواہ کیے بغیر اللہ کی رضا کی خاطر اپنوں اور بیگانوں کی خدمت میں مگن رہے۔ عزیزم عمر فاروق راوی ہیں۔

”چک میں ایک مرتبہ رات کے دو بجے ہمارے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی تو میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ گاؤں کے دوسرے کنارہ سے مخالف فریق کا سرکردہ فرد تھا اُس نے کہا کہ میرے گھر میں خاتون بیمار ہے شدید دورے پڑ رہے ہیں حافظ جی کو لے کر جانا ہے یہ سن کر بابا جی اس کے ساتھ جانے کو تیار ہو گئے میری والدہ محترمہ نے اصرار کیا اس وقت ساتھ جانا مناسب نہیں پانی دم کر کے دے دو مگر بابا جی نے اُن کی بات نہ مانی اور اس کے ساتھ چل دیئے والدہ نے مجھے بھیجنا چاہا تو بابا جی نے سختی سے منع کر دیا پھر والدہ نے مجھے حکم دیا کہ تم چند قدموں کے فاصلہ پر ان کے پیچھے جاؤ۔ وہ شخص اور بابا جی گاؤں کے آخری بازار میں ایک تنگ گلی میں داخل ہو گئے اور میں کونہ میں کھڑا ہو گیا چند لمحہ بعد اندر سے بابا جی کی قرآن کی تلاوت کی آواز سنائی دی۔ اچانک بابا جی کی آواز بند ہو گئی تو میں تیزی سے اُس مکان کے دروازہ پر پہنچ گیا بابا جی یہ کہتے ہوئے باہر نکل رہے تھے کہ آپ آرام فرمائیں میں اکیلا ہی چلا جاؤں گا جب کہ وہ اصرار کر رہے تھے چائے پی کر جائیں اور میں آپ کو چھوڑ کر آؤں گا انھوں نے زبردستی گھر میں روک لیا۔ فارغ ہو کر نکلے تو رستہ میں مجھے فرمانے لگے ”بیٹا زندگی و موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جو انسان کسی اللہ کے بندہ کی خدمت میں جب تک رہتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی خدمت و حفاظت پر مامور ہو جاتا ہے“ تمہاری ماں خواہ مخواہ پریشان ہو جاتی ہے۔

## تحمل و بردباری

محترم حافظ جی جماعتی اجلاس میں نوجوان کارکنوں کے شکوہ و شکایات کو نہ صرف تحمل فراخی سے سنتے بلکہ اُن کے جذبات کی حوصلہ افزائی کرتے۔ عزیزم عمر فاروق راوی ہیں۔ ایک دفعہ سرگودھا میں مسجد توحید کے نیچے جناب میاں عبدالستار آزاد کی چادروں والی دکان میں جماعتی میٹنگ ہوئی شہر کے نوجوان نے نہایت جذباتی انداز میں جماعتی ذمہ داروں پر اعتراضات کیے کہ عہدے لے کر گھر بیٹھ جاتے ہو کام کرنے کی صلاحیت نہیں اور نہ ہی تمہارے پاس وقت ہے۔ اس عزیز نے سستی و کاہلی کے نازیبا الفاظ بھی استعمال کیے اس کی گفتگو سن کر بعض احباب کے چہروں پر غصہ کے آثار نظر آئے اباجی اُس وقت ناظم ضلع تھے وہ نرمی اور فراخ دلی سے فرمانے لگے ”ایسے نوجوان قوم، ملک و ملت اور مسلک کا سرمایہ ہوتے ہیں میں اُن کے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ اباجی کی گفتگو کے بعد وہ مطمئن ہو گیا۔“

## عفو و درگزر

اللہ سبحانہ نے قرآن حکیم میں مومن کی صفات کا تذکرہ فرمایا۔ وَالْكَلِمِثِينَ الْغَيْظَ وَالْحَافِظِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ○ (آل عمران ۱۳۴) غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے۔ حافظ جی کو حق گوئی و بے باکی کی وجہ سے اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا آپ بدلہ لینے کی استطاعت کے باوجود حلم و بردباری اور عفو و درگزر کا مظاہرہ کرتے رہے۔

عزیزم عمر فاروق راوی ہیں اباجی جدہ میں مقیم تھے ان کو کسی ذریعہ سے پتہ چلا کہ چک نمبر 85 سرگودھا سے چوہدری احمد گمرج کی سعادت کے لیے آئے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا عمر بیٹا میں نے اُن سے ملاقات کرنی ہے میں نے تعجب سے عرض کی اباجی یہ تو وہی چوہدری صاحب ہیں جنہوں نے آپ کے خلاف عدالت میں جھوٹی شہادت دی جس کی وجہ سے مجھے اور چچا حافظ یسین جی کو جیل جانا پڑا۔ یہ سن کر آپ پیار سے فرمانے لگے وہ میرا دیرینہ واقف کار ہے اس نے یقیناً کسی مجبوری کے تحت بادلِ نخواستہ کذب بیانی کا قدم اٹھایا ہو۔ بیٹا اب تو ہماری صلح بھی ہو چکی

ہے۔ میں نے عرض کی کہ اب ذوالحجہ کی پانچ تاریخ ہے لاکھوں کی تعداد حجاج کرام مکہ آئے ہوئے ہیں ہمیں اس کا ایڈریس بھی معلوم نہیں ہے اباجی نے فرمایا اللہ کریم سے دعا کریں گے وہی ذات مقدس کوئی سبیل پیدا فرمادے گا میں جدہ سے دل برداشتہ بھاری قدموں کے ساتھ اباجی کو لے کر مکہ معظمہ آ گیا۔ اباجی نے مسجد حرام کی طرف رخ کیا اور چوہدری محمد احمد گجر سے ملاقات کی دعا مانگنی شروع کر دی جب ہم باب فہد کے سامنے پہنچے بہت زیادہ رش تھا ادھر ادھر نظر دوڑائی اچانک آگے باب فہد سے چوہدری احمد نکل رہے تھے تو اباجی نے بلند آواز سے پکارا چوہدری احمد صاحب چوہدری احمد صاحب انھوں نے آپس میں خلوص سے اس طرح معافہ کیا جیسے مدتوں سے بچھڑے ہوئے دو بھائی مل رہے ہوں میں نے غور سے دیکھا تو چوہدری احمد صاحب کے چہرے پر خوشی اور شرم کے آثار واضح نظر آرہے تھے اباجی اُسے سامنے ہلٹن ہوٹل والی بلڈنگ میں لے گئے پر تکلف کھانا کھلایا اور زبردستی اُن کی جیب میں نقدی بھی ڈالی اُن کے انکار پر کہا چوہدری صاحب رکھ لو سفر میں ضرورت کے وقت کام آئیں گے ٹیبل گفتگو میں چوہدری صاحب سے اہل خانہ اور چک کے دیگر احباب کے نام لے کر خیریت دریافت کرتے رہے اور سابقہ رنجش کا اشارہ تک نہ کیا۔ والہی پر اللہ کا شکر ادا کیا جس نے پرانے دوست سے ملایا۔

## خوش مزاجی

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے نہ صرف منبر پر کھڑے ہو کر وعظ و نصیحت کی بلکہ میدان جہاد میں شمشیر کے جوہر دکھائے۔ وہ طبعاً خوش مزاج تھے جب کوئی ساتھی دعوت کرتا تو آپ اہل خانہ کے لیے دعا کرتے اُکَلْ طَعَامُکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَةُ وَافْطَرَکُمْ عِنْدَکُمْ الصَّائِمُونَ تمہارا کھانا نیکوں نے کھایا فرشتوں نے تم پر رحمت کی دعا کی اور روزہ داروں نے تمہارے پاس افطار کیا۔

ایک دفعہ کسی نے دعوت طعام دی تو کھانا میں مریج زیادہ پڑ گئی امام جی نے شکوہ نہیں کیا بلکہ مزاح کے طور پر طعام کو فاعل بنا دیا (اُکَلْ طَعَامُکُمُ الْاَبْرَارُ) تمہارا کھانا نیکوں کو کھایا گیا۔ محمد گلزار گجر راوی ہیں کہ برادری کے ایک آدمی نے دعوت دی میں آپ کے ہمراہ تھا

حافظ محمد دین نے کھانے کے بعد اہل خانہ کے لیے دعا کی اور شکر یہ ادا کیا میں نے عرض کی حافظ جی مرغی تو چکی تھی آپ خواجواہ کھانے کی تعریف کر رہے ہیں، حافظ جی نے مسکرا کر فرمایا گلزار صاحب آج اگر نقص نکالیں گے تو کل کون دعوت کرے گا۔

حافظ جی کے گھر میں ساتھیوں کی دعوت ہوتی تو حاضرین کو مخاطب ہو کر کہتے خوب کھاؤ ”اگر آپ نہیں کھائیں گے تو اہل خانہ بہانے کریں گے مہمان کھاتے تو نہیں۔ ہم کیا کائیں یا وہ مقدار میں تھوڑا کائیں گے۔“

## قوی یادداشت

حافظ جی کی یادداشت قوی تھی جس شخص سے ملاقات میں تعارف ہو جاتا پھر آپ ہمیشہ اُس کو نام لے کر پکارتے تھے۔ اسی طرح جہاں سے ایک بار گزر جاتے وہ راستہ ساری زندگی نہ بھولتے۔ فیصل آباد میں ایک حکیم شوگر کے علاج میں معروف تھا حافظ جی اپنے بیٹوں عمر فاروق اور احمد دین کے ہمراہ دوائی لینے کے لیے روانہ ہوئے حافظ احمد دین راوی ہیں کہ میں نے عرض کی اباجی فیصل آباد تک چلے جائیں گے افغان آباد کے رستہ سے ناواقف ہوں حافظ جی فرمانے لگے آپ چلو میں بتا دوں گا۔ میں نے عرض کی اباجی اب شہر کا نقشہ بدل گیا ہے فرمانے لگے تم احتیاط سے گاڑی چلاؤ اللہ بہتر کرے گا۔ جب ہم فیصل آباد پہنچے تو رستہ کی راہ نمائی کرنے لگے ہر جگہ کا نام بتایا یہ لکرمنڈی ہے یہ جھنگ روڈ ہے ہم نے پوچھا اباجی آپ آخری بار اس علاقہ میں کب آئے تھے فرمانے لگے بیس سال پہلے کسی کام سے آیا تھا مجھے آج تک رستہ یاد ہے۔

سچ پوچھتے تو ان کو رستہ اور رشتہ کبھی نہیں بھولا اگر کوئی ملاقات کے لیے آتا تو سارے خاندان کے نام لے کر خیریت پوچھتے کاروبار کھیتی باڑی اور حلقہ احباب سے متعلق حال احوال پوچھتے۔

عزیز عمر فاروق معلیٰ کے دوران جماعتی سرگرمیوں میں اباجی کے دست راست تھے وہ راوی ہیں کہ آپ کو ضلع سرگودھا کے تمام چکوک کے جماعتی ارکان کے نام و پتہ ازبر تھے۔ جب انھیں کسی میٹنگ کے لیے دعوت نامہ ارسال کرنے ہوتے تو کسی لسٹ کی مدد نہ لیتے تھے بلکہ



نہایت خوبصورت انداز میں نام و پتہ لکھ دیتے تھے کیوں کہ اُس وقت فون، ایس ایم ایس یا ای میل کا دور نہ تھا۔

## رزق کی فراخی

دینی مدارس میں اسلامی تعلیم کے ہمراہ دنیوی تعلیم کا اہتمام ہے جہاں خوراک، لباس اور رہائش کی سہولت کے علاوہ ثانوی جماعت کے طلباء کو وظیفہ بھی دیا جاتا ہے اس کے باوجود داخلہ کی شرح کا تناسب کم ہے کیوں کہ سیکولر نظام کی بدولت حصول تعلیم کا مقصد اصلاح کی بجائے ذریعہ معاش بن گیا ہے اس لیے معاشرہ میں لوگوں کا رجحان انگلش میڈیم سکول کی طرف بڑھ رہا ہے وہ بھاری بھر کم اور پک اپ کی سہولت کے لیے اخراجات نجوشی برداشت کر رہے ہیں تاکہ ان کا بچہ سرکاری ملازمت کا اہل ہو جائے۔

جس ذات اقدس نے پیدا کیا وہ رزق دینے پر قادر ہے اس پر یقین رکھنا مومن کی پہچان ہے خدا بخش لک چند ایکڑ زمین پر مزارعت کی بنیاد پر کاشت کاری کرتا تھا وہ نماز فجر کے بعد پنجالی میں بیل جوت کر بل چلاتا بھائی نہ ہونے کی بنا پر تنہا تھا۔ پھر مال مویشی کے لیے چارہ کاٹا تو پسینہ سے شرابور ہو جاتا۔ تب ڈیرہ پر جا کر کسی پر اٹھا سے ناشتہ کرتا۔ اُس کے بچے نے ہوش سنبھالا تو اُس پر کام کا بوجھ ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔ مرد مومن نے اسے اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ یہی بچہ حافظ دین محمد عالم بن کر چک 23 الف جنوبی سرگودھا کی مسجد میں خدمت پر مامور ہوا جس نے ماہانہ وظیفہ مقرر نہیں کیا تاہم گجر فیملی نے دل کھول کر تعاون کیا۔ اس کی بے لوث دینی خدمت، اساتذہ کی عزت اور والدین کے ادب کا جذبہ عرش والے کو پسند آیا اس پر رحمت کا خزانہ کھول دیا۔ حافظ جی والدین کی خدمت کو سعادت سمجھتے تھے چک میں کچھ عرصہ رہ کر والدین کو اپنے ہاں بلا لیا۔ آبائی گاؤں میں سکنی زمین اور مال مویشی بیچ کر چک 23 میں چھ 6 کنال زرعی اراضی خرید لی مزید برآں مزارعت پر کچھ رقبہ کاشت کیا۔ دو سال بعد ٹھیکہ پر چند ایکڑ لیا جس پر خوب محنت کی والد کی وفات کے بعد حافظ جی کے دونوں بھائی زراعت سے منسلک ہو گئے اور حافظ جی کے دو بیٹے جدہ میں کاروبار سے منسلک ہو گئے انھوں نے چک 23 میں تقریباً

2 مربع زرعی رقبہ کے مالک بن گئے رفتہ رفتہ حافظ جی کے چھ لڑکے جدہ میں چلے گئے جنہوں نے نہایت دیانت داری سے کاروبار شروع کیا انہوں نے ڈوگھ ڈاخی کوٹ بھائی خان میں ایک مربع ایکڑ رقبہ خرید لیا۔ رکھ ڈگیا نہ تحصیل منکرہ (بھکر) میں 100 کنال بارانی رقبہ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان صحیح ثابت ہوا ”وہ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب رزق دیتا ہے“ حافظ جی کے پرانری کلاس میں تیس 30 ہم کتب تھے ان میں سے دو پڑھ کر سرکاری ملازم ضرور ہوئے انہوں نے ریٹائر ہونے پر بیٹے اور بیٹی کی شادی کی اور مکان تعمیر کیا۔

دولت کا انحصار علم و ہنر پر نہیں اِنَّ اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ (الزُّمَر ۵۲) اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ (بھی) اللہ ہمیں رنج و راحت کی آزمائش میں شکر کرنے کی توفیق دے جو شخص تنگی و فراخی میں رب کے دربار میں الحمد للہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت ڈال دیتا ہے عزیزم عبدالحق راوی ہے کہ اباجی روٹی کھانے کے دوران ہر لقمہ کے بعد الحمد للہ پڑھتے تھے، اللہ نے ان کے مال و دولت میں برکت عطا فرمائی ہر دفعہ سمجھتے کہ یہ ان کا آخری لقمہ ہے۔ اپنی دولت کو ذاتی ملکیت نہ سمجھتے بلکہ اس کو جماعتی حلقہ احباب، جماعت، رشتہ دار، طالب علموں پر خرچ کرتے دل اور جیب کھول کر خرچ کرتے۔ اچھی اور بھرپور دعوت دوستوں کی کرنا اور اچھے اچھے کھانے بنوا کر حلقہ احباب کو کھلانا اور ان کے گھر پر بھیجنا ان کا معمول زندگی تھا اور مشغلہ تھا۔

محترم حافظ محمد دین کو اللہ نے رزق دیا انہوں نے بخل سے کام نہیں لیا وہ موقع کی مناسبت سے دوست احباب کی خدمت کرتے تاکہ کسی کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔ عزیزم احسان اللہ راوی ہے کہ کوٹ بھائی خان میں درس قرآن کا پروگرام تھا حافظ جی اور مولانا سلیم اللہ کبیر پوری نے خطاب کیا ہم مولانا سلیم اللہ کو گھر چھوڑنے کے لیے بھلوال گئے پھل فروٹ کی دوکان پر ٹھہر گئے حافظ جی نے موسیقی فروٹ لیا اور مولانا جی کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے معذرت کی آپ نے فرمایا یہ آپ کے لیے نہیں آپ کے پوتوں کے لیے ہے جو آپ کے انتظار میں ہوں گے۔ علما کی خدمت کرنا اولین فریضہ زندگی سمجھتے تھے۔

حافظ جی سے والہانہ عقیدت کرنے والے چوہدری محمد ابراہیم گجر فوت ہو گئے اللہ کریم اُن کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ البتہ دوسرے بزرگ محمد گلزار گجر زندہ ہیں جن کو حافظ جی سے بے حد اُنس رہا تجارت اُن کا کاروبار تھا وہ گاؤں سے اجناس سرگودھا کی منڈی میں لے جاتے وہ راوی ہیں حافظ جی اپنی زمین کی پیداواری اجناس میرے حوالے کر دیتے میں اسے شہر میں فروخت کر کے پوری رقم حافظ جی کو دے دیتا۔ حافظ جی کسی کا حق مار کر پیٹ بھرنے کے قائل نہ تھے میرے انکار کے باوجود بیل گاڑی کا کرایہ اور مناسب منافع مجھے زبردستی دے دیتے۔

## قدر شناس

حافظ جی کی نصیحت پر کوئی جوان عمل کرتا یا تنازعہ کے دوران ایک فریق صلح کی پیشکش قبول کر لیتا اُس کا وقار آپ کے دل میں گھر کر جاتا۔ 1973ء کے دور میں دو جماعتی ساتھیوں کی آپس میں توں توں میں میں ہو گئی آپ کی مساعی جیلہ سے اُن کی صلح ہو گئی حافظ جی درگزر کرنے والے خاندان کے افراد کے بے حد عزت کرتے تھے۔ حافظ عبد الماجد راوی ہیں کہ ابا جی کی رحلت کے بعد انھوں نے کہا وہ ہمارے روحانی باپ تھے۔ نہایت افسردگی کے عالم میں آنسو بہاتے رہے۔ اور انہوں نے فوتگی کے دن روٹی کا انتظام کیا۔ اور جماعتی تعلق ایسا جوڑا کہ صف اول کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے۔

## رفیق سفر

حضرت عمر فاروقؓ کا قول ہے کہ انسان سفر اور کھانے پر پہچانا جاتا ہے۔ محترم رفیق فوجی راوی ہیں کہ حافظ جی سفر میں اپنے ساتھیوں کا بھرپور خیال رکھتے۔ اور ان کو سفر کا جیب خرچ اپنی جیب سے ادا کرتے کھانے کی میز پر اپنے آگے سے اٹھا اٹھا کر اُن کو پیش کرنا ان کا معمول تھا اور کھانے پر دلچسپ حقائق اور ہلکی پھلکی باتیں بتلا کر دل بہلاتے کہ جس سے ہم سفر ساتھی ہنس ہنس کر لوٹ جاتے اور ساتھ ساتھ کھانے کی ترغیب بھی دیتے۔

## نا قابل فراموش سفر

حافظ محمد دین جامعہ علیہ سے فارغ ہو کر چک 23 کی مسجد میں تشریف لائے لیکن انہوں نے اساتذہ سے تعلق برقرار رکھا۔ مفتی جماعت نے جب سفر پر جانا ہوتا تو آپ کو اطلاع کرتے آپ اپنی مصروفیات کو پس پشت ڈال کر اُن کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ عزیزم حافظ احمد دین نے اباجی کے دو یادگار سفروں کی روداد سنائی جو حافظ جی کی زبانی پیش خدمت ہے۔

”میں اپنے استاد مفتی محمد صدیق کے ساتھ چیچہ وطنی جا رہا تھا ٹرین راستہ میں بار بار ٹھہرتی مفتی جی نے فرمایا مجھے نیند آرہی ہے تم جاگتے رہنا محترم استاد جی سو گئے تھوڑی دیر بعد میری آنکھ بھی لگ گئی جب استاد جی کی آنکھ کھلی تو مجھے اٹھایا اور فرمایا محمد دین پتہ کر ہم کہاں پہنچ گئے جب پوچھا تو پتہ چلا کہ ہم اسٹیشن سے 20 کلومیٹر آگے نکل آئے ہیں چنانچہ میں اور استاد جی پوری رات سفر کرتے رہے کیوں کہ والہی ٹرین دوسرے دن شام کو آتی تھی میں آج تک اس سفر کو نہیں بھول سکا کیوں کہ میری کاہلی کی وجہ سے استاد جی کو تکلیف اٹھانا پڑی۔

محترم حافظ جی نے اپنا دوسرا ناقابل فراموش واقع بیان کیا کہ میں اپنے استاد مفتی محمد صدیقؒ اور حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کے ہمراہ تبلیغی پروگرام کے تحت ضلع خوشاب کے ایک گاؤں گئے تو حید و سنت کے موضوع پر علمی و اصلاحی خطاب ہوئے۔ امن و امان سے جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ منتظم صاحبان نے ہمیں گاؤں سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ڈیرہ پر ٹھہرایا اُن کی خاندانی رقابت تھی ابھی ہم سونے کے لیے لیٹے ہی تھے کہ ان کے دشمنوں نے ڈیرہ پر آ کر فائرنگ شروع کر دی اہل کار آئے ہم تینوں کو گھر کی پچھلی کھڑکی سے نکال دیا وہ کھیتوں میں کھلتی تھی اتفاقاً اس کھیت میں پانی لگا ہوا تھا جو بھی چھلانگ لگا تا اس کھیت میں جا گرنا حافظ جی فرماتے کہ میرے سر پر چند کتابیں تھیں ہم ایک دوسرے سے الگ ہو گئے جیسے دیہاتی کھیتوں میں پانی لگاتے ہوئے آوازیں دیتے ہیں ہم بھی ایک دوسرے کو پکارتے رہے اس طرح بوی مشکل سے اسٹیشن پر اکٹھے ہوئے۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

## انمول جماعتی ہیرا

معروف جماعت میں چند ایسے ہیرے ہوتے ہیں جو اپنی ضیا پاشی کی وجہ سے علاقہ میں نمایاں حیثیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یہی جماعتی سرمایہ ہوتے ہیں جو جماعت کو منظم اور فعال کرتے ہیں۔ حافظ محمد دینؒ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے انمول ہیرا تھے۔ سرگودھا ڈویژن میں روپڑی خاندان کے علماء کا اثر و رسوخ تھا۔ اُس وقت مرکزی جمعیت اہلحدیث کی تنظیم چند بااثر افراد تک محدود تھی۔ محترم حافظ جیؒ نے اپنے استاد ابوالسلام مفتی محمد صدیقؒ کی امارت میں تنظیمی دورے کر کے احباب جمعیت کے پرچم تلے جمع کیا۔

چند ارکان ایسے ہوتے ہیں جو جماعت میں شامل ہو کر اپنے قد کاٹھ میں اضافہ کرتے ہیں حافظ جی خلوص کے پیکر تھے جنہوں نے اپنی ذات کی بجائے جماعتی وقار کا پرچم بلند کیا۔ حضرت الامیر پروفیسر ساجد میر نے حافظ جی سے پیغام چینل میں حصہ ڈالنے کے لیے حکم دیا تو حافظ جی نے اپنی اولاد سے مبلغ اڑھائی لاکھ روپیہ جو اُس وقت آٹھ تولہ سونا کی قیمت کے برابر تھے لے کر فنڈ میں جمع کرائے لیکن رسید پر مرکزی جمعیت اہلحدیث ضلع سرگودھا لکھوایا۔ عزیزم عبدالحق نے مسکرا کر عرض کی۔ اباجی گھر میں ٹی وی رکھنے کی اجازت نہیں آپ چینل کے اجراء کے لیے مطالبہ کر رہے ہیں تو حافظ جیؒ نے ہنس کر جواب دیا بادشاہ سلامت! یہ ہمارے امیر کا حکم ہے اس کی تعمیل ہم پر لازم ہے۔ ابوالسلام مفتی محمد صدیقؒ نے ”راہ سنت“ تالیف کی جس میں چند اختلافی مسائل کو قرآن سنت کی روشنی میں بیان کیا حافظ جی نے دور نظامت میں اپنی جیب سے خرچ کر کے ہزاروں کی تعداد میں راہ سنت شائع کرائیں جنہیں مفت تقسیم کیا لیکن تقسیم کنندہ میں اہلحدیث یوتھ فورس لکھ کر نو جوانوں کے حوصلے بلند کیے۔

حافظ جی کسی رکن کے ساتھ مالی تعاون کرتے یا کسی کے مسئلہ کے حل کے لیے وقت کی قربانی دیتے یا کسی موقع پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے تو سائل شکریہ ادا کرتا تو حافظ جی مسکرا کر فرماتے عزیزم آپ جماعتی ساتھی ہیں اگر نو جوان ہوتا تو کہتے آپ اہلحدیث یوتھ فورس کے رکن ہیں بحیثیت ضلع ناظم آپ کے مسائل کو حتی المقدور حل کرنا میرا منصبی فرض ہے۔

حافظ جی تبلیغی و تنظیمی دورہ پر جہاں تشریف لے جاتے نماز کے بعد درس قرآن میں وعظ و نصیحت ارشاد فرماتے پھر اُن کے جماعتی، سماجی اور سیاسی مسائل کو توجہ سے سنتے پھر مکمل ذرائع بروئے کار لا کر اُن کو حل کرنے کی جدوجہد کرتے۔  
محمد سلیم نیچر راوی ہیں:

”میرے ابا جی علی الصبح بیدار ہو کر مسجد تشریف لے جاتے اور نماز تہجد باقاعدگی سے پڑھتے۔ اس لیے حافظ جی کو اُن سے خصوصی انس ہو گیا۔ چنانچہ وہ میری تعلیم و تربیت کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ میں نے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا 1972ء میں پی ٹی سی میں داخلہ کے لیے درخواست دی۔ میرٹ لسٹ میں نام آ گیا لیکن داخلہ فیس جمع کرانے کی پریشانی لاحق تھی۔ اس دوران حافظ جی سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ماجرا بیان کیا فرمانے لگے ”تم میرے بزرگ خان محمد تہجد گزار کے بیٹے ہو۔ آپ کا یہ مسئلہ اللہ رازق حل کر دے گا آپ قرآن و سنت کی اشاعت کو اپنا مشن بنا لو۔“ مجھے اُن کی شفقت سے داخلہ مل گیا ساری زندگی دعا کرتا رہا۔ آج ریٹائرمنٹ کے بعد مکان بنارہا ہوں موصوف نے دوسرا واقعہ سنایا۔

”میرا بہنوئی فراڈیا نکلا وہ نہ تو گھر آباد کرتا تھا اور نہ ہی میری بہن کو باعزت فارغ کرتا تھا۔ وہ گھر سے فرار ہو گیا اس وجہ سے میں کافی ذہنی الجھن میں تھا۔ حافظ جی کو حقیقت حال سے آگاہ کیا انہوں نے پولیس اہلکار کو بھیجا جس نے بھیس بدل کر اُسے پکڑا اور درمیانی راہ نکالی محمد سلیم نہایت رقت آمیز انداز میں کہنے لگے حافظ جی ہمارے لیے نہایت ہمدرد و غم گسار تھے۔ جب میرے والد صاحب فوت ہوئے۔ حافظ جی نے تعزیتی پیغام میں ارشاد فرمایا ”میرے وہ بزرگ فوت ہوئے ہیں جن کے زہد و تقویٰ کی وجہ سے والد کی طرح عزت کرتا تھا حافظ جی نے میرے والد صاحب کو خود غسل دیا اور اُن کے کفن و دفن کا خرچہ خود برداشت کیا میں نے اصرار کیا حافظ جی فرمانے لگے ”آپ کے والد تھے لیکن میرے بھی بزرگ تھے“

عزیزم عبدالحال راوی ہیں کہ پروفیسر شوکت علی ساکن بھلوال کامیانوالی کالج میں داخلہ ہوا۔ انہیں رہائش، دیگر اخراجات کا مسئلہ درپیش تھا۔ حافظ جی کو پتہ چلا تو انہوں نے رقعہ

دے کر بھیجا لیکن میانوالی کی جماعت نے عذر پیش کیا چنانچہ حافظ جی خود میانوالی تشریف لے گئے اُن کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے آپ نے قریشی برادران کو مخاطب ہو کر فرمایا ”آپ کی جماعت قدیم ہے آپ کو خطیب اور مدرس کی ضرورت تھی۔ عزیزم شوکت حافظ اور خطیب ہیں وہ تدریس کے فن سے آشنا ہیں آپ اُن کی رہائش اور وظیفہ کا بندوبست کرو آپ ہمارے بھائی ہیں ہم بھی اس میں حصہ ڈالیں گے اس طرح مسئلہ حل کیا۔

حافظ جی نہ صرف علماء کے اکرام کرنے کو اپنے لیے اعزاز سمجھتے تھے بلکہ آپ اہلحدیث یوتھ فورس کے اُن کارکنوں کی معاونت کرتے جو خدمت دین میں ہاتھ بٹاتے تھے اور تنظیمی امور میں اہم کردار ادا کرتے۔

چک 23 کے محمد سلیم گجر راوی ہیں کہ بچپن میں حافظ جی سے قرآنی تعلیم حاصل کی مجھے نعت گوئی کا بے حد شوق تھا۔ حافظ جی تبلیغی پروگراموں میں ہمراہ لے جاتے 1984ء میں حافظ جی کی سرپرستی میں آپ کے چک کوٹ بھائی خان میں سالانہ جلسہ سیرۃ النبیؐ تھا۔

اس کانفرس میں محمد صدیق اور میں نے مل کر توحید و سنت کے موضوع پر شیخ محمد یوسف احرار آف گوجراں والا کا منظوم کلام پڑھا۔ جسے حاضرین نے بے حد سراہا۔ جب میں ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ تو مجھے پولیو کی بیماری لاحق ہو گئی جس کی وجہ سے ایک ٹانگ اپا ج ہو گئی۔ محترم حافظ جی کی دعا اور دوا سے مرض رک گیا لیکن معذوری بدستور رہی۔ حافظ جی کو میرے مستقبل کی فکر تھی تاہم اس دوران میں نے میٹرک کر لیا۔ متولی صاحبان مسجد کے امور میں کسی کی درخواست کو برداشت نہیں کرتے تاہم حافظ جی فراخ دل تھے۔ جنرل ضیاء الحق نے جدید تعلیمی پالیسی کے تحت مساجد میں مکتب سکیم شروع کی حافظ جی نہایت متحرک اور فعال شخصیت تھے اُن کی جدوجہد سے چک 23 کی مسجد اہلحدیث میں مکتب کا اجرا ہوا۔ حافظ جی نے مکتب سکول میں بطور امام میرے آرڈر کرائے سرکاری وظیفہ کے علاوہ اپنی جیب سے بھی میری اعانت کرتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد مکتب سرکاری سکول میں ضم ہو گیا تو حافظ جی میرے بارے پریشان ہو گئے انہوں نے دعا کی ”یا اللہ سلیم دین کا خادم ہے اور معذور ہے اس کو باعزت ذریعہ معاش عطا فرما۔“

چنانچہ اللہ کے فضل سے محکمہ ٹیلیفون میں آپریٹریٹیناٹ ہو گیا ہماری چھ ایکڑ زمین تھی ملازمت ملنے پر آسودہ حال ہو گیا۔ معاشرہ میں حسد مہلک بیماری بن چکا ہے۔ مقامی برادری نے ہمارے دور کے رشتہ دار جو گوجراں والا میں مقیم تھے ساز باز کر کے ہماری زرعی زمین پر حق ملکیت کا دعویٰ کر دیا۔ مقدمہ کافی عرصہ تک چلتا رہا۔ ہم رقبہ سے درخت کاٹنے لگے تو مخالفین نے درخواست دے کر رکھوا دیئے حافظ جی مقدمہ کی تاریخوں پر ہمارے ساتھ تشریف لے جاتے۔ مولانا دین محمد برادر مفتی محمد صدیق کو ہمراہ لے کر حج صاحبان کو اصل صورت حال سے آگاہ کرتے رہے۔ نماز تہجد کے بعد خصوصی دعا کرتے رہے اللہ سبحانہ کے کرم سے زمین پر قانونی طور پر ہمارا حق بدستور قائم رہا۔ اور مخالفین کو منہ کی کھانا پڑی۔

محترم شیخ عمر فاروق راوی ہیں کہ اباجی حج کی سعادت کے لیے سعودی عرب تشریف لے گئے میں نے دیکھا کہ اباجی بیت اللہ میں بیٹھ کر رورو کر دعا مانگ رہے ہیں سلیم تیرے دین کا خادم ہے معذور ہے اس کا نکاح چوہدری کی بیٹی سے کر دے۔ اللہ نے دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ کچھ عرصہ بعد اس کا نکاح چوہدری کی بیٹی سے ہو گیا۔

محترم میاں محمد جمیل سابقہ ناظم اعلیٰ مرکزیہ نے درست فرمایا۔ ”اگر مرکزی جمعیت کو حافظ جی جیسے چند ہیرے میسر ہو جائیں تو وطن عزیز کا ہر گوشہ کتاب و سنت کے نور سے منور ہو جائے“



## سفر محبت و بندگی

”حرم میں نماز کا سرور ہی کچھ اور ہے، بعض کیفیتیں ایسی ہوتی ہیں کہ الفاظ و معانی کا سرمایہ دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے اور وہ کیفیتیں بیان نہیں ہو سکتیں۔ خانہ کعبہ میں حاضری اور طواف میں جو مزہ آتا ہے منطق کی تمام ادائیں بھی اس کو بیان نہیں کر سکتیں..... اس سحر و سرور میں فصاحت و بلاغت بے بس ہو جاتی ہے یہ وہ سرحد ہے جہاں الفاظ و معانی اپنا سفر ختم کر لیتے ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ بیت اللہ ہم کلام ہو رہا ہے اور طواف میں اللہ کے فرشتے ہم رکاب ہیں..... 18 یا 20 گھنٹے کعبہ میں گزرتے رہے، طبیعت تھی کہ سیر نہ ہوتی، دن میں کئی مرتبہ حاضر ہوتا، رات کا بیشتر حصہ وہیں گزارتا، بار بار طواف کرتا، سنگب اسود کو بوسہ دیتا، ملتزم سے لپٹ کے روتا، احساس کی دولت کو سمیٹتا، بیسیوں دفعہ آب زمزم پیتا، اپنے تئیں بھگو لیتا۔“

(آغا شورش کاشمیری)

## سوئے حرم

بقیۃ السلف حافظ دین محمد کے بیٹے عمر فاروق جدہ سے پاکستان تشریف لائے ان کی خدمت میں ملاقات کے دوران چند سوالات پیش کیے آپ نے وضاحت فرمائی۔

جنجوعہ: عزیزم آپ تمام بھائی جدہ میں کاروبار سے کس طرح منسلک ہوئے؟

مولانا عمر فاروق: میں گورنمنٹ ہائی سکول میں عربی ٹیچر تعینات تھا دل میں حرمین شریفین کی زیارت کرنے کی لگن تھی میری سیٹ 3 فروری 1992ء کو وزٹ ویزہ کی بنیاد پر کراچی سے جدہ کے لیے بک ہو گئی لیکن یکم فروری کو کالج سے پی اے ایف کالج سرگودھا سے لیکچرر پوسٹ کے انٹرویو کا لیٹر ملا۔ میں نے ابا جی کو صورت حال سے آگاہ کیا انہوں نے نہایت پر اعتماد انداز میں فرمایا عمر بیٹا لیکچرر پوسٹ نصیب میں ہوئی تو پھر مل جائے

گی لیکن حرمین شریفین کی زیارت کے پروگرام کو موخر مت کرو۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور سوئے حرم روانہ ہوا۔ عمرہ کی ادائیگی کے بعد جدہ میں اپنے دوست کے ہاں قیام کیا اباجی سے خط و کتابت کا سلسلہ قائم رہا آپ ہر خط میں لکھتے کہ آپ نے دین کی تعلیم حاصل کی ہوئی ہے اس لیے تبلیغ کی نیکی کو مقدم رکھنا۔ میں نے عرض کیا کہ یہاں کسی عالم سے میری واقفیت نہیں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ دین کی خدمت کی سبیل پیدا فرمادے۔ چند دن بعد مجھے جدہ شارع سبعین پر ایک اسلامی ایجوکیشن سنٹر کا علم ہوا۔ وہاں گیا تو اتفاقاً اس دن اردو مبلغ موجود نہ تھا۔ میں نے درس دیا پھر دوسری جمعرات کو حاضر ہوا تو احباب کے کہنے پر تقابل ادیان کے موضوع پر لیکچر دیا اسی رات کسی قانونی رکاوٹ کی وجہ سے ادارہ بند ہو گیا چند دن بعد جدہ دعوت سنٹر کے نام سے جی السلامہ میں کھل گیا۔ اس کے مدیر انجینئر غلام احمد نے مجھے دعوت دی میں نے حجت حدیث پر خطاب کیا۔ اباجی کو خوشخبری سنائی ان کے مشورہ پر بلوغ المرام اور سیرۃ النبیؐ پر مستقل درس دینا شروع کیا۔ درس کے لیے بہت سی کتب کی عرق ریزی کرنا پڑتی تھی ہر مدرس درس کے بعد اسی جگہ کم از کم پانچ منٹ وہاں بیٹھنے کا پابند ہوتا تھا تاکہ حاضرین میں سے کوئی درس کے موضوع سے متعلقہ سوال کرنا چاہے تو متکلم خود تسلی بخش جواب دے۔ اس دوران جدہ کے جماعتی احباب خصوصاً قاری احمد دین P.H.D، محترم رحمت خان انجینئر، چوہدری عبد المجید ساعتی اور قاری عبدالحق اعوان کے تعاون سے مسجد المھاوش کی عمارت میں دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اباجی سن کر بے حد خوش ہوئے اور حکم دیا کہ کسی دینی کام کا ویزہ حاصل کرو۔ میں نے جدہ دعوت سنٹر کی طرف سے بطور ”داعی“ کے ویزہ کی درخواست دی تو اعتراض پیدا ہوا کہ داعی تو غیر مسلموں کے لیے ہوتے ہیں جب کہ سعودی عرب میں کوئی غیر مسلم نہیں آخر کار مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن بازؒ نے اردو بولنے والوں کے لیے مبلغ کی ضرورت کی وضاحت فرمائی چنانچہ میرے لیے داعی کا ویزہ جاری ہوا اور پاکستانی کیونٹی کے لیے

کھولے گئے مدرسہ کی وجہ سے پی آئی اے نے دو طرفہ ٹکٹ دیا۔ فروری 1994ء میں ویزہ لگوا کر دوبارہ سعودی عرب گیا۔ والدین نے روانگی کے وقت تاکید کی کہ اپنے بڑے بھائی عبدالرؤف کے لیے الیکٹریکل ویزہ کا انتظام کرنا۔ اللہ ذوالجلال نے مدد فرمائی بھائی جان جدہ تشریف لے آئے۔ وہ اپنے کام میں ماہر تھے انہوں نے پتے ریگستانوں میں جا کر دن رات محنت کی آپ نے یکے بعد دیگرے بھائیوں کے لیے ویزے بھیج کر اپنے پاس بلا لیا۔ انہوں نے محنت، ذہانت اور دیانت سے کاروبار شروع کیا اللہ نے برکت عطا فرمائی۔

جنجوعہ: حافظ جی نے حج و عمرہ کی سعادت پہلی دفعہ کب حاصل کی؟

عمر فاروق: جدہ دعوت سنٹر سے معمولی وظیفہ ملتا تھا، اباجی کے حکم پر جناب یعقوب باجہ کے تعاون سے بھائی کے ویزا کا انتظام کیا۔ مگر دل میں تڑپ بدستور تھی کہ والدین کو عمرہ کی سعادت کے لیے بلاؤں۔ اللہ نے نصرت فرمائی ان دنوں محترم عبدالماک مجاہد مدیر مکتبہ دارالسلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے مکتبہ کے آغاز پر چند کتب شائع کیں انہوں نے مجھ سے جدہ میں اپنی مطبوعات فروخت کرنے کے بارے بات چیت کی، میں نے جدہ دعوت سنٹر سے اجازت لے کر مکتبہ دارالسلام کی مطبوعات فروخت کیں۔ مجھے مبلغ دو ہزار پانچ صد ریال نفع ہوا۔ میں نے اباجی کو روانہ کر دیئے۔ اباجی نے چک کی مسجد کے منبر پر خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

عمر سے عمرہ کے بارے بات ہوئی تو انہوں نے کہا اللہ بہتر کرے گا اب یہ رقم عمرے بھیجی ہے کوئی یہ نہ سمجھے کہ مسجد کی رقم سے عمرہ کرنے جا رہا ہے۔ آپ نے اہل جماعت کو مسجد کا حساب کتاب دکھا دیا۔ والدین فروری 1995ء میں گھر سے روانہ ہوئے۔ والدہ نے تاکید کی تھی عمر بیٹا ایئر پورٹ پر ہمیں لینے ضرور آنا تاکہ ہمیں پریشانی نہ ہو۔ میں وقت مقررہ پر جدہ ایئر پورٹ گیا اللہ نے سمیل پیدا فرمادی مجھے ایئر پورٹ پر واقف اہل کار افسر نظر آیا وہ مجھے جہاز کے قریب لے گیا۔ والدین کے دیدار سے دل کو

تسکین حاصل ہوئی۔ اباجی نے شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرا اور والدہ نے پیشانی پر بوسہ دے کر دعائیں دیں۔

جنجوعہ: حرم شریف کی روحانی کیفیت کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے چونکہ آپ اباجی کے ہمراہ تھے۔ بیت اللہ کی حاضری کے وقت ان کے تاثرات سے آگاہ فرمائیں۔

عمر فاروق: میں 15 شوال اباجی کو لے کر سوئے حرم روانہ ہوا جب مکہ مکرمہ کے پہلے مکان پر نظر پڑی تو مسنون دعا پڑھی

سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر

تھوڑا سا آگے چل کر بیت اللہ پر نگاہ پڑی تو بچوں کی طرح بلک بلک کر زار و قطار روتے ہوئے پڑھتے رہے۔

اللَّهُمَّ رُدْ هَذَا الْبَيْتَ تَشْرِيفًا وَتَعْظِيمًا وَتَكْرِيمًا وَمَهَابَةً وَبِرَازٍ مِنْ

شرفه و كرمه ممن حجه او اعتمره تشريفًا

اللہ کی قسم دنیا و مافیہا سے بے خبر بلند آواز میں کراہتے ہوئے دعائیں پڑھتے رہے بیت اللہ کے طواف میں ہر چکر پہلی کیفیت سے بڑھ کر خشوع خضوع والا ہوتا۔ عموماً لوگ انتہائی رش کی وجہ سے رمل بھول جاتے ہیں لیکن اباجی پہلو انوں کی طرح اچھلتے رہے۔ جہاں رش ہوتا وہاں کھڑے کھڑے رمل کرتے رہے اور زبان پر بلند آواز میں ورد جاری تھا۔

اللَّهُمَّ إِيْمَانًا بِكَ وَتَصَدِّيقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا بِسُنَّةِ

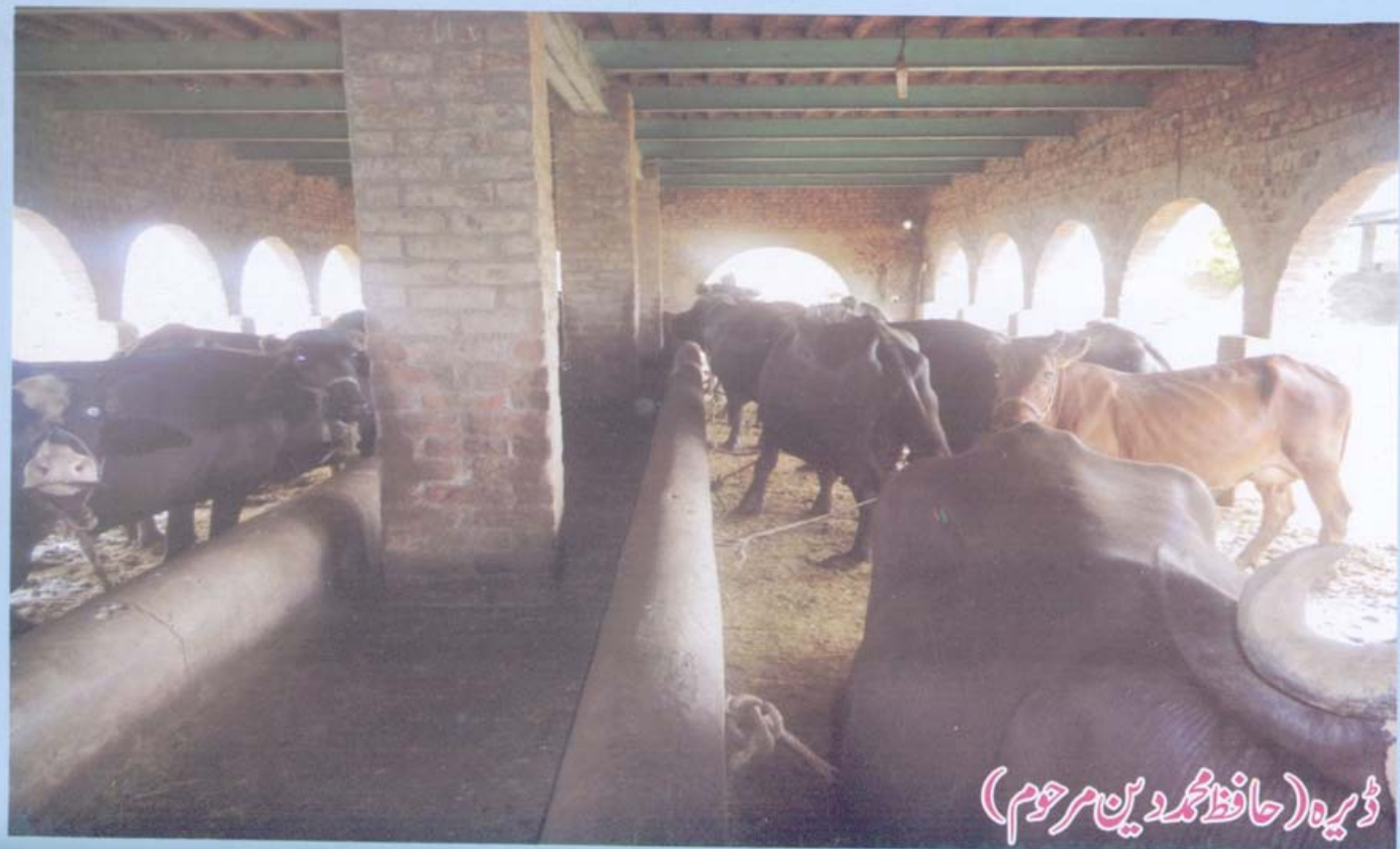
نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مقام رکن یمانی پر پہنچ کر ربنا اِنَّا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا

عَذَابَ النَّارِ ○ پڑھتے رہے

بیت اللہ کے سات چکر لگا کر مقام ابراہیم کے بالکل سامنے ذرا پیچھے ہٹ کر دو رکعت نماز نفل ادا کیے پھر دعا کے لیے بیٹھ گئے گویا یہاں سے اٹھنا بھول گئے اور اس طرح ہاتھ اٹھا کر بلند آواز میں دعائیں مانگتے کہ آپ کے پیچھے بہت سے آدمی آمین آمین پکارتے رہے، یہاں





والدین ان کے دوستوں کی مغفرت اور اپنے ساتھیوں کے حق میں دعائیں کرتے رہے۔ اور کبھی دعا مانگتے ہوئے سجدہ میں چلے جاتے۔ حضرت ابو بکر صدیق کی طرح اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاتے جب تک آپ کو دعا کے قبول ہونے کا یقین نہ ہو جاتا۔

مقام ابراہیم پر دیگر نفل ادا کرنے والے اباجی کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

آپ نے مقام مستلزم سے چٹ کر بلک بلک کر دعائیں کیں کہ شرطوں نے آکر کہا عند اللہ یکفیلٹ (دعا قبول ہوگئی) اباجی کے رونے کی آواز پورے مظاف میں سنی جا رہی تھی، طواف کرنے والوں کی نگاہ اباجی کی طرف تھی اور بہت سے حاجی پیچھے کھڑے آئین آئین پکارتے تھے۔ ان میں عربی، افریقی و عجمی تھے تقریباً آدھ گھنٹہ یہی کیفیت رہی آخر کار پولیس نے حجر اسود کے ساتھ اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر نہایت ادب سے اباجی کے ہاتھ مستلزم سے ہٹائے اور دوسروں نے محبت سے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر پیچھے کیا۔ میں (عمر فاروق) نے کم لوگوں کو اس طرح گڑگڑاتے ہوئے دنیا سے بے خبر دیکھا۔

بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہو کر زم زم کے کنوئیں پر تشریف لے گئے جو کہ اس وقت کھلا تھا۔ خوب سیر ہو کر پانی پیا اور سر پر ڈالا اور وضو کیا اس کیفیت میں دعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لوگوں کا نام لے کر ان کی حاجات کی تکمیل کے لیے دعائیں کرتے رہے۔

آپ صفا پہاڑی پر اس جگہ کھڑے ہو گئے جہاں سے بیت اللہ نظر آ رہا تھا۔

بلند آواز میں پڑھنا شروع کر دیا (اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ المملک و لہ الحمد و هو علی کل شیء قدير لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ انجز وعدہ و نصر عبدہ و هزم الاحزاب وحده۔)

اور غیر شعوری طور پر انتہائی گریہ زاری کے ساتھ پڑھتے رہے اور بہت سے لوگ دائیں بائیں آگے پیچھے اباجی کے الفاظ کو دوہراتے رہے۔ میں عمر فاروق رب ذوالجلال کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میرے اعضاء شل ہو چکے تھے اور جواب دے چکے تھے اہلتی ہوئی ہنڈیا کی طرح اباجی کی گریہ زاری اور آہ بکا آپ کے سینہ کا ابھرنا اور پھول جانا رو کر آنکھوں اور چہرہ کا سرخ ہو



جانا، داڑھی مبارک کا آنسوؤں سے تر ہو جانا۔ میری برداشت سے باہر ہو گیا تھا اور میں نے غیر شعوری طور پر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور رب سے التجا کی کہ ”اے رب ہذا البیت میرے والد محترم کی دعائیں قبول فرما اور میں اباجی کی آواز سے دور ہو گیا کیوں کہ اس کے بعد کا مرحلہ اس سے بھی زیادہ دل سوز ہوتا تھا۔ دور نکل کر پھر بھی ان کے کلمات

اللَّهُمَّ قَتْنِي بِمَارِئَتِي وَبَارِكْ لِي فِيهِ وَاخْلُفْ عَلَيَّ كُلَّ عَائِيَةٍ لِي بِخَيْرٍ  
اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّلِّ وَالنَّفَاقِ وَالشَّقَاقِ وَسُوءِ الْأَخْلَاقِ  
میرے کانوں میں گونجتے تھے جب صفاء مروہ کے درمیان سبزی کے درمیان دوڑتے  
تو نگاہیں بیت اللہ کی طرف رکھتے تھے جب کہ حضرت ہاجرہ کو اس مقام پر بیٹا اسماعیل نظر نہ آتا تھا  
تو بیت اللہ کی طرف دیکھتی اور دوڑتی تھیں۔ مروہ پہاڑی 1995ء میں کافی مقدار میں موجود تھی  
اوپر چڑھ کر بیت اللہ مروہ کے مقام پر رخ ہو کر پھر صفا پہاڑی والی دعا دوبارہ پڑھتے اور آپ کے  
ساتھ اور لوگ بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیتے تھے۔

بڑے خشوع خضوع سے پڑھتے اور تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہوئے صفا کی  
طرف چلتے میں ساتھ نہ ہونے کے باوجود اکثر ان کی آواز سن کر دیکھ لیتا کہ اباجی سستی کر رہے  
ہیں۔ اکثر ان کے پیچھے آدمی آمین آمین کہتے ہوئے چل رہے ہوتے اور میں صرف ایک ہی دعا  
مانگتا رہا اے اللہ اباجی کی دعاؤں کو قبول فرما تو مجھے سب کچھ مل جائے گا۔

آپ نے سات چکر مکمل کیے اور مروہ پہاڑی پر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے رقت  
آمیز انداز میں دعائیں مانگیں اور خصوصاً آئندہ عمرہ کی سعادت کے لیے التجا کرتے رہے۔  
جنجوعہ: کیا اس سال کے دوران حافظ جی عمرہ کے لیے دوبارہ تشریف لے گئے؟

عمر فاروق: اباجی جدہ آکر فرمانے لگے کہ میں نے آئندہ بیت اللہ کی حاضری کی دعا کی ہے۔  
انشاء اللہ پر امید ہوں یہ سن کر میرے دل میں خیال آیا ”عمر ٹکٹ کی رقم بھیجے گا تو آؤ  
گے“ پاکستان رواج کی لیے جدہ ایرپورٹ پر گئے تو بک سیٹ پر اوور بکنگ کی وجہ سے  
سیٹ نہ مل سکی تو سعودی ایئر لائن نے 1300 تیرہ صد ریال کا وچر دے دیا کہ غلطی



ہماری ہے کہ ہم نے اور بکنگ کی ہوئی تھی۔ اور بطور جرمانہ ہم آپ کو آئندہ ٹکٹ کی رقم دے رہے ہیں چنانچہ اللہ کی نصرت سے اباجی اس سال عمرہ کی سعادت کے لیے دوبارہ تشریف لائے۔

جنجوعہ: حافظ جی نے مدینہ منورہ کتنے دن قیام کیا ان کی مصروفیات سے آگاہ فرمائیں۔  
 عمر فاروق: میں اس سفر میں ہمراہ نہ تھا والدین نے مسجد نبوی سے چند قدم کے فاصلہ پر ہوٹل میں کرایہ پر کمرہ لیا۔ پہلے دن فجر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کی۔ اشراق پڑھ کر روضہ رسول پر حاضری دی کافی دیر تک درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا ریاض الجنۃ میں نوافل ادا کیے آپ کا آٹھ دن یہی معمول رہا تاریخی مساجد اور مقامات پر تشریف لے گئے آپ روزانہ دس پارے قرآن حکیم کی تلاوت کرتے رہے اور سوموار جمعرات کو لازمی روزہ رکھتے۔

جنجوعہ: حافظ جی کو مطالعہ کا شوق تھا عمرہ سے واپسی پر آپ نے لائبریری کے لیے کون سی کتب خریدیں؟

عمر فاروق: اباجی نے فتح الباری 14 جلد، فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ 37 جلد اور کئی دیگر دینی کتب مطالعہ کے لیے خریدیں جن کا وزن 470 کلو گرام تھا جب کہ 20 کلو فی کس جہاز پر لے جانے کی اجازت تھی۔ اباجی نے گھر سے چلتے ہوئے قضاء حاجت کے دو نفل ادا کیے۔ ایئر پورٹ پر جا کر کچھ وظیفہ پڑھتے رہے اتفاقاً آپ کے دوست شیخ محمد حسین الحدادی ایئر پورٹ پر تشریف لے آئے مذکورہ کتب اور زم زم کے بارہ گیلن کلیئر clear ہو گئے اباجی انہیں دعائیں دینے لگے تو وہ بڑی عاجزی سے آمین کہتا رہا اور اپنی کرسی پر کھڑے اباجی سے الوداعی مصافحہ کیا اور عرض کرنے لگا۔  
 اے شیخ مجھے اپنی دعاؤں میں مت بھولنا۔

جنجوعہ: محترم حافظ جی وطن پہنچے کیا جماعتی استقبال کے لیے تشریف لائے تھے؟  
 عمر فاروق: جنجوعہ صاحب میں توجہ ٹھہر گیا اباجی فرماتے ہیں کراچی سے سرگودھا کے لیے سپر

ایکسپریس پر سوار ہوئے رستہ کے دوران گاڑی میں پانی ختم ہو گیا فیصل آباد سے سرگودھا تک پانی کی بوند بھی نہ ملی گرمی کا خشک موسم تھا گرد و غبار سے چہرہ اٹا ہوا تھا بڑی کوشش کی کہ منہ ہاتھ دھو لیں لوگ کیا کہیں گے پھر دل میں خیال آیا کہ جتنی توجہ پانی کی تلاش میں لگائی ہے کیوں نہ اتنی توجہ رب کریم کی طرف کر لوں جس کے قبضہ قدرت میں سب کے دل ہیں وہ چاہے تو صاف سترے چمکتے دکتے چہروں کے لیے دوسروں میں نفرت پیدا کر دے اور چاہے تو خاک آلودہ چہروں پر دوسروں کے دل میں الفت ڈال دے۔ سرگودھا ریلوے اسٹیشن پر اترے تو پک 23 سے دو گاڑیوں پر جماعتی احباب تشریف لائے سرگودھا سے میاں عبدالستار آزاد اور جامعہ علیہ سے مولانا عبید السلام اور مولانا دین محمد برادر اصغر مفتی جماعت محمد صدیق بمعہ اہل عیال استقبال کے لیے ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے۔ اباجی نے ٹرین سے اتر کر میزھیوں پر کھڑے ہو کر بلند آواز میں اجتماعی دعا کروائی۔ اسٹیشن ماسٹر اور ورکرز بھی اس دعا میں شامل ہو گئے جن احباب نے یہ منظر دیکھا ہے وہ آج بھی اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

جنجوعہ: عزیزم عمر صاحب آپ نے جدہ میں رہ کر تنظیمی لحاظ سے کون سی خدمت سرانجام دی؟  
مولانا محمد عمر فاروق: حج و عمرہ کی سعادت کے بعد جدہ میں رہائش اختیار کر لی۔ اباجی نے بذریعہ خط نصیحت کی بیٹا! جماعت سے رابطہ استوار رکھنا کیوں کہ جماعتی زندگی میں بقا ہے۔ جماعتی ساتھیوں کا اتہ پتہ معلوم کیا ان سے فرداً فرداً ملاقات کی احباب کے مشورے سے محمد اکرم سلفی کی معرفت علاقہ بنی مالک میں چھوٹا سا کمرہ کرایہ پر لیا یہاں غیر جانبدار اہلحدیث کی بنیاد رکھی جماعتی میٹنگ بروز جمعہ سات بجے صبح باقاعدگی سے ہوتی تھی ابتدائی اراکین میں محمد اکرم سلفی، ڈاکٹر قاری احمد دین، عنایت اللہ چیمہ اور عبدالحجید ساعاتی تھے بدقسمتی سے پاکستان میں جماعتی دھڑے بندی کے اثرات جدہ میں بھی ظاہر ہوئے بعض ساتھیوں نے عدم دلچسپی کا مظاہرہ کیا تو مجبوراً میں اور محترم مختار احمد عثمانی نے مرکزی جمعیت اہلحدیث کی بنیاد رکھی جس کے پہلے امیر صاحبزادہ

برق التوحیدی اور ناظم مختار احمد عثمانی مقرر ہوئے کچھ عرصہ بعد صاحبزادہ صاحب کے پاکستان جانے کے بعد شیخ فضل الرحمن صاحب امیر منتخب ہوئے جن کی مساعی سے جدہ کی پندرہ مساجد میں خطبہ جمعہ کا اردو زبان میں ترجمہ شروع ہوا کئی دینی اداروں میں تبلیغی پروگرام ہوتے رہے۔

جنجوعہ: محترم حافظ جی عمر کے آخری حصہ میں بیٹوں کو ملنے کے لیے جدہ تشریف لے جاتے تھے کیا وہ بھی جماعتی اجلاس میں شرکت کرتے تھے؟

عمر فاروق: اباجی وہاں ہوتے تو عموماً ان اجلاس میں شرکت کرتے تھے اور قیمتی مشورہ سے نوازتے تھے۔ ایک دفعہ جدہ کی جمعیت نے فیصلہ کیا کہ جو متواتر تین اجلاس میں شامل نہ ہوگا اسے کابینہ سے نکال دیا جائے گا اتفاقاً اباجی اس میننگ میں موجود تھے فرمانے لگے ”ساتھی جوڑو، توڑو نہیں“ مزید فرمایا ”جو ساتھی تین مرتبہ اجلاس میں شریک نہ ہو تو چوتھا اجلاس اس کے گھریا رہائش پر رکھو اسے کھانا کھانا پڑے گا پھر غیر حاضر نہ ہوگا“ ہم نے اس پر عمل کیا اور فائدہ مند ثابت ہوا۔ جدہ کی جماعت کی کوشش ہوتی کہ ان کی موجودگی میں اجلاس رکھا جائے اسی طرح اباجی کی خواہش ہوتی کہ جماعتی احباب سے ملاقات ہو جائے۔

جنجوعہ: جدہ جمعیت کے زیر اہتمام مختلف مقامات پر دعوتی پروگرام ہوتے تھے کیا حافظ جی ان تبلیغی پروگرام میں حصہ لیتے تھے؟

عمر فاروق: جدہ میں زیادہ تر پروگرام جمعرات اور جمعہ کو ہوتے تھے، جب کہ اباجی اکثر جمعہ مسجد الحرام میں ادا کرتے تھے البتہ جماعتی احباب کے اصرار پر بعض دفعہ جدہ کی مساجد میں خطبہ جمعہ پڑھاتے جس نے ایک مرتبہ ساوہ ہمیشہ دوبار سننے کا متمنی رہا جب کہ جمعرات کو عموماً دینی پروگرام میں شرکت کرتے تھے۔ ایک دفعہ پرانے ایئر پورٹ پر جو شہرے بالکل قریب آگیا ہے وہاں دعوتی اجتماع میں جماعت سے وابستگی کے موضوع پر ایسی دل نشین تقریر کی کہ لوگ آج تک اسے یاد کرتے ہیں اباجی اگر مکہ نہ گئے ہوتے

تو جمعہ کی نماز کے بعد اردو زبان میں لوگوں کو درس قرآن دیا کرتے تھے۔ محترم محمد عاقل نے جدہ دعوت سنٹر کے زیر اہتمام اردو زبان میں تقاریر کا پروگرام مرتب کیا اباجی نے وہاں بڑی نصیحت آموز تقریر کی انتظامیہ نے اباجی کے ہاتھوں لوگوں میں انعامات تقسیم کیے۔

جنجوعہ: آپ پاکستان میں اباجی کی سرپرستی میں عظیم الشان کانفرنس کرواتے رہے۔ آپ نے جدہ دعوت سنٹر میں رہ کر کون سی خدمات سرانجام دیں؟

عمر فاروق: سعودی حکومت نے جدہ دعوت سنٹر کے لیے سی وی میں قبل از دخول سعودی عرب اپنے ملک میں سرگرمیوں کی تفصیل مانگی تو میں نے تعلیمی کوائف کے علاوہ اس امر کی وضاحت کی کہ اباجی کی زیر کمان کانفرنس منعقد کرواتا۔ جماعتی احباب کی مردم شماری کروانا۔ اباجی کی طرف سے نیا بتا خطوط لکھ کر جماعتی میننگ بلاتا تھا مزید برآں پاکستان کے جماعتی جلسوں میں شرکت کے لیے قافلہ کی تیاری کراتا تھا۔ میں نے سی وی میں اصل حقائق ظاہر کیے مجھے خدشہ تھا کہ سنٹر سے فارغ کر دیں گے اللہ کا شکر ہے کہ مجھے بڑے بڑے دینی پروگرام کانفرنس، اسلامی سپوزیم کرانے کی کھلی اجازت مل گئی الحمد للہ سعودی عرب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ تین روزہ اسلامی کانفرنس منعقد کروائی جس میں اردو زبان جاننے والے بڑے نامور علماء ڈاکٹر مولانا وصی اللہ عباس، نائب مفتی مسجد الحرام مکہ مکرمہ مولانا صفی الرحمن مبارک پوری، مصنف الریحق المنحوم، ڈاکٹر پروفیسر فضل الہی برادر اصغر علامہ احسان الہی ظہیر مولانا سید معراج دین، مولانا محمد اقبال کیلانی، مصنف کتب کثیرہ اور پاک و ہند کے دیگر نامور علماء اکرام نے شرکت کی۔ محترم ڈاکٹر ذاکر نائیک نے بھی 1997ء میں اس دعوتی پروگرام میں شرکت کی۔

جنجوعہ: آپ نے بہتر معاشی مستقبل کی خاطر پاکستان میں سرکاری ملازمت ترک کر کے جدہ

کو ترجیح دی عالمی سطح پر کانفرنس کے انعقاد کے دوران مالی منعفت تو حاصل نہیں کی؟

عمر فاروق: محترم جنجوعہ صاحب آپ اباجی کی زندگی سے بخوبی واقف ہیں میں آپ کو مزید آگاہ

کرتا ہوں ایک دفعہ میرے بڑے بھائی عبدالرؤف نے بیت اللہ میں اباجی سے ڈرتے ڈرتے عرض کی۔ اباجی آپ کے پاس مسجد و مدرسہ کی رقم ہوتی تھی کبھی کسی مجبوری کے تحت ہماری پرورش کے لیے یا کسی دیگر مجبوری کی وجہ سے کچھ رقم استعمال کی ہو تو میں وہ رقم واپس کرنا چاہتا ہوں تو اباجی نے فرمایا بیٹا اللہ کا شکر ہے آج تک مسجد و مدرسہ کا حساب موجود ہے جس میں آمدن و خرچ کی ایک ایک پائی درج ہے میں نے اپنی جیب سے دیا ہے۔ حلفاً کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے نان و نفقہ کے لیے ایک روپیہ بھی نہیں لیا۔

جنجوعہ: حافظ جی نے اپنے علاقہ میں چند مساجد تعمیر کرائیں اور ان کے ماہانہ اخراجات برداشت کرتے رہے کیا آپ کے اباجی جدہ میں قیام کے دوران عرب شیوخ سے مالی اعانت حاصل کرتے تھے؟

عمر فاروق: چک 23 کے جماعتی ساتھیوں نے مساجد کی تعمیر میں بھرپور دلچسپی کا مظاہرہ کیا اباجی سعودی عرب تشریف لے آتے تو ہم بھائیوں سے اپنی ذات کے لیے روپیہ طلب نہیں کرتے البتہ مسجد و مدرسہ فنڈ میں خاطر خواہ حصہ ڈالنے پر اصرار فرماتے۔ اس امر کی وضاحت کرتا ہوں کہ آپ نے بیٹوں اور بھانجوں کے علاوہ جدہ کے کسی شخص سے ایک ریال کا مطالبہ نہیں کیا۔ ہم سب بھائی اباجی کے حکم کی تعمیل میں مسجد فنڈ میں فراخ دلی سے رقم جمع کراتے تھے۔

پاکستان اور بھارت کے جو جماعتی احباب جدہ میں مقیم تھے ان کے باہمی اجلاس بھی منعقد ہوتے تھے حضرت الامیر پروفیسر ساجد میر کے حکم پر پیغام چینل کے لیے آپ نے ان جماعتی احباب سے تعاون لیا جو مرکز فنڈ میں جمع کرا دیا لیکن اپنے علاقہ کی مساجد کے لیے کسی جماعتی سے تعاون طلب نہیں کیا۔

جنجوعہ: حافظ جی اپنے مال کی زکوٰۃ تو ماہ رمضان المبارک میں تقسیم کرتے تھے لیکن سال کے دوران مسکینوں یتیموں کی کفالت اور عیال دار ساتھیوں سے خفیہ تعاون کرتے تھے۔

آپ یہ روپیہ کہاں سے حاصل کرتے تھے؟

عمر فاروق: ہم سات بھائی اور چچا زاد اور ماموں زاد برادران جدہ میں کاروبار کرتے ہیں۔ اباجی نے سب کو بلا کر نصیحت کی تم لوگ کاروباری ہو اور اپنی روزمرہ آمدن کی مناسبت سے صدقہ خیرات کیا کرو۔ انہوں نے یہ طریقہ نکالا کہ ہماری دوکانوں پر صندوقیاں رکھو ادیس اور ہدایت کی کہ حساب بند کرتے ہوئے اس میں رقم ڈال دیا کرو اور ہر ماہ کے آخر پر جمع شدہ رقم پاکستان میں غریب مساکین کے لیے بھیج دیا کرو۔ ہر ماہ تقریباً دو ہزار ریال جمع ہو جاتے تھے سعودی قانون کی وجہ سے صندوقچی تو ختم ہو گئی البتہ اسی حساب سے روزانہ رقم اپنی بہن ثمینہ ملک کے پاس جمع کرواتے اباجی یہ رقم پاکستان کے غرباء میں تقسیم کر دیتے۔ اباجی اتنے محتاط تھے وہ اس رقم کی تفصیل رجسٹر میں لکھ دیتے اور ہمیں آگاہ کرتے ہم بھائیوں نے دستہ بدستہ عرض کی اباجی آئندہ ہمیں تفصیل نہ بھیجو ہمیں شرمندگی ہوتی ہے۔

ہمارے اہل خانہ پر بھی اباجی کی تربیت کے اثرات ظاہر ہوئے وہ بھی جب خرچ سے اس فنڈ میں جمع کرائی تھیں دروازہ پر جو سوائی عورت آتی اسے خالی ہاتھ نہ لواتے اگر بعض اوقات گھر میں نقدی دینے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو کچن سے خوردنوش کا سامان اٹھا کر خیرات کر دیتیں اگرچہ میری تمام بہنیں صدقہ کرنے میں ایک دوسرے سے زیادہ فراخ دل ہیں مگر اباجی روینہ اس معاملہ میں سب سے کشادہ ہاتھ ہے۔

جنجوعہ: حافظ جی کا پاکستان میں حلقہ احباب وسیع تھا جدہ میں رہ کر انہوں نے یہ خلا کس طرح پُر کیا؟

عمر فاروق: اباجی فرماتے تھے کہ دوستی قائم کرنے اور رکھنے کے لیے پچھنے لگوانے پڑتے ہیں مزید وضاحت کرتے ہوئے مثال دیتے کہ کماؤ کی فصل کو کاٹنے اور چھلائی کرتے ہوئے کبھی نہ کبھی نرم و نازک جسم معمولی زخمی ہو جاتا ہے تو پھر میٹھی چینی ملتی ہے۔ اسی طرح حلقہ احباب سے تعلق قائم رکھنے کے لیے جانی و مالی اور وقت کی قربانی دینا پڑتی ہے۔

اباجی جدہ میں مقیم جماعتی احباب کی ہفتہ وار مینٹنگ میں باقاعدگی سے شرکت کرتے تھے اور گاہے بگاہے ان کی ضیافت کر کے فرحت حاصل کرتے تھے۔ علاقہ کے جماعتی احباب کو ڈھونڈ کر ملتے تھے۔ محترم محمد ادریس قریشی جن کی جدہ میں سونے کی فیکٹری ہے حافظ جی کے بھانجے حافظ محمد ریاض ان کی فیکٹری میں امامت کراتا ان کی دعوت پر اباجی ہفتہ وار درس دیتے۔ وہ آپ کا بے حد احترام کرتے آپ بھی ان کو حرم کی دعاؤں میں یاد کرتے۔ جب آپ بیمار ہوئے تو جمعہ کو بعد نماز مغرب تیار داری کے لیے تشریف لے آتے حکیم صدیق الحسن اور حکیم عبدالجبار سلفی سے ملاقات کرتے اور حکمت کے موضوع پر تبادلہ خیال کرتے۔

جدہ میں چک 23 اور گردونواح کے علاقوں کی کئی فیملی رہائش پذیر ہیں آپ ان سے راہ و رسم رکھتے جب آپ پاکستان چلے جاتے تو وہ منتظر رہتے۔ میری دکان پر آکر پوچھتے کہ حافظ جی کب تشریف لارہے ہیں؟ خواتین دوائیں بھی لے جاتیں اور بچوں کو دم بھی کراتیں۔ خانگی مسائل پیش کرتیں اباجی مناسب حل پیش کرتے اور سحری کے وقت روحانی مریضوں کی پریشانیوں کے حل کے لیے رورور دعا مانگتے۔

جنجوعہ: حافظ جی جدہ میں رہ کر پاکستانی احباب کو کبھی یاد رکھتے تھے؟

عمر فاروق: اباجی بیت اللہ میں اپنے والدین اور ان کے دوستوں اپنے اساتذہ اور جماعتی احباب کو دعاؤں میں یاد رکھتے تھے۔ پاکستان والہی کے وقت ہول سیل کے علاقہ سے خوشبو کی شیشیاں منگواتے اور بعض دوکاندار کہتے۔

ہَلْ اَنْتَ تاجِر عطور کیا آپ خوشبو عطر کا کاروبار کرتے ہیں اور آپ سرخ رومال درجنوں کے حساب سے خریدتے اور سفید کپڑے کے کئی تھان حاصل کرتے جو پاکستان آکر دوست احباب میں تقسیم کرتے۔

جنجوعہ: بلاشبہ آپ بھائیوں نے اباجی کی بیماری کے دوران خدمت کی اور ایک دوسرے پر سبقت لینے کی کوشش کی لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کس بیٹے سے زیادہ خوش

تھے اور کیوں؟

عمر فاروق: آپ ہمارے بڑے بھائی عبدالرؤف پر زیادہ خوش تھے۔ برملا اظہار کرتے تھے کہ وہ میرے آباؤ اجداد کے دیرینہ تعلقات کا پہرہ دیتا ہے۔ اور ان کی خدمت کو سعادت سمجھتا ہے۔ اباجی اکثر اُن کے لیے غائبانہ دعائیں کرتے تھے۔

جنوبہ: حافظ جی کی جماعتی معاشرتی زندگی کو کافی حد تک ضبط تحریر کر لیا تھا۔ لیکن سعودی عرب میں اُن کے شب و روز سے بے خبر تھا عزیزم عمر فاروق آپ نے قیمتی وقت نکال کر میرے ہاں قیام کیا اور معلومات فراہم کیں۔ میں آپ کا بے حد مشکور ہوں اللہ ذوالجلال آپ کو جزائے خیر دے۔

عزیزم امان اللہ راوی ہیں جدہ میں قیام کے دوران اباجی علی الصبح اٹھ کر تہجد ادا کرتے تھے اذان کے بعد نماز فجر کے لیے مسجد تشریف لے جاتے پھر واپس آ کر قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے طلوع آفتاب کے بعد اشراق پڑھنا آپ کا معمول تھا ناشتہ کے بعد ایک گھنٹہ آرام کرتے دس بجے اٹھ کر اپنے بیٹے یحییٰ کی دوکان پر پیدل چلے جاتے تھے کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ملحقہ مسجد ایوبی میں حاضری دیتے نماز ظہر کے بعد بیٹے کے ہمراہ دو بجے مکان پر آ جاتے تھے دسترخوان بچھا دیا جاتا اور خاندان کے تمام افراد مل کر دوپہر کا کھانا تناول کرتے ہم تمام بھائی کاروباری مسائل پر باہمی مشورہ کرتے تھے حافظ جی گھر میں آرام کرتے عصر کی نماز ملحقہ مسجد عثمان بن عفان میں ادا کرتے پھر آپ گھر آ کر بچوں کے ساتھ وقت گزارتے مغرب کی نماز کے بعد اکثر عبدالحق کی دوکان پر جاتے وہاں پاکستانی یمنی اور سعودی دوست احباب ملنے آ جاتے وہ دینی مسائل پر گفتگو کر کے روحانی سکون حاصل کرتے۔ نماز عشاء کے بعد واپس گھر آ جاتے کھانا کھانے کے بعد ہم سب آپ کی پنڈلیوں کی مالش کرتے اور جسم دباتے اس دوران گزشتہ خاندانی حالات، تاریخی واقعات اور قیمتی ارشادات سن کر لطف اندوز ہوتے پھر آپ سو جاتے تو ہم رخصت ہوتے۔

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے محمد صادق ﷺ نے فرمایا، مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہیں۔ بقیۃ السلف حافظ محمد دین کی زندگی شاہد ہے کہ آپ نے



کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی۔ عزیزم امان اللہ راوی ہے کہ چچا جی نے آخری حج 2010ء میں ادا کیا ہم کمپنی کی بس پر سوار ہو کر عرفات سے مزدلفہ واپس جا رہے تھے رستہ میں حجاج کا بے حد رش تھا بس کا چلنا دشوار ہو گیا ڈرائیور نے تمام مسافروں کو اتار دیا حافظ جی شوگر کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے میں نے ان کو وہیل چیئر پر بٹھایا تو آپ نے فرمایا بیٹا وہیل چیئر فولڈ کر لو حجاج کرام کورس کی وجہ سے تکلیف نہ ہو اور خود 3 کلومیٹر کا فاصلہ پیدل کیا امان اللہ راوی ہے کہ سحی کے بعد بیت اللہ کی طرف منہ کر کے خشوع خضوع سے دعا مانگتے اے اللہ ہم سنگ مرمر کے ٹھنڈے پتھر پر سعی کر رہے ہیں اوپر اے سی ہیں مگر اے پروردگار ہماری اماں ہا جراں سنگ ریز پتھروں پر اپنے بیٹے اسمعیل کی عقیدت و محبت میں کبھی صفا کبھی مروی پر پانی کی تلاش میں جاتیں اے اللہ ہم اُن کی نقل کر رہے ہیں اے اللہ ہماری نقل کو قبول فرما سبز لائٹ آ جاتی تو وہیل چیئر سے اتر جاتے اور سنت کے مطابق دوڑنے کے لیے بازوؤں کو حرکت دیتے ہر چکر کے بعد دعا کرتے اے اللہ میں تیرا عاجز بندہ ہوں تو معاف فرما اور میرا خاتمہ بالخیر پر فرما۔

## سفر آخرت

تقدیر کا تدبیر پر غلبہ: اہم نوعیت کا معاملہ ہوتا یا معمولی محترم حافظ جی کسی کے استفسار پر حقائق کو صاف گوئی سے بیان فرما دیتے حیلہ یا بہانہ کرنے سے آپ کو نفرت تھی، عزیزم عمر فاروق راوی ہیں۔ اباجی جدہ تشریف لائے تو ہفتہ میں ایک دفعہ اُن کو دیہاری ہوٹل میں لے جا کر مشروبات اور پر تکلف کھانا کھلا کر اپنا شوق پورا کرتا تھا۔

اباجی کو عمر کے آخری حصہ میں شوگر ہو گئی میں اُن کو دعوت دینے سے محروم ہو گیا۔ ایک دفعہ اباجی کو ہمراہ لے کر جدہ کے علاقہ بنی مالک میں بھائی عبدالماجد کی دوکان کی طرف جا رہے تھے رستہ میں مصری ہوٹل میں گوشت بھونے کا دھواں اُٹھ رہا تھا کارکو بریک لگائی اور اباجی کو سہارا دے کر ہوٹل میں لے گیا تین کلو گوشت کا آرڈر دیا مجھے فرمانے لگے ڈاکٹر صاحبان نے منع کیا ہوا ہے تیرے بھائیوں کو پتہ چل گیا تو ناراض ہوں گے میرا اصرار بڑھ گیا اور عرض کیا کہ ہم انہیں بتلائیں گے نہیں تو فرمانے لگے حافظ عبدالماجد کو بلا لیتے وہ تو تیرا مولوی بھائی ہے میں نے عرض کی وہ بھی آپ کو گوشت نہیں کھانے دے گا۔ میں نے موبائل بند کر دیا تاکہ کسی بھائی کو خبر نہ ہو سکے۔

کھانا سے فارغ ہو کر ہم دوکان پر گئے تو برادر عبدالماجد بے تابی سے انتظار کر رہے تھے اور پوچھا اباجی آپ کا فون بند تھا ہم پریشان ہو گئے کہ عمر فاروق آپ کو لے کر کہاں چلے گئے؟ اباجی نے فوراً ڈنر رپورٹ پیش کر دی حافظ عبدالماجد نے ازراہ مذاق کیا باپ بیٹا مولوی بن کر اکیلے ہی بکرے چھترے ہضم کر گئے اب یہ بکرا تمہارے پیٹوں کے اندر ”میں“ ”میں“ کر کے بلبلائے گا اباجی نے کہا عمر اپنے چھوٹے بھائی کو بھوننا ہوا بکرا کھانا میں نے اباجی کے حکم کی تعمیل کی۔ تاہم اباجی کو یہ گوشت موافق نہ آیا اس سے نظام انہضام کافی متاثر ہوا۔ برادران خصوصاً چچا جلال دین مجھ سے خفا ہوتے رہے کہ یہ آپ کے شوق کی ضد کا نتیجہ ہے۔ مخبر صادق ﷺ کا فرمان ہے کلونجی ہر مرض کا علاج ہے سوائے موت کے۔ موت کا وقت مقرر ہے مرض الموت کے سامنے سب تدبیریں اور دوائیں بے اثر ہو کر رہ جاتی ہیں۔ مچھلی یا بکرے کے گوشت میں ہر قسم کے وٹامن

ہوتے ہیں جو قوت و توانائی کے حصول میں اضافہ کا موجب بنتے ہیں۔ تاہم جب اللہ تعالیٰ کی نشانہ ہو تو اس کے کھانے سے ریقان لاحق ہو جاتا ہے۔ رب کی تقدیر یقیناً انسانی حفاظتی تدبیر پر غالب ہے۔

## بیماری کا غلبہ

شوگر کی وجہ سے حافظ جی کا جگر متاثر ہوا۔ آپ ڈاکٹر زہپتال لاہور میں داخل رہے۔ مرض کا افاقہ ہو گیا تاہم سر اور داڑھی کے بال گرنا شروع ہو گئے۔ سعودی عرب میں مقیم پسران کا اصرار بڑھ گیا کہ ہمیں خدمت کا موقع دیں۔ چنانچہ آپ نے جدہ جانے کی حامی بھر لی۔ مجھے اطلاع ملی تو زیارت کے لیے حاضر ہوا آپ کی کیفیت دیکھ کر دل مرجھا گیا اور خیریت دریافت کی؟ حافظ جی نے کہا! الحمد للہ، مجھے بیماری کی تکلیف کا غم نہیں۔ افسوس ہے تو اس بات کا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی سنت داڑھی کو ذوق و شوق سے رکھا (آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر کہا) یا اللہ قبر، حشر اور حوض کوثر میں اس کی رفاقت نصیب فرما۔

جنجوعہ! آمین حافظ جی اس بارے فکر مند نہ ہوں۔ اللہ نیتوں کا مالک ہے۔ میں نے اپنے آنسوؤں کو ضبط کر کے پوچھا آپ صاحب جائیداد ہیں، اس کی تقسیم کے بارے اولاد کو کوئی وصیت کی ہے؟

حافظ جی! ماسوائے ایک بیٹے کے اولاد کی شادی خاندان میں کی ہے وہ سب آپس میں شیر و شکر رہے ہیں اور میں خوش و خرم ہوں۔ دعا کرتا ہوں اللہ سبحانہ و تعالیٰ اُن میں خاندانی اتحاد کی روایت اور الفت و محبت کی یگانگت کو قائم دائم رکھے۔ برادر جنجوعہ ہمارے اسلاف اپنی زندگی میں ورثہ کی تقسیم کو جائز نہیں سمجھتے۔ البتہ نصیحت کرتا ہوں خدا نخواستہ ضرورت محسوس ہو تو شرعی احکام کے مطابق آپس میں تقسیم کرنا۔

جنجوعہ! محترم حافظ جی شرعی مسئلہ کی سمجھ آ گئی۔ آپ سے گزارش ہے کہ اپنی اولاد کو نصیحت کریں جو انھیں مستقبل میں کام آئے۔

حافظ جی! میں ہاری کسان کا بیٹا تھا میں نے والدین، بزرگوں اور اساتذہ کی دعاؤں

کی برکت سے ترقی کی ہے۔ لہذا اُن کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ بھی بزرگوں کی خدمت کر کے دعاؤں کے حصول کا موجب بنیں۔ دوسری بات یہ کہ قرآن و سنت کے احکام کو سینے سے لگانا اور جماعت سے نماز پڑھ کر رب سے تعلق قائم رکھنا۔ جب مشکل پڑے تو سحری کے وقت اُٹھ کر مالک ارض و سما کے دربار میں آوہ زاری کرنا۔ آخری نصیحت یہ کرتا ہوں کہ اپنے بچوں کو دین کی تعلیم کے لیے وقف کرنا۔

### جنجوعہ:

محترم و مکرم حافظ جی! اللہ رحیم و کریم کا آپ پر بے حد کرم ہے۔ آپ کے والد اکلوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات بیٹوں کی نعمت اور چار بیٹیوں کی رحمت سے نوازا ہے۔ آپ کے والد مزارعت پر کاشت کاری کرتے تھے۔ آپ پچاس ایکڑ اراضی کے مالک ہیں۔ آپ کے پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں ہیں۔ کیا آپ کی کوئی حسرت ایسی ہے جس کی تکمیل نہ ہوئی ہو؟

### حافظ جی:

برادر مکرم! آپ نے جن نعمتوں کا ذکر کیا ہے اللہ نے مجھے عطا کی ہیں جن کا میں شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ یہ سب کچھ میرے والدین اور اساتذہ کی دعاؤں کا صلہ ہے۔ ساتھیوں سے کہوں گا کہ جماعت کے بعد میرے لیے دعا کریں کہ اللہ خاتمہ بالخیر کرے۔ جنجوعہ صاحب میرے دو بیٹوں نے مدارس سے دینی تعلیم مکمل حاصل کی۔ میری حسرت تھی کہ وہ مقامی مسجد کی خدمت کرتے۔

### جنجوعہ:

حافظ جی! آپ کو اس پر فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے وہ دونوں بیٹے جدہ میں اپنا کاروبار کرتے ہیں اور مختلف اداروں میں بے لوث دینی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ آپ کے قائم کردہ اداروں اور مقامی مسجد کی مالی معاونت کرتے ہیں۔ رہی یہ مقامی مسجد تو اس میں آپ کا بھتیجا محمد یعقوب ولد حافظ محمد یسین جو جامعہ سلفیہ میں تکمیل کے آخری مراحل میں ہے،

وہ آپ کی طرز پر قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور جمعہ کا خطبہ دیتا ہے۔ اس کی تقریریں کریوں گمان ہوتا ہے کہ حافظ جی ہی خطاب کر رہے ہیں۔ یہ فکر مند ہونے کا مسئلہ نہیں۔ اللہ آپ کو صحت کاملہ دے۔ یہ کہہ کر راقم السطور نے اجازت طلب کی۔

### حافظ جی:

آپ وقت نکال کر تیمارداری کے لیے آئے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

### جنجوعہ:

محترم حافظ جی سعودی عرب جا کر دعاؤں میں یاد رکھنا (یہ کہہ کر رخصت ہوا) دوسرے دن محترم حافظ جی اپنے بھائی جلال دین کے ہمراہ سعودی عرب چلے گئے اور جدہ کے ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ شوگر نارمل ہو گئی۔ حافظ عبدالمجید نے فیصل آباد سے خصوصی تیل منگوایا۔ آپ کے پسران نے مسلسل تین ماہ مالش کی۔ اللہ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ سر اور داڑھی پر سیاہ بال دوبارہ اُگ آئے۔

ایک دن حافظ جی گھر میں پوتے اور پوتیوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اس موقع پر آپ کا بیٹا عبدالحق گھر آیا تو اُس نے فرط محبت سے خوش ہو کر کہا بابا جی! اب تو الحمد للہ داڑھی میں شباب آ گیا ہے۔ یہ سن کر حافظ جی نے پیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا (استسقاء کی وجہ سے بڑھ گیا تھا) عزیزم عبدالحق نے مسکراتے ہوئے کہا یہ تو مولوی لگ رہا ہے۔ یہ سن کر حافظ جی اور اہل خانہ ہنس پڑے۔

جدہ میں قیام کے دوران عمرہ بھی کیا اور رو کر والدین، بزرگوں اور اساتذہ کی مغفرت کے لیے دعا کرتے رہے۔ پاکستان کی سلامتی اور عالم اسلام کی یک جہتی کے لیے سکیاں لے کر التجا کرتے رہے اور اپنے لیے خاتمہ بالخیر کی دعا کرتے رہے۔ آپ تین ماہ جدہ میں آرام و سکون سے رہے پسران کا مطالبہ تھا کہ بابا جی جدہ میں مزید ٹھہرے رہیں۔ جب کہ بھائی جلال دین کا اصرار تھا کہ میں حافظ جی کو ہمراہ وطن واپس لے جاؤں گا۔ حافظ جی نے بھائی کی

رائے پر رضا مندگی ظاہر کر دی اور پاکستان تشریف لے آئے چک کے ساتھیوں کے بقول آپ ویل چیسر پر بیٹھ کر باجماعت نماز ادا کرتے رہے راتم نے فون پر خیریت دریافت کی تو پتہ چلا جدہ سے واپسی پر چند دن آرام و سکون سے گزرے۔ اچانک شوگر نے دل پر حملہ کیا۔ وہ تو رائے میڈیکل ہسپتال سرگودھا میں داخل ہیں۔ کوٹ بھائی خان کے جماعتی ساتھیوں نے جانے کا پروگرام بنایا۔

حکومت پنجاب کی روزگار سکیم کے تحت مہر نصر عباس کو کیری ڈبہ ملا۔ اُس نے فراخ دلی سے تیمارداری کے لیے گاڑی کی پیشکش کی۔ جلال دین مہمان نوازی میں مصروف تھا۔ احمد دین مٹھو آپ کی خدمت پر مامور تھا۔ آبائی گاؤں کے جماعتی ساتھیوں کو دیکھ کر حافظ جی کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ ریقان کی شدت کی وجہ سے پیٹ بڑھ چکا تھا۔

مغرب کی اذان شروع ہوئی۔ حافظ جی نے تیمم کیا اور اشارے سے نماز پڑھی۔ ہم نے اجازت طلب کی تو حافظ جی نے خلوص سے کباروٹی کھا کر جاؤ۔ حافظ ولی محمد نے عرض کیا جوں پی نیا ہے، روٹی کی طلب نہیں۔ حافظ جی سے یہ میری آخری ملاقات تھی۔ آپ کے دل کی تکلیف رفع ہوگئی تو حافظ جی نے کہا کہ مجھے چک لے چلو۔ محمد رمضان مجاہد راوی ہے کہ ”آپ کا بیٹا احمد دین مٹھو اُن کو گھر لے جا رہا تھا۔ تو ارشاد فرمایا بیٹا گاڑی تیزی سے لے چلو۔ میں نے مغرب کی نماز اپنی مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنی ہے۔ جب گاڑی مسجد میں داخل ہوئی تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ جلدی سے تیمم کیا اور فرمانے لگے کہ گاڑی کو صف میں کھڑی کر دو، کہیں میری رکعت نہ رہ جائے۔ جماعتی احباب آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور مصافحہ کرنے کے لیے آپ کی طرف لپکے۔ حافظ جی جماعتی احباب کا جم غفیر دیکھ کر بشاش بنشاش ہو گئے اور سب کا نام لے کر دعائیں دے رہے تھے یقیناً زبان حال سے کہہ رہے ہوں گے:

پھلا، پھولا رہے یارب! چمن میری امیدوں کا

جگر کا خون دے کہ یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

## روداد نماز جنازہ:

اہل سرگودھا ترجمان اسلام مولانا سلیم اللہ کیرپوری کے علمی و تحقیقی انداز بیان سے محرومی پر افسردہ تھے کہ تقریباً ایک سال بعد تواضع و انکساری کے پیکر ممتاز عالم دین روحانی و جسمانی معالج حافظ محمد دین مالک حقیقی سے جا ملے۔ 2 مئی 2012ء بمطابق 10 جمادی الثانی 1433ھ کو علی الصبح فون پر حافظ جی کی خیریت دریافت کی۔ عزیزم حافظ ثناء اللہ ثاقب نے فون پر کہا بھائی جی! دعا کرتے رہیں۔ ایک گھنٹہ نہیں گزر رہا تھا کہ حافظ جی کے بھتیجے مہر محمد یوسف کی طرف سے فون آیا۔ بادل نخواستہ آن کیا تو اطلاع ملی کہ حافظ جی فوت ہو چکے ہیں۔ ان کی نماز جنازہ چار بجے سہ پہر ہوگی۔ طبیعت کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ عزیزم یوسف! ممکن ہے کہ پروفیسر ساجد میر اپنی مصروفیات کی وجہ سے نہ آسکیں تو محترم شیخ الحدیث حافظ محمد شریف یا حافظ مسعود عالم سے جنازہ کے لیے رابطہ کر لینا۔

حافظ محمد دین کا آبائی تعلق کوٹ بھائی خان سے تھا۔ اُن کی فوتگی کی اطلاع لاؤڈ سپیکر پر کر دی گئی۔ خواتین و حضرات کی کثیر تعداد نے آمادگی کا اظہار کیا۔ بس اور کیری ڈبوں کا انتظام کر دیا گیا۔

راقم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چک 23 (سرگودھا) پہنچا تو اُسی وقت پروفیسر عبدالستار حامد، مولانا حسن محمود کیرپوری اور محترم میاں محمد جمیل سابقہ ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان تشریف لائے۔ اُن کے چہرے اُداس اور افسردہ تھے۔ اُن سے مصافحہ کرنے کے بعد مسجد میں پہنچا تو کچھ لوگ حافظ جی کی دینی خدمات کا آپس میں تذکرہ کر رہے تھے۔ اکثر احباب سر جھکائے آنسو بہا کر دل کا بوجھ ہلکا کر رہے تھے۔ سوچ میں پڑ گیا کہ اُن کا حافظ جی سے کیا تعلق ہے۔ جد خاکی سامنے نہیں کہ جس کو دیکھ کر ہر درد مند دل رو پڑتا ہے۔ رشتہ بھی نہیں کہ خونی تعلق کی وجہ سے افسردہ ہوں۔ ذہن نے گردش کی کہ حافظ جی کو جماعتی ساتھیوں سے والہانہ الفت و محبت تھی وہ اس پیار سے محرومی پر آنسو بہا رہے تھے۔

محترم حافظ جی صاحب علم اور صاحب اولاد بھی تھے اور اللہ کے فضل سے اُن کے ہاں

دولت کی فراوانی تھی۔ ان نعمتوں کے باوجود اُن کے دل و دماغ میں تکبر کی رائی تک نہ تھی۔ خوش اخلاقی سے ملنا اُن کی زندگی کا وسیلہ تھا۔

وہ جماعتی بزرگوں کا احترام کرتے تھے۔ اُن کے حکم پر دور دراز کے سفر کرتے رہے۔ حافظ جی مفتی محمد صدیق تلمیذ حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی کے مدرسہ جامعہ علمیہ میں زیر تعلیم رہے۔ اُس وقت میاں عبدالستار آزاد مدرسہ کے ناظم تھے۔ ان سے تعلق استوار ہوا۔ محترم حافظ جی نے آخر دم تک اس تعلق کو قائم رکھا۔ آپ مولانا سلیم اللہ کیرپوری اور حافظ محمد دین کی بے حد عزت کرتے تھے۔ آج میاں عبدالستار اور اُن کے بیٹے حافظ عبدالغفار آزاد حافظ جی کی رحلت پر غمگین دکھائی دے رہے تھے۔

برادر م حافظ جی کا حافظ نہایت قوی تھا۔ وہ دعوتی پروگرام میں شرکت کرتے اور قیمتی وقت نکال کر مقامی جماعت کے پاس بیٹھتے۔ جماعتی احوال سن کر قیمتی مشوروں سے نوازتے۔ پھر اُن کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے۔ جب کوئی ساتھی مل جاتا تو اُس سے دیگر جماعتی ساتھیوں کے نام لے لے کر خیریت دریافت کرتے۔ جب کوئی ملے آتا تو آپ حتی المقدور تعاون کرتے اور آؤ بھگت کرتے۔ جس ساتھی نے حافظ جی سے ایک ملاقات کر لی یوں سمجھتے وہ حافظ جی کا اسیر ہو گیا اسی نے حافظ جی کو غم خوار، مربی اور محسن سمجھ کر دل کی تختی پر رقم کر لیا۔ حافظ جی کے طالب علمی کے دور میں جامعہ علمیہ کو سرگودھا، خوشاب، میانوالی اور بھکر میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس بنا پر آپ کا مذکورہ علاقوں کے احباب سے دعوتی و تنظیمی رابطہ رہا اور آپ نے اس تعلق کو مرتے دم تک قائم رکھا۔

شہر ضلع سرگودھا میں جہاں کہیں اہلحدیث کا نفرنسیں ہوتی رہیں، چک 23 سے حافظ جی قافلہ کی صورت میں وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ آپ طب نبوی کے تحت علاج معالجہ کرتے تھے اور مسنون دم بھی کرتے تھے۔ لوگ اللہ کے کرم سے فیض یاب ہوتے رہے۔ آپ دور سے آنے والے احباب کی موسم کے مطابق خوب تواضع کرتے۔ مہنگائی اور افراط فرفری کے دور میں سفر کے لیے وقت نکالنا مشکل امر ہے، تاہم حافظ جی کے خلوص، لگن، عجز و انکساری، مہمان نوازی اور



غم گساری کی تاخیر کا شکر تھا کہ دور دراز سے احباب نے ہزاروں کی تعداد میں جنازہ میں بھر پور شرکت کی۔ مسجد اور اس سے ملحقہ عید گاہ کا احاطہ تنگ دامن کا شکوہ کر رہا تھا۔

آپ علماء کے بے حد قدردان تھے۔ اُن کی خدمت اور عزت افزائی کو سعادت سمجھتے تھے۔ اس لیے اکثر واعظیں گرد و نواح خطاب کر کے رات کو آپ کے ہاں قیام کرتے۔ محترم حافظ جی اسے اپنی خوش بختی تصور کرتے۔ مولانا سیف اللہ خالد ملتانی کو عزیز سمجھ کر حکم دے رکھا تھا کہ آپ کا سفر طویل ہے، اس علاقہ میں تبلیغ کے لیے آؤ تو رات میرے ہاں قیام کیا کرو۔ آپ کی الفت و محبت کی تاثیر کا نتیجہ تھا کہ علماء کی کثیر تعداد نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی۔ مفسر قرآن حافظ عبد الوہاب روپڑی، شیخ الحدیث حافظ محمد شریف، شیخ الحدیث مولانا مسعود عالم، مولانا محمد یسین ظفر، پرنسپل جامعہ سلفیہ، مولانا محمد یونس بٹ، شیخ الحدیث عبدالعزیز علوی، الشیخ عبدالرحمن مفتی جامعہ سلفیہ، مولانا عبدالرشید حجازی، حافظ عبدالباسط شیخوپوری، جناب امتیاز احمد ایڈووکیٹ، رانا نصر اللہ خان، مولانا سیف اللہ خالد، مولانا ارشد کمال، طارق محمود یزدانی، عبد الواحد سلفی، محمد دین ندیم، مولانا محمد سرفراز صفدر، مولانا محمد طفیل، مولانا محی الدین سلفی، حافظ عبد الغفور فرورک، حافظ سیف اللہ کبیر پوری، سید سبطین شاہ نقوی، محمد فاروق توحیدی اور حافظ ولی محمد قابل ذکر ہیں۔

دیہاتی زندگی کا معمول ہے کہ مقامی عورتیں تعزیت کے لیے جاتی ہیں۔ شہر ضلع سرگودھا میں عموماً کانفرنس ہوتی رہتی ہیں۔ صرف لوکل عورتیں شرکت کرتی ہیں تاہم چک 23 کے سالانہ جلسہ میں ضلع بھر سے عورتیں جوق در جوق حاضر ہوتی ہیں۔ حافظ جی کی وفات کی اطلاع سن کر خواتین کا جم غفیر ہو گیا۔

مجھے اپنی بیٹی سلمہ اور باجی رضیہ نے بتایا کہ ہم نے کسی عورت کی زبان سے بین یا نو حکی آواز نہیں سنی۔ اُن کی زبان پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ کا ورد تھا۔ مکرمی حافظ جی کی بیٹیاں اَللّٰہُمَّ اغْفِرْ لَہٗ ؕ وَارْحَمْہٗ وَعَافِہٖ پڑھ رہی تھیں اور اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔ جب اعلان ہوا تو عورتوں نے بھی صفیں بنا کر نماز جنازہ میں شرکت کی۔

حافظ جی نے درس و تدریس کی خاطر لوکل بسوں میں بیٹھ کر سفر کیا، پیدل چل کر تبلیغی

منزل تک پہنچے۔ وہ کبھی دل برداشتہ نہ ہوئے بلکہ واپسی پر خوش ہو کر جماعتی احباب کی الفت و محبت اور اُن کی تنظیمی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے۔

دین اسلام امن و سلامتی اور اخوت و محبت کا نام ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری ہے کہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ وہ دواشخاص جو کسی طمع و لالچ کے بغیر اللہ کی رضا کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں ایک دوسرے سے ملاقات کے لیے سفر کرتے ہیں اور اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں اللہ ذوالجلال بھی اُن لوگوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور روز قیامت اُن کو اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ”عادل امام اور وہ نوجوان جس نے اللہ عزوجل کی عبادت میں پرورش پائی اور وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے اور وہ دواشخاص جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے باہمی محبت کریں صرف اسی کی رضا کے لیے جمع ہوں اور اسی کی رضا کے لیے جدا ہوں، اور وہ شخص جس کو کوئی اونچے خاندان والی حسین و جمیل عورت معصیت کی طرف بلائے تو وہ کہہ دے ”میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جو صدقہ کرے تو اس حد تک چھپا کر کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کیا خرچ کیا ہے۔ اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں انہیں عرش الہی کا سایہ نصیب ہوگا۔ (مسلم کتاب الزکوٰۃ) الہی! حافظ جی کی زندگی شاہد ہے کہ جماعتی احباب رشتہ داروں اور والدین کے دوستوں سے مل کر اُن کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھتا تھا۔ الحمد للہ خواتین و حضرات کا انہو کثیر اللہ کی رضا کے لیے اُن کے جنازہ میں شریک ہوا۔

یا رحمن یا غفار! تیری رحمت کا خزانہ وسیع ہے تو اُن سب کو روز محشر اپنی رحمت کا سایہ نصیب فرما۔

محترم و مکرم پروفیسر ساجد میر امیر مرکزی جمعیت الہمدیث پاکستان حافظ جی کی تنظیمی خدمات کے معترف تھے چنانچہ اُن کی رحلت کی خبر سن کر غیر متوقع طور پر بروقت پہنچ گئے۔ اُنھوں نے نہایت سوز و گداز سے جنازہ پڑھایا۔ آپ نے اپنے تاثرات میں اظہار کیا کہ حافظ جی تو وضع

واٹکساری کے پیکر تھے اور جماعتی ذمہ داریوں کو نبھانے میں ہمہ وقت سرگرم عمل رہتے تھے۔  
مسجد کے صحن میں اُن کا جسد خاکی زیارت کے لیے رکھ دیا گیا۔ حاضرین نے امن و سکون سے آخری دیدار کیا۔ ایک ہفتہ قبل راقم جماعتی ساتھیوں کے ہمراہ تیمارداری کے لیے رائے میڈیکل ہسپتال سرگودھا گیا۔

آپ کی قوت سماعت متاثر ہو چکی تھی تاہم قوت گویائی برقرار تھی۔ جو صاحب بھی خیریت دریافت کرتا حافظ جی الحمد للہ کہتے رہے لیکن اُن کے چہرہ پر بیماری اور کمزوری عیاں تھی۔ آج جنازہ کے بعد اُن کا چہرہ جوانی کی طرح شگفتہ اور تروتازہ تھا جس طرح علماء کرام اور جماعتی احباب سے مل کر گلاب کی طرح کھل اٹھتا تھا۔ اُن کا چہرہ اس قدر پر کشش اور منور تھا کہ نظر اٹھانے کو جی نہیں کرتا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ حافظ جی جو استراحت ہیں۔ ابھی اٹھ کر پوچھنے والے ہیں کہ کوٹ بھائی خان کی جماعت کا کیا حال ہے؟ بزرگوں، عزیزوں کے نام لے لے کر خیریت دریافت کرنے والے ہیں۔

دفن کرنے کے بعد شیخ الحدیث حافظ محمد شریف نے رقت آمیز انداز میں مسنون دعائیں پڑھیں۔ پھر اردو زبان میں مرحوم کی مغفرت کے لیے دیر تک دعائیں مانگتے رہے۔ اکثر احباب کی آنکھیں غم سے نڈھال ہو کر آنسوؤں سے تر ہوتی رہیں۔

حافظ جی نے جس طرح اپنے والدین کی خدمت کی، آپ کے اہل و عیال نے اس سے بڑھ کر بیماری کے دوران ذوق و شوق سے تیمارداری کا فریضہ انجام دیا۔

الہی! حافظ جی کی قبر کو جنت کے باغوں میں باغ بنا اور اُن کے بیٹوں کو آپس میں اتفاق و اتحاد سے رہنے کی توفیق دے اور حافظ جی کی صدقات جاریہ مساجد و مدارس کے ساتھ اپنی وابستگی قائم رہنے کی توفیق دے آمین۔

## پسران کا عزم خدمت:

مرکزی جمعیت اہلحدیث سرگودھا کا ہنگامی اجلاس 9 مئی 2012ء چک 23 میں منعقد

ہوا جس میں مولانا محمد طفیل سرپرست، مولانا محمد سرفراز صفدر امیر، حافظ عبدالغفور ناظم نے حافظ محمد دین کی تبلیغی اور تنظیمی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ عزیزان محمد عمر فاروق اور حافظ عبدالماجد نے اباجی کے صدقات جاریہ سے مالی و عملی تعاون کرنے کا عہد کیا اور والد کے جماعتی دوست احباب سے تعلقات قائم رکھنے کا عزم کیا۔

بابائے تبلیغ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری فوت ہوئے تو حافظ عبدالماجد نے ساتھیوں سمیت جنازہ میں شرکت کی۔ گیارہ مئی بروز جمعہ میری خالہ فاطمہ فوت ہو گئی۔ فون پر اطلاع کرتے وقت وضاحت کر دی کہ آپ کے مہمان آرہے ہیں۔ دوسرا مقامی ساتھیوں کا ذوق ہے کہ حافظ عبدالماجد چمک میں جمعہ کا خطبہ پڑھائیں۔ اس لیے جب مناسب سمجھو تعزیت کے لیے آجانا، میری طرف سے شکوہ نہیں ہوگا۔ خبر سنتے ہی حافظ عبدالماجد، محمد عمر فاروق بمعہ اہل خانہ کوٹ بھائی خان تشریف لائے۔ عزیزم حافظ عبدالماجد نے آیت خاتم النبیین کے مفہوم پر مدلل انداز میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ دونوں بھائیوں نے جماعتی بزرگوں سے مل کر دعاؤں کی درخواست کی، اور اس امر کا اظہار کیا آپ جب بھی ہمیں دعوتی و تبلیغی پروگرام میں دعوت دو گے، ہم اباجی کے آبائی گاؤں میں خدمت کے لیے ضرور حاضر ہوں گے۔ حافظ عبدالماجد نے رقت سے جنازہ پڑھایا اور اپنے اباجی کی یاد تازہ کر دی۔ اور والد کے بزرگوں دوستوں کو ڈھونڈ کر ملاقات کرتے رہے۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث کے زیر اہتمام سرگودھا ڈویژن کا 19 بلاک میں پروفیسر عبدالستار حامد امیر مرکزی پنجاب کی زیر صدارت تربیتی کنونشن ہوا جس میں حافظ عبدالماجد نے قافلہ کی صورت میں شرکت کی اور تقویٰ کے موضوع پر خطاب کر کے باپ کی جانشینی کا حق ادا کیا۔

برادر محترم محمد دین کے بیٹے کاروباری لحاظ سے جہاں بھی رہیں اللہ سبحانہ اُن کو دین حق کی عملی طور پر خدمت کرنے کی توفیق دے اور خاندانی اتفاق و اتحاد کی روایت کو زندہ رکھنے کی صلاحیت سے نوازے۔ (آمین)

## اولاد

محترم حافظ محمد دین کے دو بھائی محمد یسین اور جلال دین ہیں۔

### محمد یسین

ان کی پیدائش 1953ء میں ہوئی وہ اپنے بھائی حافظ جی سے 14 سال چھوٹے ہیں انہوں نے پہلا پارہ حکیم حافظ سراج دین خطیب مسجد الحمدیث کوٹ بھائی خان سے حفظ کیا۔ لک خاندان کافی عرصہ سے ڈیرہ سہاجی پر کاشت کاری کرتا تھا زمین دار کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں حکومت زرعی اصلاحات کے تحت ان کے نام زمین الاٹ نہ کر دے۔ انہوں نے اس ڈیرہ سے درخواست کر کے ڈیرہ سردار والا پر منتقل کر دیا، جب کہ یہ ڈیرہ گاؤں سے 7 کلومیٹر کی مسافت پر تھا۔ اس لیے محمد یسین کا گاؤں کی مسجد میں پڑھنا محال ہو گیا اس لیے حافظ جی اُن کو جامعہ علمیہ لے گئے انہوں نے وہاں اٹھارہ پارے حفظ کیے۔ ستمبر 1965ء کی جنگ میں جامعہ علمیہ میں طلبہ گھروں کو چلے گئے چنانچہ محمد یسین اپنے بھائی کے ہمراہ چک 23 الف چلے گئے چند دن ٹھہر کر حافظ جی نے اپنے بھائی کو جامعہ تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ میں داخل کرایا۔ وہاں قاری عبدالحکیم بنگالی سے حفظ قرآن مکمل کیا شیخ الحدیث مولانا محمد امین ولد شیخ الحدیث محمد یعقوب علویؒ ان کے ہم کتب تھے والد کی وفات کی وجہ سے مزید دینی تعلیم جاری نہ رکھ سکے چک میں زرعی کام کاج میں مصروف ہو گئے ان کی شادی محمد شبیر گوندل آف چوکی بھاگنا الولہ کی بیٹی سے ہوئی ان کے پانچ بیٹے محمد یوسف، محمد ایوب، محمد یعقوب، محبوب عالم، مسعود عالم ہیں بڑے دو بیٹوں کی شادی حافظ جی کی بیٹیوں سے ہوئی۔

### جلال دین:

حافظ جی کے دوسرے چھوٹے بھائی ہیں انہوں نے قرآن پاک ناظرہ پڑھ لیا تو سکول میں داخل ہوئے ان کو بچپن سے ہی کھیتی باڑی کا شوق تھا۔ انہوں نے جماعت نہم کے دوران سکول چھوڑ دیا۔ اور کاشت کاری میں باپ کے معاون بن گئے۔ باپ کی وفات کے بعد دونوں

بھائیوں نے حافظ جی کی سرپرستی میں زمیں میں خوب محنت کی اللہ نے اجر دیا زر خرید زمیں خریدنے کی استطاعت ہو گئی۔ جلال دین کی شادی احمد خان ولد جلال بیگوانہ ساکن کوٹ بھائی خان کی بیٹی سے ہوئی۔ امان اللہ، احسان اللہ، منیب اللہ، محمد کامران ان کے بیٹے ہیں۔ ان کے بڑے بیٹے امان اللہ کی شادی حافظ جی کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی۔

حافظ جی کے دونوں بھائی صوم و صلوة کے پابند ہیں۔ حافظ جی زرعی زمین اور مال مویشی سے متعلق جو ہدایات جاری کرتے وہ فوراً تعمیل کرتے۔ حافظ محمد یسین اپنے بھائی کا اس حد تک احترام کرتے رہے کہ ان کے سامنے بات کہنے میں شرم محسوس کرتے تھے وہ ان کی گفتگو کو سننا ہی سعادت سمجھتے تھے۔ جلال دین باپ کی طرح خوش طبع اور فراخی دل کے مالک ہیں وہ موقع کی مناسب سے حافظ جی سے سنجیدہ انداز میں مذاق کر لیتے تھے حافظ جی اور اہل خانہ محفوظ ہوتے تھے۔

### با جی بانو:

محترمہ حافظ جی کی بڑی بہن تھیں وہ نیک اور خدا ترس خاتون ہیں۔ حافظ جی ان کے بارے فرمایا کرتے تھے کہ جب میں جامعہ علمیہ پڑھتا تھا۔ تو اُس وقت میری بہن کھیتی باڑی میں باپ کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ حافظ جی برملا اس حقیقت کا اظہار کرتے تھے کہ اگر میری بہن معاونت نہ کرتیں تو میں تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہتا۔ آپ کے دو بیٹوں اور ایک بیٹی کی شادی بہن کی اولاد سے ہوئی محترم حافظ جی جب ان کے گھر ڈوگھہ داخلی کوٹ بھائی خان جاتے تو گاڑی میں سودا سلف گوشت سبزی پھل فروٹ رکھ لیتے تاکہ ذریعہ پر مہمانوں کی آمد کی وجہ سے میری بہن کو کسی قسم کی دقت کا مسئلہ پیش نہ آئے حافظ جی کے تشریف لانے پر برادری کے تمام احباب اکٹھے ہو جاتے اور عید کا سماں بن جاتا۔

### حافظ جی کی اولاد:

محترم حافظ جی کے سات بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں آپ نے خاندانی اتحاد کی روایت کو برقرار رکھنے کے لیے اولاد کی شادی اپنے خاندان میں کی۔

## 1۔ عبدالرؤف:

ان کی تعلیم بی اے ہے الیکٹریکل کورس میں سند یافتہ ہے۔ ابتدائی دور میں کراچی محنت مزدوری کرتا رہا آج کل جدہ میں الیکٹریکل ساز و سامان کی دوکان ہے۔ حج عمرہ پر آنے والے باپ کے دوستوں کی مہمان نوازی کو سعادت سمجھتا ہے۔ خود پاکستان آئے تو وہ کسی پر بوجھ بننا پسند نہیں کرتا۔ اس کی شادی پھوپھی کی بیٹی عائشہ سے ہوئی جس کے بارے حافظ جی فرمایا کرتے تھے وہ نیک اور فیاض خاتون ہے جس نے مدرسہ حسان البنات کی تعمیر کے لیے طلائی کنگن کا عطیہ دیا۔

## 2۔ عمر فاروق:

جامعہ ستاریہ کراچی کا فارغ التحصیل ہے۔ اس نے مفتی جماعت محمد صدیق سے صحیح البخاری کا اعادہ کیا۔ حافظ جی اپنے اس بیٹے عمر فاروق کی بچکانہ شرات پر غصہ کو پی جاتے تھے۔ کہ میرا ہم استاد ہے۔ محکمہ تعلیم میں عربی ٹیچر تعینات ہوئے پھر جدہ منتقل ہو گئے اپنے بھائی عبدالرؤف کا ویزا جاری کرا کر اپنے پاس بلایا۔ مذہبی و سیاسی موضوع پر عمدہ انداز میں خطاب کرنے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ جدہ سعودی عرب میں دینی کتب کی وسیع دوکان ہے اس کی شادی پھوپھی زاد سے ہوئی۔

## 3۔ حافظ عبدالماجد:

انہوں نے جامعہ ابی بکر کراچی سے حفظ کیا اس کے بعد مدرسہ تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ میں پانچ سال تک دینی تعلیم حاصل کی پھر جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں زیر تعلیم رہ کر وفاق المدارس کا امتحان پاس کیا۔ کچھ عرصہ بھلوال کی مرکزی مسجد میں امامت و خطابت کا فریضہ سرانجام دیا۔ آج کل جدہ سعودی عرب کی مسجد خلیل الرعین میں عربی خطبہ کا اردو ترجمہ کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ جب کہ ماہ رمضان المبارک کے دوران قریشی گولڈ فیکٹری میں درس دیتے ہیں وہ جدہ میں کپڑے کا کاروبار کرتے ہیں۔ ان کی شادی حافظ محمد شریف کے خاندان فضل کریم سندھو کی بیٹی صدف سکیہ سے ہوئی۔ جو مدرسۃ البنات و سن پور کی فارغ التحصیل ہے وہ نیک سیرت خاتون جدہ میں

اپنی رہائش پر خاندان اور محلہ کی بچیوں کو قرآن و حدیث فہمی کا درس دیتی ہیں۔

#### 4۔ عبدالحق:

انہوں نے انگلش اور پولیٹیکل سائنس میں ایم اے کا امتحان امتیازی پوزیشن میں کیا۔ جدہ میں تجارت کرتے ہیں۔ نہایت ملنسار اور خوش اخلاق ہیں۔ وہ دوران طالب علمی الحمد للہ یوتھ فورس کی سرگرمیوں میں قائدانہ کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ محترم حافظ جی ان کو پیار سے بادشاہ سلامت کہتے تھے ان کو والد کی تعلیمی تبلیغی اور تنظیمی سرگرمیوں کو محفوظ رکھنے کا ذوق تھا۔ ان کے اصرار پر تذکرہ لکھنے کا آغاز کیا۔

#### 5۔ محمد یحییٰ:

جدہ میں اپنے بڑے بھائی عبدالرؤف کے کاروبار میں دست راست ہیں آپ نہایت مخفی، ذہین اور صابر و شاکر ہیں۔

#### 6۔ عبدالماک:

وہ جامعہ ابو ہریرہ لاہور اور جامعہ بخاری سیالکوٹ میں زیر تعلیم رہے۔ اسلامیات میں ایم اے کیا۔ آج کل جدہ میں کاروبار کرتے ہیں۔

#### 7۔ حافظ احمد دین ساجد:

ان کا نام دادی بختاور نے اپنے والد کے نام پر رکھا اس نے قرآن حفظ کیا۔ دادی کی خواہش کے مطابق پہلی مرتبہ مسجد الحمد للہ کوٹ بھائی خان میں قرآن سنایا۔ جہاں اُن کا نانا حافظ احمد دین لک سنایا کرتے تھے۔ بھائیوں نے اسے والدین کی خدمت پر مامور رکھا۔ حافظ جی نے خاندانی اتحاد و اتفاق کو برقرار رکھنے کے لیے بیٹوں کی شادی اپنے خاندان میں کی۔ عبدالحق، محمد یحییٰ، عبدالماک اور حافظ احمد دین کی شادی چچا حافظ محمد سلیم کی بیٹیوں سے بالترتیب روبینہ، زریہ، روزینہ اور صفینہ سے ہوئی۔ تمام بھائی آپس میں شیر و شکر ہیں ایک ہی دسترخوان پر کھانا تناول کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے بچوں سے پیار اور مذاق کرتے ہیں۔



حافظ محمد دین کی چار بیٹیاں ہیں جو صوم و صلوة کی پابند ہیں۔

1- آپ کی بڑی بیٹی فاطمہ نے اباجی سے قرآن پڑھا اور دینی تعلیم حاصل کی۔ وہ 1987ء سے مقامی بچیوں کو ناظرہ قرآن اور دین کی بنیادی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ شعبہ طب میں اباجی کے کام میں ہاتھ بٹاتی رہیں۔ ان کی شادی پھوپھی زاد غلام محمد سے ہوئی۔

2- میونہ اختر نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی پھر جامعہ علمیہ سرگودھا میں پڑھتی رہیں اسلامیات میں ایم اے کیا۔ چک کے گرلز ٹل سکول میں عربی ٹیچر ہیں۔ گھر میں اپنی بڑی بہن کے تدریسی شعبہ میں دست راست ہیں۔ اس کی شادی چچا زاد محمد یوسف سے ہوئی وہ اپنے خاوند کے ہمراہ عورتوں کے دعوتی پروگراموں میں شرکت کرتی ہیں خوش اسلوبی سے وعظ و نصیحت کرنے کا سلیقہ رکھتی ہیں۔

3- ثمنیہ لک نے دینی تعلیم اباجی سے حاصل کی۔ اسلامیات میں ایم اے کیا۔ ان کی شادی چچا زاد محمد ایوب سے ہوئی۔

4- بریرہ نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی پھر دارالہدی اسلام آباد میں زیر تعلیم رہی اسلامیات میں ایم اے کرنے کے بعد اصول حدیث کے موضوع پر ایم فل کیا ان کی شادی حافظ جی کے چھوٹے بھائی جلال دین کے بیٹے امان اللہ سے ہوئی وہ خواتین کے تبلیغی اجتماع میں دل نشین انداز میں تقریر کر لیتی ہے۔

حافظ جی کی تمام اولاد باپ کی طرح خدا ترس مہمان نواز اور صوم و صلوة کی پابند ہے۔

محترم حافظ محمد سیلین سے دن میں ملاقات نہ ہو سکی رات کو قیام کرنا پڑا انہوں نے اپنے

بھائی کی وفات پر تاثرات بیان کیے اس کے بعد اپنے خاندان کے بچوں کو مخاطب ہوئے۔

”کوٹ بھائی خان میں حاجی امام مسلم شیخ اور اُس کی اہلیہ اتفاقاً ایک ہی دن فوت

ہوئے۔ والد مرحوم کے اُن سے گہرے مراسم تھے۔ حافظ جی جدہ میں تھے۔ میں نے اپنے بیٹے کو

تعزیت کے لیے بھیجا محمد ایوب نے واپس آ کر رواد سنائی کہ میں نے سلام دعا کے بعد افسوس

کیا۔ حاجی امام کے بیٹوں نے بے تکلفی سے پوچھا کہ ہم نے آپ کو نہیں پہچانا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ جب میں نے تعارف کرایا وہ بار بار سینے لگا کر معافہ کرتے رہے۔ اُن کی بوڑھی عورتوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور بوسہ لیتی رہیں۔ میرے خاندان کے تمام افراد کی خیریت دریافت کی اور خوب تواضع کی جب واپس آیا تو کہنے لگا حاجی جاتے ہوئے خدشہ تھا کہ وہ مجھے نہیں پہچانیں گے لیکن وہاں گیا تو انہوں نے میری اس طرح عزت کی جس طرح لوگ پیروں بزرگوں کی کرتے ہیں۔“

حافظ محمد سیلین نے یہ روداد سنانے کے بعد فرمایا بچو! اس میں سارا کمال بزرگوں کا ہیں ہم تو کم عمری میں بستی سے چمک میں آگئے یہ عزت احترام آپ کے دادا خدا بخش کی وجہ سے ہے جنہوں نے گاؤں میں شرافت سے وقت گزارا۔ وہ غریبوں کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اُس کے پوتا کی بھی عزت کی۔ حافظ محمد سیلین نے اس کے بعد بچوں کو اپنے بھائی کا واقعہ سنایا۔

”حافظ محمد دین جوانی کے عالم میں بھی شرم و حیا کے پیکر تھے، وہ ایک دفعہ کوٹ بھائی خان سے ڈیرہ ڈوگھ پیدل جا رہے تھے کہ رستہ میں عورتوں کا گردہ کپاس کی چٹائی سے فارغ ہو کر واپس آ رہا تھا حافظ جی رستہ کے ایک طرف ہو گئے رومال سے چہرہ کو چھپالیا۔ کہ کسی غیر محرم عورت پر نظر نہ پڑے ایک عورت نے دوسری سے پوچھا کہ یہ کس کا بیٹا ہے۔ دوسری نے جواب دیا کہ یہ بختا ور لکی کا بیٹا ہے۔ پہلی عورت نے برجستہ کہا کہ حیا کی پتلی کے بیٹے کو ایسا ہی شرمیلا ہونا چاہئے تھا حافظ محمد سیلین نے یہ واقعہ سنانے کے بعد نصیحت کی بیٹو! چمک کے گلی کو چوں سے گزرو یا بس پر بیٹھو حافظ جی کی طرح نگاہیں جھکا لو تا کہ کسی عورت پر نظر نہ پڑے اگر آپ حیا دار زندگی گزاریں گے تو لوگ آپ کے والدین کو بھی دعائیں دیں گے اگر آپ آوارہ پن کا مظاہرہ کریں گے تو لوگ نہ صرف تمہیں بلکہ تمہارے باپ دادا پر بھی برسیں گے۔

سچ ہے کہ گزشتہ دور میں دینی علم کی کمی تھی تاہم جو کچھ جانتے تھے، وہ اس پر عمل کرتے تھے۔ لیکن موجودہ دور کا المیہ ہے کہ علم کی فراوانی ہے لیکن عمل کی کمی ہے الٰہی! ہم سب کو اخلاص کے

ساتھ اسلامی اصولوں پر عمل کی نعمت سے سرفراز فرما۔

امام کائنات محمد ﷺ جہانوں کے لیے رحمت بن کر معبود ہوئے۔ آپ کو نواسوں سے بے حد پیار تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا حسنؓ یا سیدنا حسینؓ کا ہاتھ پکڑا پھر اس کے دونوں پاؤں اپنے پاؤں پر رکھ دیئے اور فرمایا ”چڑھو“، بطرانی۔ اسی طرح حضرت جابرؓ نے روایت کیا۔

ہم رسول ﷺ کے ساتھ ایک دعوت میں مدعو تھے۔ راستے میں سیدنا حسینؓ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے نبی کریم ﷺ لوگوں کے درمیان سے نکل کر ان کی طرف لپکے پھر دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ حسینؓ ادھر ادھر بھاگنے لگے نبی ﷺ ہنس ہنس کر انہیں پکڑنے لگے یہاں تک کہ پکڑ لیا اور ایک ہاتھ اُن کی ٹھوڑی پر رکھا دوسرا سر پر پھیرا پھر انہیں چٹا لیا اور بوسہ دیا۔ (ابن ماجہ)

محترم حافظ محمد دینؒ کو اپنے پوتوں اور نواسوں سے بے حد اُنس تھا۔ عموماً دن میں ایک دفعہ اُن کو بلا کر محفل جماتے بچوں میں گھل مل جاتے۔ کم سن نواسہ محمد سلیمان کو کندھے پر بٹھا لیتے دوسروں کی انگلیاں پکڑ لیتے پیارے سے کہتے بیٹا اذان ہو گئی ہے آؤ مسجد کی طرف فلاح و نجات کا وقت ہو گیا ہے۔

## زیرو کی ذہانت:

خاندان کے بچے حافظ جی کا نہایت ادب و احترام کرتے تھے۔ آپ کی آواز سن کر خدمت کے لیے فوراً حاضر ہو جاتے۔ محترم حافظ جی کو بیماری نے لاغر کر دیا وہ چل پھر نہیں سکتے تھے اُن کے بیڈ سے گھنٹی کا بٹن فٹ کیا ہوا تھا۔ حافظ جی کسی کام کے سلسلہ میں بٹن دباتے اہل خانہ سے نکلنے سے پہلے بچے دوڑ پڑتے تاہم آپ کا نواسہ محمد سلیمان جو پیارے زیرو کے نام سے معروف تھا سب سے سبقت لے جاتا۔ حافظ عبدالمجاہد نے زیرو کی ذہانت سے متعلق واقعہ سنایا۔ مسجد میں اذان ہو رہی تھی حافظ جی بچوں کو نماز کی تلقین کرتے ہوئے چلے گئے جب جماعت کے بعد سلام پھیرا تو اُن کے خاندان کے بچے بقیہ نماز پوری کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے حافظ جی نے تاخیر سے آنے والے بچوں کو بلایا اور کان پکڑا دیے۔ سلیمان نے اپنی نماز کو لمبا کر دیا۔ بچوں

نے معذرت کی اور وعدہ کیا کہ ہم آئندہ جماعت میں بروقت آئیں گے تاخیر نہ کریں گے تو حافظ جی نے اُن کو معاف کر دیا۔ تو اُس وقت سلیمان زیر و سلام پھیر کر نانا جان کے پاس گیا اُس وقت حافظ جی کا غصہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ حافظ جی نے اُسے گود میں بٹھایا اور اس کی شرارت پر مسکرا دیئے۔

### تر بیت میں حکمت عملی:

مفتی محمد صدیق دوران دلش مدبر تھے اُن کے دور میں کالج کی سطح تک خواتین کے لیے علیحدہ تعلیمی ادارے قائم تھے جن میں مردوں کا داخلہ ممنوع ہوتا اس بنا پر مفتی جی تعلیمی اداروں میں خواتین کی ملازمت کے قائل تھے۔ تاکہ بچوں کی تعلیم و تربیت احسن طریق سے کر سکیں۔ خانگی اخراجات میں مالی سہارا بھی میسر ہو جائے صدر ضیاء الحق نے ملک میں عربی زبان کے فروغ کے لیے اخباری بیان دیا تو مفتی جی نے طلباء کے علاوہ طالبات کے لیے بھی فاضل عربی کلاس کا اجراء کیا تاکہ گرلز سکولز میں اہلحدیث استانیات تعینات ہوں اور وہ نو خیز کلیوں کو قرآن و حدیث کی مہک سے مزین کر سکیں۔ مفتی جی نے اس نظریہ پر خود بھی عمل کیا اور دوسروں کو بھی دعوت دی اُن کے حکم پر حافظ جی نے اپنی بیٹیوں کو دینی تعلیم و تربیت کے ساتھ دنیوی تعلیم دلوائی۔

اولاد کی خوراک اور لباس فراہم کرنے کی ذمہ داری والد پر ہے۔ اگر دل پسند سوٹ میں چند روپے زیادہ خرچ ہو جائیں تو نماز کی پابندی کے بدلے سودا مہنگا نہیں۔ حافظ جی کی بیٹی شمیمہ راوی ہیں جب میری عمر سات سال کے لگ بھگ تھی تو اباجی نے بڑے پیار سے بلایا۔ چار پائی پر اپنے پاس بٹھایا۔ ہم نے مل کر روٹی کھائی۔ مجھے فرمایا شمیمہ بیٹی! آپ مسلسل چالیس دن نماز پڑھیں اور بڑی باجی سے حاضری لگوائیں تو میں آپ کو دل پسند سوٹ لے کر دوں گا میں نے اس پر عمل کیا اور اباجی نے وعدہ کی تکمیل کی۔ حافظ جی اپنی اور بھائیوں کی اولاد کو نماز کی پابندی کے لیے یہی حکمت عملی بروئے کار لاتے رہے۔

حافظ جی نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد فجر کے لیے مسجد جاتے تو اہل خانہ کے سوئے ہوئے افراد کو جگاتے کہ اذان ہو گئی ہے۔ عبدالحق راوی ہیں کہ اباجی کی وفات کے بعد اہل خانہ نے بتایا ہمیں خواب میں بھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ جگا کر فجر کی نماز پڑھنے کی تلقین کر رہے ہیں۔

اولاد اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور بڑھاپا کی زندگی میں سہارا ہوتی ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہوتا ہے جب اولاد تعلیم و تزکیہ کے زیور سے آراستہ ہوا رشاد نبوی ہے۔

”تمہاری اولاد جب سات برس کی ہو جائے تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کی ہو جائے تو مار کر نماز پڑھاؤ“ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

فطری امر ہے جو اطاعت جبر یا دباؤ کی وجہ سے کی جائے اُس کا اثر جلد زائل ہو جاتا ہے۔ لیکن جو اطاعت محبت و عقیدت سے کی جائے وہ دیر پا اثر رکھتی ہے۔

محمد گلزار گجریان کرتے ہیں کہ میں اپنے بچوں کو نماز میں سستی کرنے پر سختی کرتا تھا۔ حافظ جی کو کسی ذریعہ سے پتہ چل گیا انہوں نے مجھے علیحدہ بلایا اور نصیحت فرمائی کبھی کبھار تو مار پیٹے زود اثر ہوتی ہے۔ ہمہ وقت تحممانہ انداز اختیار کرنے سے بچوں کے باغی ہونے کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اس لیے اُن کو حکمت عملی سے نماز باجماعت کی تلقین کرو۔

خاندان کے دو تین افراد بیماری کے دوران دن کے وقت آپ کے پاس موجود رہتے۔ رات کی نیند انسانی فطرت ہے اس لیے آپ کی چار پائی کے ساتھ گھنٹی فٹ تھی۔ رات کو اٹھنے کی حاجت ہوتی تو مٹن دبا دیتے گھنٹی کا آواز سن کر گھر کے تمام افراد اُٹھ کر حاضر خدمت ہو جاتے۔ الٰہی فرمان بردار اولاد کو دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب فرما۔

احسان اللہ راوی ہے کہ ہم میں سے کوئی سفر پر جاتا تو آپ آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دعا کرتے یا اللہ اُن کو اور اُن کی سواری کو سلامت رکھنا۔

اے رب کریم ایسے شفیق بزرگوں پر رحمت کا مینہ برسا جو خدمت کرنے والوں کو دعا دیں۔

## تعزیتی بیانات

پیکر اخلاص:

اس نفسا نفسی اور خود غرضی کے دور میں جب ہر شخص اپنے مفادات کے لیے دوڑ بھاگ کر رہا ہے۔ خونی رشتے، ہمدردی اور اپنائیت سے عاری دوستی اور تعلقات کی بنیاد دنیاوی مفادات ہوں۔ ان حالات میں کسی ایسی شخصیت سے ملاقات ہو جانا جو سراپا محبت پر خلوص اور بے لوث دعائیں دینے والا جس کی زبان پر صداقت آنکھوں میں شرم و حیاء اور چہرہ منور ہو۔ روشن اور کشادہ پیشانی پر شرافت نمایاں ہو۔ اپنی نرم اور شریں بیانی سے دل کے نہاں خانے میں اترنے کا سلیقہ جانتا ہو۔ ہمدردی، شفقت اور محبت بائنا جس کا مشن ہو۔ اعلیٰ اور بلند اخلاق جس کا زیور ہو۔ تو سوچئے کہ آپ کے کیا احساسات ہوں گے؟ جی ہاں اس گئی گزری دنیا میں ابھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کمالات سے نوازا ہے۔ ایسے لوگوں کے دم قدم سے دنیا کی رونقیں ہیں۔ ایسے پاک باز اور اوصاف حمیدہ سے مزین لوگوں میں ہمارے پیارے ممدوح جناب حافظ محمد دین رحمہ اللہ تعالیٰ بھی شامل تھے۔

حافظ محمد دین صاحب مرحوم سے پہلی ملاقات جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں ہوئی۔ جب ان کے فرزند ارجمند مولانا عبدالماجد جامعہ سلفیہ میں زیر تعلیم تھے۔ اور موصوف ان سے ملنے جامعہ میں تشریف لائے۔ سفید بغیر آستینوں کے کھلا کرتا اور تہہ بند سر پر سفید رومال ان کی شرافت اور علمی وجاہت کی گواہی دے رہا تھا۔ گفتگو میں عاجزی و انکساری احترام و محبت واضح نظر آ رہا تھا۔ چاہت و اپنائیت ایسی جیسے برسوں سے واقف ہو۔ قدم قدم پر پُر خلوص دعاؤں نے گرویدہ بنا لیا۔ پھر یہ تعلق احترام و محبت اور اخوت کے مقدس رشتوں میں تبدیل ہوا۔ حافظ صاحب ہر ہفتے فون پر خیرت دریافت کرنے میں سبقت لے جاتے۔ طرفین کی خیریت کے بعد آپ کی زیادہ تر گفتگو دعوت و تبلیغ پر ہوتی۔ جامعہ سلفیہ کی تعلیمی و اصلاحی سرگرمیوں اور اس کی تعمیر و ترقی موضوع سخن ہوتا۔ اور ڈھیروں دعاؤں سے اس کا اختتام ہوتا۔ دین سے وابستہ لوگوں کے لیے اشک بار

آنکھوں سے دما میں آپ کا وطیرہ تھا۔

موصوف شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق رحمہ اللہ سرگودھوی کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے۔ تعلیم کے ساتھ اعلیٰ تربیت ہوئی تھی۔ اساتذہ کرام کا تذکرہ بڑے احترام سے کرتے۔ خصوصاً بزرگ علما اور اکابرین کے ساتھ بڑی عقیدت کا اظہار فرماتے۔ دعوت و تبلیغ کے لیے ہمہ وقت مصروف رہتے۔ آپ کی سعی جمیل سے بھاگنا نوالہ اور اس کے گرد و نواح میں لاتعداد لوگ آپ کے حلقہ میں شامل ہوئے۔ خصوصاً اپنے گاؤں چک 23 (الہدیشاں والا) میں سالانہ کانفرنس کا آغاز خطبہ جمعہ سے فرماتے۔ اور پھر رات گئے تک تبلیغی سلسلہ جاری رہتا۔ مجھے بارہا اس عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کا موقع ملا۔ خصوصی دعوت نامہ ارسال کرتے۔ اور مجھ جیسے طالب علم کو بھی گفتگو کا موقع دیتے۔ حوصلہ افزائی اور دل رکھنے کے لیے ستائشی کلمات سے نوازتے۔ آپ بہت بامروت اور مہمان نواز تھے۔ تمام علماء کے ساتھ نہایت مشفقانہ رویہ اختیار کرتے تھے۔ میرا یہ گمان ہے کہ مجھ سے زیادہ کسی سے پیار نہیں کرتے تھے۔ والدہ ماجدہ کی رحلت پر جامعہ میں تعزیت کے لیے تشریف لائے۔ ماں کے مقام و مرتبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے زار و قطار رونے لگے۔ اور پر غم آنکھوں کے ساتھ دعائے مغفرت فرمائی۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ساتھ غیر مشروط وابستگی تھی۔ اپنی تمام تر صلاحیت اور وسائل جمعیت کے لیے وقف تھے۔ کوئی پروگرام یا جلسہ ہو۔ آپ پیش پیش ہوتے۔ سرگودھا میں منعقد ہونے والی آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس کے انعقاد پر آپ نے مثالی کردار ادا کیا۔ موٹروے سے سرگودھا شہر تک جگہ جگہ بینرز آویزاں کیے۔ جن پر مرکزی جمعیت کے نصیب العین اور مقاصد کو واضح کیا گیا۔ اور ان کے عقائد و نظریات اور طریقہ کار پر روشنی ڈالی گئی۔ بھاگنا نوالہ میں استقبال کیے قائم کیا۔ اس موقع پر جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے ذمہ تمام شرکاء کانفرنس کو کھانا کھانا تھا۔ جس کے لیے جامعہ کے شیخ الحدیث سے لیکر ادنیٰ طالب علم تک خدمت بجالا رہے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر آپ آب دیدہ ہو گئے۔ اور پر خلوص دعاؤں سے نوازے۔ اور جگہ جگہ اس کی تحسین کی۔ چونکہ بعض علماء نے کانفرنس کا بائیکاٹ کیا تھا۔ جس پر کافی دل گرفتہ اور

رنجیدہ تھے۔ انہوں نے اپنی وفات تک مرکزی جمعیت کے ساتھ وفاداری نبھائی۔

حافظ صاحب سحر انگیز شخصیت کے مالک تھے۔ جو ایک مرتبہ ملتا گرویدہ ہو جاتا۔ آپ بہت مردم شناس تھے۔ ”انزلو الناس منازلہم“ پر پوری طرح عمل کرتے۔ آپ کی ضیافت سے لطف اندوز ہونے کا بارہا موقع ملا۔ اگر کسی وجہ سے حاضری کا شرف حاصل نہ ہوتا۔ تو خشک راشن بھیجوا دیتے۔ یہ آپ کا بڑا پین تھا۔ کہ میرے ساتھ اپنے بیٹوں جیسا سلوک کرتے۔

اللہم اغفر لہ وارحمہ

جس سال عبدالماجد نے جامعہ سلفیہ سے سند فراغت حاصل کی۔ اختتام صحیح بخاری کی تقریب میں تشریف لائے۔ تو خوشی کے آنسو تھمتے نہ تھے۔ جامعہ اور اہل جامعہ کے لیے پُر خلوص دعائیں دیتے چلے گئے۔ عبدالماجد بہت فرمان بردار اور صالح نوجوان ہے۔ مولانا سلیم اللہ کبیر پوری کی درخواست پر حافظ صاحب نے عبدالماجد کو بھلولال کی مرکزی جامع مسجد میں بطور خطیب بھیج دیا۔ انہوں نے بڑی ذمہ داری سے یہ فریضہ سرانجام دیا۔ کہ اہل بھلولال آج بھی اچھے لفظوں میں یاد کرتے ہیں۔ خود حضرت حافظ صاحب ان کے کام سے اس قدر مطمئن تھے۔ کہ ہر ملنے والے کو بخوشی ان کی کارکردگی سے آگاہ کرتے۔ پھر اچانک عبدالماجد خطابت چھوڑ کر جدہ سدھار گئے۔ جس سے حافظ صاحب کافی کبیدہ خاطر ہوئے۔ چونکہ مجھ سے راز و نیاز اور دکھ سکھ کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ لہذا اپنی تشویش اور پریشانی کا اظہار کیا۔ فرماتے کہ میری تمنا تھی کہ عبدالماجد دین کی تبلیغ میں وقف رہتا۔ اور میرا صحیح جانشین بنتا۔ میری مراد بھی پوری ہو جاتی۔ میں نے ایک مرتبہ اس بات کا تذکرہ عبدالماجد سے بھی کیا۔ وہ خود بھی حافظ صاحب کے درد کو سمجھتے تھے۔ فرمانے لگے کہ میں بہت جلد دوبارہ حافظ صاحب کی خواہش کی تکمیل کروں گا۔ ان شاء اللہ۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد وہ وقت لائے کہ عبدالماجد اپنے والد گرامی کی جگہ کو پر کریں۔ اور اس مشن کو جاری ساری رکھیں۔

حضرت حافظ صاحب جامعہ سلفیہ کے لیے بڑا نرم گوشہ رکھتے تھے۔ اس کی تعمیر و ترقی پر بے حد مسرور تھے۔ خاکسار کو نیک خواہشات اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے۔ بزرگ اساتذہ



کرام اور فوت شدگان کے اہل خانہ کی کفالت پر تحسین فرماتے۔ کوئی بھی پریشانی آتی تو حافظ صاحب سے رابطہ کرتا۔ صبر و تحمل اور بردباری کی تلقین کرتے۔ ان کی ناصحانہ گفتگو سے حوصلہ ملتا۔ آپ کی زبان میں بڑی تاثیر تھی۔ سادہ مگر پر وقار زندگی گزاری۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمان بردار اولاد سے نوازا۔ آپ کے تمام صاحبزادگان جدہ میں مصروف عمل ہیں۔ ان میں مولانا عمر فاروق اور عبدالحق عطاء کرام کے حلقے میں خاصے معروف ہیں۔ بہت خلیق مہمان نواز اور خدمت گزار ہیں اور حرم شریف میں قیام فرماتے۔ اولاد کی طرف سے آپ کی آنکھیں ہمیشہ ٹھنڈی رہی۔ اور ان سے راضی تھے۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے۔ کہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے احمد دین بھی جامعہ سلفیہ میں رہے۔ اس کے بعد اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں داخل ہوئے۔ اور تعلیم مکمل کی۔ اللہ تعالیٰ تمام اہل خانہ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ اور تمام لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ حضرت حافظ صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

چوہدری محمد سلیم ظفر  
پرنسپل جامعہ سلفیہ فیصل آباد

## ایک عہد۔۔۔ تاریخ ساز شخصیت

میں دوفروری 2012ء کو جدہ میں تھا، شام کے وقت ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف کے مبارک ہاتھوں سے دارالسلام کو اسلامی کتب کے بہترین پبلشر کا سرٹیفکیٹ اور شیڈول ملی۔ دنیا بھر میں دعوتی میدان میں کام کرنے والے مختلف اداروں اور افراد کو اعزازت سے نوازا گیا۔ وہاں سے فارغ ہوئے تو ہمارا رخ برادر محمد عبدالرؤف لک کی رہائش گاہ کی طرف تھا جہاں بعض دوست انتظار کر رہے تھے۔ چوہدری عبدالرؤف صاحب نے حسب دستور کھانے کا وسیع انتظام کیا ہوا تھا۔ کھانے کے دوران میں نے پوچھا: والد محترم کا کیا حال ہے؟ کہنے لگے: وہ پاکستان سے تشریف لائے ہوئے ہیں، دوسرے کمرے میں آرام فرما ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم لغنی کمرے میں محترم حافظ دین محمد صاحب کے پاس بیٹھے ان کی خیریت دریافت کر رہے تھے۔ میں ہمیشہ کی طرح ان کے پلنگ پر بیٹھ گیا۔ یہ میری ان سے کوئی چوتھی یا پانچویں ملاقات ہوگی۔ میرے لیے باعث شرف ہے کہ وہ ایک مرتبہ ریاض میں میرے گھر بھی تشریف لائے تھے۔ ہر چند کہ وہ زندگی کی 73 بہاریں دیکھ چکے تھے مگر ان کی آواز بہت واضح اور جان دار تھی۔ میں انہیں ہمیشہ چچا جان کہہ کر پکارتا تھا۔ ہم خاصی دیر ان کے پاس بیٹھے رہے، ماضی کی باتیں ہوتی رہیں، میں ان کی زندگی کے بہت سارے واقعات پہلے بھی نوٹ کر چکا ہوں، جن کا خلاصہ اگلی سطور میں بیان کروں گا۔

مئی کے پہلے ہفتے میں اچانک اطلاع ملی کہ محترم حافظ دین محمد صاحب اس دار فانی سے رخصت ہو گئے ہیں، میں ان دنوں پاکستان میں ہی تھا، اطلاع ملتے ہی اپنے اہل خانہ کے ساتھ تعزیت کے لیے چک 123 اہلحدیثوں والا (بھاگٹوالہ) پہنچ گیا۔

کوئی شک نہیں کہ جو شخص بھی اس دنیا میں آیارب کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے، کسی کو بھی یہاں بقا نہیں۔ دنیا میں روزانہ ہزاروں نہیں لاکھوں افراد وفات پاتے ہیں مگر ایسی شخصیات چند ایک ہی ہوتی ہیں جنہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی، جن کی زندگیاں مشعل راہ ہوتی ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ کسی خاص مقصد کے لیے پیدا کرتا ہے اور وہ اپنی پوری عمر اپنے مشن کی تکمیل میں لگا

دیتے ہیں۔ جہاں تک محترم دین محمد صاحب کا تعلق ہے وہ ایک عالم دین اور مصلح تھے، ان کی وفات یقیناً (موت العالم، موت العالم) کا مصداق ہے کہ ایک عالم دین کی وفات حقیقت میں ایک جہان کی موت ہے۔

لاہور سے موٹروے پر سفر کرتے ہوئے ہمارا رخ سرگودھا کے قریبی علاقے کی طرف تھا، میں اس علاقے میں پہلی مرتبہ سفر کر رہا تھا، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میرے اپنے آبا و اجداد اسی علاقے لالیاں کے سپرا جاٹ تھے۔ اپنے آبا و اجداد کے علاقے کی خوشبو کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ تاہم سینکڑوں سال پہلے وہ گوجراں والا کے علاقہ کیلیا نوالہ میں بس گئے تھے۔ یہ علاقہ دریائے چناب کے کنارے ہے اور نہایت زرخیز ہے۔ ان دنوں گندم کی فصل کی کٹائی ہو رہی تھی، دور دور تک مرد، عورتیں اور بچے کھیتوں میں کام کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ موبائل اس دور کی شاندار ایجادات میں سے ایک ہے۔ اپنے موبائل سے میں نے برادر عزیز عمر فاروق کو اپنے آنے کی خبر کر دی تھی کہ ہم لاہور سے آپ کے گاؤں کے لیے روانہ ہو چکے ہیں۔ دوران سفر بھی ان سے مسلسل رابطہ رہا۔ ہم اس علاقے کو دیکھتے ہوئے جب حافظ صاحب کے گاؤں کے قریب پہنچے تو مقامی اڈے پر برادر عمر فاروق انتظار کر رہے تھے۔ میری بڑی خواہش تھی کہ میں محترم بیچا جان حافظ دین محمد کی زندگی میں ان کے گاؤں جاؤں اور ان کا قائم کردہ دینی باغ دیکھوں، مسجد اور مدرسہ دیکھوں مگر تقدیر کے لکھے کو کون ٹال سکتا ہے کہ میں آج ان کی ملاقات کے بجائے ان کی تعزیت کے لیے جا رہا تھا۔ آئیے! اس ولی اللہ شخص کی زندگی پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

حافظ دین محمد 1939ء میں سرگودھا کے نواحی گاؤں کوٹ بھائی خان میں ایک زمین دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ جاٹوں کی ایک ذات ”لک“ ہے جو اس علاقے کی بڑی مشہور، معتبر اور با اثر قوم ہے۔ حافظ صاحب اس گھرانے کے عظیم فرزند تھے، عام طور پر جاٹوں کو دین سے زیادہ شغف نہیں ہوتا مگر ان کے والد مہر خدا بخش نے ایک کاشت کار ہونے کے باوجود اپنے بیٹے کو دینی تعلیم دلوائی۔ وہ خود بھی صوم و صلوة کے پابند، نہایت صابر و شاکر، خوش اخلاق اور ملنسار تھے۔ دین محمد صاحب نے قرآن کریم حفظ کیا پھر عصری تعلیم کے لیے اسکول میں داخل ہو گئے۔

بعد میں سرگودھا کی مشہور اسلامی درسگاہ دارالحدیث میں داخلہ لے لیا۔ ان کے اساتذہ میں محترم مولانا محمد صدیق مرحوم بھی تھے۔ حافظ صاحب بچپن سے ہی بڑے ذہین، فطین اور مخفی تھے، اس لیے اساتذہ کی آنکھوں کا تارا تھے۔ شاگرد اگر قابل ہو تو استاد کو بھی پڑھانے کا مزا آتا ہے۔ ان کی آواز بڑی بارعب اور با اثر تھی، درس دیتے تو سامعین پر بڑا عمدہ اثر ہوتا۔ اس زمانے میں اس علاقے میں تعلیم کی کمی تھی۔ اب بھی یہاں بہت زیادہ پڑھے لکھے لوگ نہیں ہیں اور جس دور کا ذکر میں کر رہا ہوں وہ تو پچاس سال پہلے کا ہے۔ حافظ صاحب اپنے والدین کے بے حد فرماں بردار تھے اور ان کی بہت خدمت کرتے تھے۔ دوران تعلیم انہیں مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ کا موقع ملا مگر اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کی وجہ سے وہ مدینہ نہ آ سکے۔ اگر وہ والدین کے بے حد فرماں بردار تھے تو راقم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ان کی تمام اولاد ان کی بے حد فرمان بردار تھی۔ تمام بچے واقعی ان کے سامنے بچتے چلے جاتے اور ان کی ہر فرمائش کو پورا کرنا اپنا اولین فریضہ سمجھتے تھے۔ برادر عمر فاروق کی میرے دل میں اس لیے بھی عزت ہے کہ وہ اپنے والدین کے بے حد فرمان بردار ہیں، برادران عبدالرؤف، عبدالمالک، عبدالحق، حافظ عبدالماجد، سبھی ایک دوسرے سے بڑھ کر والدین کی خدمت کرتے ہیں۔

حافظ دین محمد نے اساتذہ کے حکم اور مشورہ پر اپنے علاقے 23 الف جنوبی بھاگلپور میں مستقل رہائش اختیار کر لی اور وہاں کی جامع مسجد اہلحدیث میں امامت اور خطابت شروع کی۔ میں نے اپنی متعدد ملاقاتوں میں ان کی ایک یہ خوبی بھی نوٹ کی کہ ان کے پاس بلا کا حافظہ تھا، واقعات کو بیان کرتے تو یوں محسوس ہوتا کہ جیسے ابھی کل ہی یہ واقعہ ان کے سامنے پیش آیا ہو۔ انہیں ماہ و سال، علماء اور دیہات کے نام تک یاد تھے۔

حافظ دین محمد اپنی وضع قطع میں بڑے خوبصورت تھے، مناسب قد قامت کے حامل، نہ زیادہ دبے نہ موٹے، سفید رنگ، لطافت و ملاحظت کا آئینہ دار، چہرے پر تبسم جب کہ زبان کی روانی اور سلاست قابل رشک تھی۔ ان کی تقریر اور گفتگو میں روحانی اصلاح کا جذبہ کارفرما تھا۔ وہ معاشرے کی مہلک بیماریوں کی نشاندہی کرتے پھر ان کا علاج تجویز کرتے۔ بڑے شیریں انداز

میں قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کرتے اور ساتھ ہی ترجمہ بھی کرتے جاتے۔ موضوع کی مناسبت سے قرآنی قصے اور روزمرہ زندگی کے واقعات سناتے جس سے حاضرین کے دل پر گہرے اثرات مرتب ہوتے۔ انہوں نے اپنے علاقے میں متعدد مساجد اور مدارس بنوائے۔ اپنے گاؤں میں بچوں اور بچیوں کا مدرسہ معاذ بن جبل بنوایا۔ میں نے اس مدرسہ کو دیکھا۔ یہاں سے نجانے کتنے ہی طلبہ اور طالبات نے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کی ہے۔ اپنے علاقے میں سالانہ کانفرنس کرواتے جس میں ملک کے نامور علماء کو مدعو کرتے۔ علاقے کے دور دراز سے لوگ اس کانفرنس میں شرکت کرتے۔ اس وقت تک 32 کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں۔ ان کے بارے میں پاکستان کی ایک نامور شخصیت نے کہا تھا: اس شخص میں نماز کی پابندی، روزہ، زکوٰۃ، عمرہ اور حج کی تہذیب تو اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہیں مگر ان سب پر حاوی کتاب و سنت سے وابستگی اور ہر بندے کے لیے اخلاص کا جذبہ ہے۔ ان کا دائرہ احباب اور حلقہ عقیدت منداں بہت وسیع تھا، جن میں مرد، خواتین، بچے، بوڑھے، ان پڑھ اور پڑھے لکھے سب ہی شامل تھے۔

مولانا حافظ دین محمد کی متعدد خوبیوں میں نمایاں خوبی یہ تھی کہ وہ ان کمزوروں اور بے کسوں کا سہارا بننے جن کا اس دنیا میں سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہوتا۔ نجانے وہ کتنے ہی نوجوانوں کا سہارا بنے جنہیں اپنی زندگی سنوارنے کے لیے کسی مادی اور معنوی سہارے کی ضرورت تھی۔ انہوں نے نہ صرف اپنے علم، مال اور اخلاق سے لوگوں کی خدمت کی بلکہ علم طب کے ذریعے بھی لوگوں کا روحانی اور جسمانی علاج کیا۔ انہوں نے گاؤں میں ادویات کا دواخانہ بنا رکھا تھا جس میں غریب لوگوں کو مفت علاج فراہم کرتے تھے۔ مریضوں سے دل جوئی کرتے۔ اس کے جواب میں وہ ڈھیروں دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوتے تھے۔

حافظ دین محمد رحمۃ اللہ کی تربیت ایسے ماحول میں ہوئی تھی جہاں قرآن و سنت سے شدید محبت تھی، انہوں نے ساری زندگی سلف صالحین کے طریقے کے مطابق بسر کرنے کی کوشش کی۔ مسجد میں جمعہ کا خطبہ ہمیشہ کھڑے ہو کر دیا، آخری عمر میں شوگر اور دیگر عوارض کی وجہ سے پاؤں میں ورم آ گیا تھا، مگر اس کے باوجود وہ خطبہ کھڑے ہو کر دیا کرتے۔ ان کا فرمانا تھا کہ

سلف صالحین نے ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا ہے۔ انتہائی شدید بیماری کے باوجود سہارا لے کر مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔ فجر کی نماز کے بعد درس قرآن دینا ان کی زندگی کا معمول رہا، ارد گرد کے دیہاتوں کے لوگ بھی ان کے مواعظ سے مستفید ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں متعدد بار قرآن کریم کی تفسیر اپنے درس میں ختم کی۔

حافظ دین محمدؒ کی تمام مکتبہ ہائے فکر کے علماء اور دیگر لوگ بے حد عزت کرتے تھے۔ وہ بے جانتہ دے قائل نہ تھے، ساری زندگی اتحاد بین المسلمین کے داعی رہے، یہی وجہ تھی کہ بعض دیگر مکتبہ ہائے فکر کے علماء رات کے اندھیروں میں ان کے گھر آتے وہ خود بھی ان کی مدد کرتے، اور اپنے بیٹوں سے بھی ان کی مالی مدد کرواتے۔ ان کا دیگر مکتبہ ہائے فکر کے ساتھ تعلقات کا یہ عالم تھا کہ سالانہ کانفرنس کی منظوری کے لیے علاقے کے بااثر شیعہ بلوچ بھی ان سے بھرپور تعاون کرتے، وہ لوگ خود بھی کانفرنس میں شرکت کرتے اور تقاریر سننے تھے۔

الیکشن کے دنوں میں مولانا حافظ دین محمدؒ کا ڈیرہ مزید آباد اور پر رونق ہو جاتا، علاقے کے ایم این اے، ایم پی اے عموماً رات کا کھانا کھا کر جاتے تھے۔ خود زمین دار تھے لہذا گھر میں دودھ کی کمی نہ تھی، رات بھر چائے کا دور چلتا رہتا، اہلیہ اور بیٹیاں بھی خوب ساتھ دیتی تھیں۔

میں جب ان کے گاؤں میں پہنچا تو وفاقی وزیر مملکت جناب تسنیم قریشی تعزیت کے لیے آئے ہوئے تھے، گلی کے کنارے پر وٹو کول کی گاڑی کھڑی تھی، ان سے خوب کھٹی بیٹھی باتیں ہوتی رہیں۔ وہ بھی حافظ صاحب کے پرانے عقیدت مند ہیں۔ نظریاتی اختلاف رائے اپنی جگہ مگر عقیدہ توحید کے اعتبار سے وہ بھی موحدین میں شامل ہیں۔ مجھ سے کہنے لگے: ہم بھی پکے مسلمان ہیں۔ میں ان کے سامنے اپنی جماعت کی دعوت پیش کرتا رہا اور وہ مجھے اپنی پارٹی کی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے رہے۔ گاؤں کے بہت سارے لوگ اس گفتگو سے محفوظ ہوتے رہے۔

برادر م عبدالحق نے ان کی مسجد اور لائبریری دکھائی۔ قدم قدم پر ان کی نشانیاں نظر آ رہی تھیں۔ آج اس مسجد کے منبر و محراب اس خوبصورت آواز کو ترس گئے ہیں جو مدتوں یہاں گونجتی رہی۔ مجھے بتایا گیا کہ حافظ دین محمد رحمہ اللہ کے جنازہ میں انسانوں کا ایک جم غفیر شامل تھا، میں

سمجھ گیا کہ یہ ایک مقبول خلاق شخصیت تھی۔ مجھے امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے وہ الفاظ یاد آ رہے تھے جو انہوں نے وقت کے حکمرانوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائے تھے: (يُنِنَا وَيُبْنِيكُمْ يَوْمَ الْجَنَائِزِ) ”ہمارے اور تمہارے درمیان جنازے کے دن فیصلہ ہوگا (کہ کون زیادہ مقبول خلاق ہے)۔ یہ خبر بھی میرے لیے باعث اطمینان تھی کہ حافظ صاحب کا جنازہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث محترم پروفیسر ساجد میر حفظہ اللہ نے پڑھایا۔

حافظ عبد الماجد کو میں نے مشورہ دیا کہ اب یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ جو پودا ان کے والد نے بڑی محنت سے لگایا تھا اس کی آب یاری کریں اور مستقل قیام کے لیے یہاں واپس آ جائیں، ابھی شرک و بدعت کے خلاف شدید محنت کی ضرورت ہے۔ بڑی محبت اور پیار سے سلف صالحین کے طریقہ کے مطابق حافظ دین محمد صاحب کے طرز عمل کے مطابق، ان کے اسلوب پر چلتے ہوئے ہمیں اندھیروں کو اجالوں میں تبدیل کرنا ہے۔ ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب جہالت اور شرک و بدعت کی تاریکیاں چھٹ جائیں گی اور کتاب و سنت کا نور چاروں طرف پھیل جائے گا۔

مولانا عبدالمالک مجاہد  
مدیر دارالسلام ریاض

## نامور روحانی شخصیت

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم الشان تخلیق کا تعارف کروانے سے پہلے چار قسمیں اٹھائیں مجھے قسم ہے انجیر کی، مجھے قسم ہے زیتون کی، مجھے قسم ہے طور سینا کی اور مجھے قسم ہے امن والے شہر مکہ کی کہ میں نے انسان کو احسن التقویٰ پیدا کیا انسان کو عقل و دانش عطا کر کے دونوں راستے اس کے سامنے رکھ دیئے اگر اس نے ٹیڑھا راستہ چنا تو تحت الشری سے بھی نیچے جا گرے گا اور اگر اس نے صراط مستقیم کو اپنایا تو وہ سدرۃ المنتہی کو چھو لے گا۔

کسے کیا معلوم تھا کہ تحصیل شاہ پور کے دور افتادہ گاؤں کوٹ بھائی خان میں صوم و صلوة کے پابند ایک کاشت کار خدا بخش کے گھر ایک ایسا جگنو ٹمٹمائے گا جو اپنی محنت، لگن اور شوق کی بدولت ایک روز ماہ کامل بن کر پورے علاقہ کی تاریک راتوں کو روشن کر دے گا اردو کا ایک مشہور محاورہ ہے کہ ”ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات“، جس کا پیچابی ترجمہ ”بال کو بال پنگھوڑے اچوں ہی پچھانے جانے نیں“ دنیا کی بہترین تربیت گاہ ماں کی گود ہے اور ایسی ماں جس کی پارسائی، قناعت پسندی اور اخلاق حسنہ علاقہ میں ضرب النثل ہوں پھر ایسی مبارک گود کا کیا کہنا جس میں بیٹھا بچہ تو قلمی زبان میں سب سے پہلے خالق کائنات کا نام لے اور آنکھ کھلے تو تلاوت کرتی ماں کے چہرے پر پڑے کرامات مدرسہ کا ظہور تو بعد کی بات ہے والدین کا فیضان نظر ستر ہزار حجابات اتار دیتا ہے معصوم محمد دین پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم تھا کہ ان کے والدین کی دونوں آنکھیں روشن تھیں دینی ماحول تو پورے خاندان کی گھٹی میں داخل تھا البتہ دنیاوی لحاظ سے بھی ان کے آباؤ اجداد کو پورے علاقہ میں ایک قابل صدا احترام مقام حاصل تھا۔

ماں کی گود کی برکات باپ کے فیضان نظر کے سایہ میں پرورش پانے والے بچے کو ابتدائی تعلیمی ماحول ملا وہ بھی اس زمانہ کے لحاظ سے قابل رشک تھا اگرچہ پورا علاقہ بڑے بڑے زمین داروں کے زیر تسلط تھا اور ان کی باقاعدہ حکمرانی تھی والدین کے پاس ذاتی زمین نہ تھی مگر پیشہ کاشت کاری تھا اس کے علاوہ دینی، دنیاوی، سماجی اور اصلاحی محاذ پر بھی ان کا ایک خاص مقام



تھا محض ”مولوی“ نہ تھے جن کا گزارہ سالانہ فصل پر ہوتا ہے کاشت کاری کے پیشہ نے انہیں عزت دی اور لینڈ لارڈز کے علاقہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت کی حفاظت کی حافظ صاحب کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں ابتدائی تعلیم کے لیے ایسے اساتذہ ملے جن کا اپنا ایک مقام تھا ان کی خودداری علاقہ میں مسلم تھی ان اساتذہ میں حافظ سراج دین اُن کے بھائی برہان الدین اور حافظ محمد بخش کے نام شامل ہیں بقول جنجوعہ صاحب ”ان شریف اور نذر اساتذہ کی صحبت اور تعلیم و تربیت کا اثر حافظ جی کی زندگی میں نمایاں نظر آتا تھا۔

پون صدی قبل کوٹ بھائی خان کی تاریک گلیوں میں پروان چڑھنے والا بچہ والدین نے جس کا نام محمد دین رکھا وہ واقعی اسم بامسمیٰ ثابت ہوا دین محمدی اس کا اوڑھنا بچھوڑنا بناوہ ایک ایسا برگد کا درخت بنا جس کی چھاؤں تلے امیر غریب، چھوٹے بڑے، بھوکے پیاسے اور مریض سب کے سب پرسکون رہے جس کی شاخوں پر ہزاروں پرندے چہچہاتے رہے دکھ، درد، رنج، الم، غم، قحط، قرض، مرض، کرب، بھوک، افلاس، تنگ دستی اور پریشانی میں مبتلا انسان جب ان کی محفل میں آتا تو سکون کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ان کی ایک جھلک تاریک دلوں کو منور کر دیتی محمد دین نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ علمی لحاظ سے تو پہلے ہی نیم تعلیم یافتہ ماحول تھا اوپر سے علاقائی تعصب، وڈیہ ازم اور ان کے متکبرانہ انداز نے اسے مزید تاریک بنا رکھا تھا چنانچہ کمزور اور معصوم محمد دین نے اپنے جلیل القدر والدین سے دعائیں سمیٹتے ہوئے نئے سفر پر روانہ ہونے کے لیے رخت سفر باندھا بقول حیدر علی آتش

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے

ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن پاک کے بعد حافظ صاحب مزید تعلیم کے لیے سرگودھا بھیج دیئے گئے حافظ صاحب اب دوسری سیڑھی پر قدم رکھ رہے تھے زندگی کا نیا سفر نئی منزل، نیا ماحول اور نئے اساتذہ وسیع کائنات، شاہراہ حیات کے بے شمار راستے صراطِ مستقیم کے متلاشی بچہ کو تعلیم زبردست اور راہ نمائی کے لیے ایسی ہستی مل گئی جو اپنی ذات میں ایک بہت بڑی داستان تھی علم و

حکمت کا بحر بیکراں جہاں سے علم و عرفان کے متلاشی ہزاروں فیض یاب ہو رہے تھے یہ ہستی شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق صاحب کی تھی۔ حافظ صاحب کے علاوہ بہت سے متلاشی حق ان کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور بڑا نام اور مقام پایا۔ مولانا محمد طفیل، پروفیسر عبدالستار بھٹی، مولانا عبداللطیف اور حافظ محمد خان شامل ہیں۔

محمد اقبال نے اپنے ابتدائی استاد مولوی میر حسن کے متعلق فرمایا  
 علامہ اقبال مجھے اس سید کے گھر سے فیض پہنچا  
 پلے جو اس کے دامن میں وہی کچھ بن کے نکلے

اس کے علاوہ روپڑی خاندان کے عظیم علمائے کرام آپ کے اساتذہ تھے جن پر ہمیشہ آپ کو فخر رہا چنانچہ اپنے استاد محترم شیخ الحدیث مولانا ابوالسلام محمد صدیق صاحب کے مشورہ سے آپ نے ایک چھوٹے سے گاؤں کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا یہ خوش قسمت گاؤں بھاگنوالہ کے قریب چک نمبر 23 الف ہے آپ وہاں جمعۃ المبارک کا خطبہ دینے لگے پھر نماز تراویح شروع کی بالآخر 1966ء میں آپ نے اسی گاؤں مستقل سکونت اختیار کر لی زندگی کا وہ دور شروع ہوا جسے عملی دور کہا جاتا ہے علم کی پیاس برابر بڑھتی رہی والدین کی دعاؤں، بہترین اساتذہ کی توجہ، اپنی ذاتی ذہانت اور محنت کی بدولت دھات سے کندن اور ناتراشتہ پتھر سے ہیرا بن کر چمکنے لگے روشنی کی کرنیں پھوٹنے لگیں پھر کیا تھا پورے علاقہ کی قسمت جاگ اٹھی رشد و ہدایت کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا مساجد اور مدارس کی تعمیر ان کا انتظام و انصرام نوجوان نسل کی اصلاح جسمانی مریضوں کے لیے یونانی اور طب نبوی کے نسخہ جات اور روحانی مریضوں کے لیے دعا اور وظائف خدمت خلق کا جذبہ جنون کی حد تک۔ حافظ صاحب جب خطبہ فرماتے تو بڑھاپے میں بھی ایک جلالی رنگ ہوتا اور جب عام گفتگو کرتے تو لبوں سے پھول جھڑتے اور رنگ جمالی غالب ہوتا میں جب بھی کبھی فون کرتا تو دعاؤں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا اور جب فون پر خدا حافظ کہتا تو بقیہ دعاؤں کو شروع کر دیتے بچوں سے بات کرتے تو پیار بھلکتا خواتین سے بات کرتے تو منانت اور حیا کا دامن تھام لیتے سفید اور اجلا لباس، سر پر سفید رومال، پر وقار چہرہ، سفید داڑھی

اور ہونٹوں پر ہلکی مسکراہٹ میں ہمیشہ اس مسکراہٹ کو ’مالا کوئی تبسم‘ کہا جاتا تھا اور یہ مسکراہٹ ان کے چہرے پر اس وقت بھی تھی جب وہ اس فانی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ حافظ صاحب اگر کسی بڑے شہر میں رہائش پذیر ہوتے اور ان کی طبیعت میں ذرا بھر بھی حصول شہرت کی خواہش ہوتی تو ان کا نام ملک کے کوند کو نہ میں لیا جاتا مگر انہیں شہرت سے نفرت تھی انہوں نے خاموشی سے جو کام سرانجام دیا اس کے فوائد نسلوں تک حاصل رہیں گے مرکزی جمعیت اہلحدیث کے لیے خرابی صحت کے باوجود جوانہوں نے کام کیا وہ زمانہ کی قیود سے باہر ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں جہاں بے شمار خوبیوں اور نعمتوں سے نوازا تھا وہاں انہیں ایک ایسی قابل رشک نعمت عطاء کی جس کے لیے لوگ سب کچھ لٹانے کے بعد بھی محروم رہتے ہیں اور یہ نعمت صالح اولاد کی نعمت ہے سات بیٹے اور چار بیٹیاں، سچی بات تو یہ ہے کہ میرا اس عظیم خاندان سے تعارف محض چند سال کا ہے مگر عشق و محبت کی دنیا میں ماہ و سال بے معنی ہوتے ہیں اہل نظر کی ایک نگاہ صدیوں کے فاصلے لحوں میں سمیٹ دیتے ہے اللہ تعالیٰ نے جب میری قسمت میں عمرہ مبارک کا سفر رکھا میں اور میری اہلیہ کو اس کے گھر کی زیارت نصیب ہوئی مصطفیٰ کریم ﷺ کے روضہ مبارک کا دیدار حاصل ہوا تو ایک بہت بڑی تیسری نعمت سے بھی نوازا یہ نعمت وہ ملاقات تھی ایک ایسی ہستی سے ملاقات جس کے اخلاق، خلوص، محبت اور اس کے تعلقات میرے پاس الفاظ نہیں جو اس کی شخصیت کے کسی ایک پہلو کا احاطہ کر سکیں یہ ہستی حافظ محمد دین کے بیٹے عبدالرؤف کی ہے جو جدہ میں اپنے بھائیوں اور کزنوں کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں دیئے سے دیا اور چراغ سے چراغ جلتا گیا چند لحوں میں پورے خاندان سے تعارف ہو گیا مرد حضرات کے اخلاق کے سلسلہ میں رطب اللسان تھا تو میری بیگم ان کی خواتین کا رویہ دیکھ کر بے حد متاثر ہوئیں فارسی زبان کی ایک ضرب المثال ہے ”دیں خانہ ہمد آفتاب است“۔

حافظ صاحب کے بھائی، بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں، بھتیجے بھتیجیاں تسبیح کے دانوں کی طرح روحانی اور جسمانی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں قحط الرجال کے اس دور میں ان کا کردار اخلاق اور شخصیات قابل رشک ہیں گھر کا ایک ایک فرد اپنی ذات میں ایک ایک

پوری کتاب ہے جس کا احاطہ چند الفاظ میں ممکن نہیں۔

چک 23 الف جنوبی کی سرزمین پر میرے سامنے دو ایسے واقعات ہیں جو ذہن میں ہمیشہ محفوظ رہیں گے اور جتنی بار بھی ان کے متعلق سوچا ہر بار نئی لکیریں ابھریں۔

پچھلے سال میں مرکزی جمعیت الحمد للہ کے سالانہ جلسہ میں شامل ہوا پورے ملک سے سامعین اور علمائے کرام آئے ہوئے تھے جلسہ کا انتظام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی قیام و طعام کا بندوبست قابل رشک تھا جلسہ ایک تعلیمی اور علمی ماحول میں ہوا فرقہ واریت کا نام و نشان نہ تھا۔

دوسرا حافظ صاحب کا جنازہ یہ منظر بھی ہمیشہ آنکھوں کے سامنے رہے گا میں نے اپنی زندگی میں اتنا خوبصورت پروقار اور منظم جنازہ نہیں دیکھا بہت بڑا جنازہ تھا پورے ملک سے لوگ آئے ہوئے تھے علامہ ساجد میر کی دعاؤں نے وہ سماں باندھا کہ ہر انسان اپنے آپ کو میدانِ حشر میں کھڑا محسوس کرنے لگا۔ حافظ صاحب کے متعلق جتنا لکھا جائے یا کہا جائے وہ کم ہے۔ بے شک ان کی ذات ایک اکائی تھی جسے کئی نام دیئے جاسکتے ہیں وہ احسن التقویم ہستی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حسن استقامت سے مالا مال کر دیا تھا وہ سجد ملائک کی اولاد تھا جسے عزت کرنا اور عزت کروانی آتی تھی ان کی ذات میں دین اور دنیا گئے ملتی نظر آتی تھیں وہ حافظ دین محمد ہے محمد دین بظاہر ایک شخص کا نام ہے لیکن اس ایک ہستی سے ہزاروں قدیلوں کو روشن کرتی نظر ہے ہزاروں خوبیاں اگر کسی ایک ہستی میں جمع ہو جائیں تو کہا جاتا ہے کہ کوزے میں سمندر بند ہے ہندی کی خوبصورت مثل ہے ”ساگر کوگا گر میں بند کرنا“

علم و عرفان کا یہ ساگر واقعی ایک جسم شکل میں محمد دین کی صورت میں جلوہ افروز تھا میں ان کے طبعی موت پر افسردہ ہوں دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کے درجات مزید بلند کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین۔

(مہر اللہ یار سپرا)

کالم نگار روزنامہ تجارت

## میرے مربی و محسن حافظ محمد دین

2 مئی 2012ء کو حافظ محمد دین انتقال کر گئے۔ ان اللہ و انالیہ راجعون۔

حافظ صاحب سے میرا تعلق ربع صدی سے زیادہ عرصے پر محیط ہے۔ ان کی شخصیت ایسی تھی جو بھی ان سے ایک بار ملتا پھر انہی کا ہو کر رہ جاتا۔ کچھ ایسی ہی کیفیت میرے ساتھ بھی ہوئی۔ زمانہ طالب علمی میں جب میری ان سے پہلی ملاقات ہوئی تو ان کی محبت اور شفقت نے اپنا گرویدہ بنالیا اور ان کی وفات تک یہ تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا۔ مجھے جب بھی سرگودھا اپنے گھر جانا ہوا، جاتے یا آتے وقت ضرور ان سے ملاقات کے لیے حاضر ہوتا۔ کبھی ان سے اور مولانا سلیم اللہ کبیر پوروی سے ملاقات، سرگودھا شہر کے کچہری بازار میں میاں عبدالستار آزاد کی دکان پر ہو جاتی۔ ان کی شخصیت کا یہ سحر تھا کہ میں ان سے ملے بغیر نہ آ سکتا۔ دوسری طرف حافظ صاحب کی شفقت اور اعلیٰ ظرفی دیکھیے کہ مجھ جیسے ناچیز کے ہاں چشمہ بیراج میانوالی تین دفعہ محض اللہ کی رضا کی خاطر ملاقات کے لیے تشریف لائے اور اس خوشخبری کا مصداق ٹھہرے کہ جب دو مسلمان محض اللہ کی رضا کے لیے اور اس میں کوئی دنیاوی غرض نہ ہو، ملتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں جنت کا حق دار ٹھہرا دیتے ہیں۔

ان کی وفات پر ان کی تعزیت کے لیے جب میں حاضر ہوا، ان کے بھائیوں، بیٹوں اور بھتیجیوں نے اس قدر اپنائیت اور محبت کا اظہار فرمایا کہ بے اختیار زبان سے نکلا کہ آپ لوگوں میں حافظ صاحب کی تربیت کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔

یہاں تک کہ ان کا نو عمر بھتیجا، جو ابھی لڑکپن میں ہے مجھے اپنی گاڑی پر بھاگتا نوالہ شینڈ تک چھوڑنے آیا تو میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا دی تو انتہائی انکساری سے کہا۔ چچا جی! بڑے اباجی کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے، میرے آنسو نکل آئے کہ اللہ کریم اس خاندان پر مزید کرم نوازیں فرمائے اور حافظ صاحب کو اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے۔

www.KitaboSunnat.com

آمین!

حافظ صاحبؒ علاقہ بھر میں اہل حدیث کی پہچان تھے، مسلک سے لگاؤ جنوں کی حد تک تھا۔ جہاں موقع ملتا، ڈنکے کی چوٹ مسلک کی حقانیت بیان فرماتے۔ بھٹو کے خلاف جب پاکستان قومی اتحاد بنا تو آپ کو بھاگنا نوالہ کا نائب صدر چنا گیا۔ 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰؐ میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ ایک دفعہ جامع مسجد بھاگنا نوالہ میں مولانا منظور احمد چینیوٹی کو ختم نبوت کے سلسلہ میں تقریر کرنا تھی۔ وہ کسی وجہ سے لیٹ ہو گئے، اس دوران لوگوں نے حافظ صاحبؒ کو گھر سے بلایا۔ آپ فوراً تشریف لے آئے اور بڑے ہی پُر تاثیر انداز میں تقریباً پون گھنٹہ تک اسلام کی حقانیت پر تقریر فرمائی۔ لوگ بڑی توجہ اور انہماک سے سنتے رہے۔ جب مولانا چینیوٹی تشریف لائے تو حافظ صاحبؒ نے اپنے خطاب کو مختصر کر کے انہیں دعوتِ خطاب دی۔

حافظ صاحبؒ کی ایک ہی دھن تھی کہ مسلک حقہ الہمدیث ترقی کر لے اور اس کے لیے مرکزی جمعیت الہمدیث پاکستان کے ساتھ وابستگی کو ناگزیر سمجھتے تھے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک الہمدیث اپنی نمائندہ جماعت، مرکزی جمعیت الہمدیث پاکستان کے پرچم تلے متحد نہیں ہوں گے ان کی کوئی حیثیت اور پہچان نہیں ہوگی۔

آپ کئی سال سے چک 23 جنوبی سرگودھا میں الہمدیث سیرت النبیؐ کے عنوان سے کانفرنس کا انعقاد کیا کرتے تھے اور خود ضلع بھر میں قریہ قریہ اور کوچہ کوچہ جا کر لوگوں کو دعوت دیتے۔ ضلع میں یہ سب سے بڑی کانفرنس ہوا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے جاری کردہ مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے اور حافظ صاحبؒ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین!

آپ بیس سال تک مرکزی جمعیت الہمدیث ضلع سرگودھا کے ناظم رہے، یہ ضلع بھر کے اہل حدیث کا ان پر بہت بڑا اعتماد تھا۔ ان دونوں بزرگوں حافظ دین محمد صاحب اور مولانا سلیم اللہ کمیر پوریؒ نے میاں عبدالستار آزاد کی زیر سرپرستی اور راہ نمائی میں جماعت کو انتہائی فعال اور منظم کیا۔ آپ پورے ضلع بالخصوص اپنے علاقہ میں ایک مذہبی پیشوا کی حیثیت سے جانے اور پہچانے جاتے تھے۔ ہر مکتبہ فکر کے لوگ آپ کو انتہائی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حافظ صاحب اپنے اساتذہ کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ خصوصاً مفتی جماعت ابوالسلام مولانا محمد

صدیق سرگودھوی کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ اس کی ایک جھلک اس وقت دیکھنے میں آئی جس سال آپ کے استاد محترم کا انتقال ہوا۔ ہر سال کی طرح کانفرنس کے اشتہار میں زیر صدارت کے عنوان سے جہاں مولانا صدیق کا نام لکھوایا کرتے تھے اس دفعہ وہ خانہ ہی خالی چھوڑ دیا اور سٹیج پر آکر انتہائی رقت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ آج مجھے اپنے استاد کی جگہ پر کرنے کے لیے کوئی شخصیت نظر نہیں آتی۔ آپ کا نام محمد دین تھا، آپ کے استاد آپ کو دین محمد کہا کرتے تھے، یہی نام آپ کی پہچان بن گیا۔ اپنے استاد کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ ہم نے اپنے استاد محترم سے حافظ عبداللہ روپڑی کے متعلق پوچھا کہ وہ کس پائے کے عالم تھے تو فرمایا کہ میرے استاد روپڑی صاحب اگر آئمہ کے دور میں ہوتے تو پانچویں امام ہوتے۔ ”راٹم کو یہ باتیں جان کو بڑی حیرانی ہوئی کہ یہ لوگ اپنے اساتذہ اور بزرگوں کا کس قدر ادب و احترام کرتے تھے، افسوس! آج اہلحدیثوں میں یہ پہلو انتہائی کمزور ہے۔

محترم حافظ صاحب کی میرے ساتھ جب بھی ملاقات ہوتی، اگر میں جلدی میں ہوتا تو حکماً بٹھالیتے اور جماعت کے متعلق بہت سے مفید اور کارآمد معلومات سے نوازتے۔ اکثر اوقات میں بطور دل لگی عرض کرتا کہ حافظ صاحب! آپ تو مجھے یوں بتا رہے ہیں جیسے مجھے کارکردگی رپورٹ پیش کر رہے ہیں تو انتہائی شفقت سے فرماتے، مجھے اندازہ ہے کہ تمہیں مسلک اور جماعت کی ترقی کس قدر عزیز ہے۔

تبھی تو یہ ساری باتیں تمہیں سناتا ہوں کہ کبھی یہ تمہارے کام آئیں گی۔ واقعی آج جب یہ ساری باتیں یاد کرتا ہوں تو آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے کہ جب وہ مشفق، ہستی ناصحانہ انداز میں مجھے سمجھایا کرتی تھی سوچ کر کما حقہ، ان باتوں پر توجہ نہیں دیتا تھا کہ جب بھی کوئی معاملہ پیش آئے تو حافظ صاحب سے رابطہ کر کے راہ نمائی لے لیں گے۔ کسے معلوم تھا کہ جدائی کی یہ ساعتیں اس قدر قریب ہیں۔ مجھے جماعت کے ساتھ جوڑنے اور مسلک کی طرف راہ نمائی کرنے والے میرے مربی و محسن ہمیں چھوڑ کر اعلیٰ علیین کو سدھار جائیں گے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ہمیں جس مشن پر وہ لگا گئے اس کے ساتھ وابستگی پر استقامت فرمائے۔ آمین!

کثیر تعداد میں آپ کے پاس لوگ علاج معالجہ کے لیے حاضر ہوتے۔ آپ ان کے طبی علاج کے ساتھ روحانی علاج بھی فرماتے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں کو عقائد کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور سینات سے درگزر فرماتے ہوئے اعلیٰ علیین میں بلند مقام نصیب فرمائے، ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

اللهم اغفر له ورحمة و عافه وعف عنه آمین!

(جناب میاں محمد اکرم میاں نوالی)



## رزق حلال کا ثمر

آپؐ 2 جنوری 1939ء کو کوٹ بھائی خان ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم خدا بخش ایک کاشت کار تھے جو صوم و صلوة کے پابند، صابر و شاکر تھے۔ اخلاقی لحاظ سے ملنسار اور خوش طبع تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ بھی ایک پارسا، نیک سیرت اور خود دار خاتون تھیں۔ انہوں نے محلے کی عورتوں کو دعائیں دیتے اور نصیحت کرتے ہوئے زندگی گزاری۔ درحقیقت وہ خوش قسمت ماں تھی جس نے اس عظیم سپوت کو جنم دیا اور پرورش کی۔ وہ باپ بھی عظیم تھا جس کی حلال کی کمائی رنگ لائی کہ اس دھرتی کو نیک انسان نصیب ہوا۔ آپ بچپن میں اسلامی روایات کے مطابق مدرسہ گئے اور قرآن پاک حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کے لیے سکول میں داخلہ لے لیا۔ حفظ کے ساتھ ساتھ سکول میں پرائمری پاس کی اور آپ سرگودھا شہر میں دارالحدیث مدرسے میں مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آگئے۔ آپ کے استاد اس وقت کے مفتی جماعت ابوالسلام محمد صدیق تھے۔ حافظ جی اپنی ذہانت، محنت اور والدین کی دعاؤں کی بدولت اساتذہ کے دلوں میں گھر کر گئے۔ اسی دوران حکیم محمد یوسف سے حکمت سیکھی جو روپڑی خاندان کے عظیم عالم دین تھے۔ آپ اس خاندان کے شاگرد تھے اور اس بات کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔ آپ اکثر اپنی محفلوں میں روپڑی خاندان اور اپنے استاد مولانا ابوالسلام محمد صدیق کے احسانات کا ذکر کرتے تھے۔ 1963ء میں آپ اپنے استاد محمد صدیق کے مشورے پر چک 23 الف جنوبی بھاگنا نوالہ تحصیل ضلع سرگودھا آ کر جمعہ کا خطبہ دینے لگے اور 1965ء میں رمضان کی نماز تراویح پڑھائی۔

1965ء میں آپ کو مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا لیکن آپؐ اپنے ماں باپ کی خدمت کی وجہ سے نہ گئے۔ آپ کی آواز ماشاء اللہ بہت با اثر اور بارعب تھی۔ آپ کا درس اور تلاوت جلد ہی لوگوں کے دلوں پر اثر کرنے لگے، آپ کے آنے سے اکثر لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں۔

1966ء میں آپؐ نے مستقل طور پر چک 23 الف جنوبی بھاگٹا نوالہ میں رہائش اختیار کر لی۔ سب سے پہلے آپؐ نے 23 الف جنوبی والی مسجد پر خوب توجہ دی، وہاں لوگوں کو درس دیتے تھے، کافی عرصہ یہاں کام کرنے کے بعد آپؐ نے جامع مسجد معاذ بن جبل چوکی بھاگٹ (لاہور روڈ) بنوائی۔ پھر ایک مسجد 25 جنوبی اور سیال موڑ بنوائی۔ اسی طرح آپؐ نے بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم کے لیے مدرسے بنوائے۔ 23 چک میں بچوں کا اور بچیوں کے لیے جامعہ حسان للبنات کی بنیاد رکھی۔ آپؐ کے ارد گرد کے لوگ دین سے وابستہ ہو گئے، آپؐ خوش اخلاق، منساہر، مخلص اور معزز شخصیت کے مالک تھے۔ جو بھی آپؐ سے ایک دفعہ ملتا وہ دوبارہ ملنے کے لیے بے تاب رہتا تھا۔

امیر محترم پروفیسر ساجد میر حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس شخص میں نماز کی پابندی، روزہ، زکوٰۃ، عمرہ اور حج کی تڑپ ایک جگہ لیکن سب سے زیادہ اہم دو خوبیاں تھیں ایک جماعت سے وابستگی اور دوسری ہر شخص سے خلوص کے ساتھ ملنا۔ آپؐ کا دائرہ احباب کافی دور دور تک پھیلا ہوا ہے، آپؐ کے عقیدت مند ہر طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ بچے، جوان، عورتیں اور بوڑھے ان میں ان پڑھ اور پڑھے لکھے سبھی شامل تھے۔ تنگ دستی کے دور میں کبھی ایسا نہ ہوا کہ کسی کا ادھار واپس نہ کیا ہو۔ آپؐ کبھی کسی ضرورت مند کو خالی ہاتھ واپس نہ لوٹاتے۔ آپؐ ان بے سہاروں کا سہارا بنے جن کا اللہ کے سوا اس دنیا میں کوئی نہ تھا اور ان بچوں کا جن کے اوپر کوئی سہارا نہ تھا اور ان نوجوانوں کا سہارا بنے جنہیں اپنی زندگی سنوارنے کے لیے کسی دنیاوی سہارے کی ضرورت تھی۔ آپؐ کا اخلاق اس قدر وسیع تھا کہ کوئی شخص آپؐ سے ناراض نہ تھا چاہے وہ آپؐ کا ساتھی ہو یا مخالف۔ آپؐ نے ہر کام اللہ کی رضا کی خاطر کیا۔ آپؐ نے نہ صرف مال اور اخلاق سے لوگوں کی خدمت کی بلکہ اپنی حکمت کے ذریعے لوگوں کا روحانی اور جسمانی علاج بھی کیا۔ ایسی ادویات کا دواخانہ آپؐ نے بنا رکھا تھا، اور بہت کم معاوضے پر علاج کرتے تھے۔ غریب لوگوں کا مفت علاج کرتے تھے۔ آپؐ کا مریضوں سے میل جول بھی مثالی تھا۔ انہیں تسلی دیتے، دعائیں اور دل جوئی کرتے۔ آپؐ کا یہ حلقہ بھی دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ آپؐ جماعتی زندگی کو دین کا حصہ سمجھتے تھے

اور اپنی جماعت مرکزی جمعیت الہدیت کے لیے ہمیشہ خلوص نیت سے کام کیا۔ آپؑ نے صحت کی خرابی کی وجہ سے کئی دفعہ استعفیٰ دینے کی کوشش کی لیکن جماعت نے آپؑ کی خدمات کو دیکھتے ہوئے استعفیٰ کبھی قبول نہ کیا۔ آپؑ مسجدوں کا پائی پائی کا حساب رکھتے تھے۔ ہر سال نئی ڈائری بناتے، اس میں اپنی خوشخطی کے ساتھ آمدن، خرچ لکھتے اور بلوں کا ریکارڈ ساتھ رکھتے۔ لوگوں کو برملا کہتے کہ آپؑ لوگ مجھ سے کسی بھی وقت حساب مانگ سکتے ہو۔ 1966ء سے 2012ء تک کا ریکارڈ ان کے پاس محفوظ تھا۔ آپؑ اپنی باقی خوبیوں کی طرح اپنی خطابت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ جہاں آپؑ موجود ہوتے سامعین کے لیے آپؑ کا ایک ایک لفظ توجہ کا مرکز ہوتا۔ آپؑ اپنے علاقے چک نمبر 23 الف جنوبی میں ایک سالانہ کانفرنس کا اہتمام کیا کرتے تھے، اس کانفرنس میں ملک کے نامور علماء، کومدعو کرتے اور پوری دل جمعی اور یک سوئی کے ساتھ اس کے انتظامات کرتے۔ دوستوں اور نوجوانوں کو اپنے ساتھ ساتھ رکھتے۔ انہیں تلقین کرتے کہ اسلام کی خدمت ہو رہی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اب تک 32 کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی آپؑ ملک میں دیگر اجلاسوں میں بلائے جاتے تاکہ لوگ آپؑ کے علم و عمل اور شخصیت سے مستفید ہو سکیں۔ آپؑ کی گفتگو بہت پر خلوص اور محبت سے لبریز ہوتی۔ آپؑ بڑے اچھے الفاظ میں اپنی بات دوسروں تک پہنچاتے تھے۔ آپؑ کے دو بھائی اور ایک بہن ہے۔ بہن کا نام بانو اور بھائی حافظ محمد سلیم اور جلال دین ہیں۔ آپؑ بچپن سے ہی بہن بھائیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کے بھائی سلیم کا بیان ہے ”وہ ہم میں سے اخلاق میں سب سے اعلیٰ تھے۔“

انہوں نے بھائیوں کو بھی پڑھایا اور خود بھی پڑھا، ان کی زندگی کی کرامت تھی کہ انہوں نے بھائیوں کو اور ان کی اولاد کو کبھی احساس محرومی یا احساس کمتری کا شکار نہ ہونے دیا۔ انہیں یہ رتبہ والدین اور اساتذہ کی وجہ سے ملا۔ وہ اساتذہ کے بے حد خدمت گزار تھے۔

بہن بھائیوں کے ساتھ ان کا سلوک قابل رشک تھا۔ آپؑ کی اہلیہ آپؑ کے آبائی گاؤں کی تھیں۔ آپؑ اس لحاظ سے بھی خوش قسمت رہے کہ آپؑ کی بیوی بہت پارسا، دریا دل اور ذہین ہیں۔ ہمیشہ آپؑ کے دکھ درد میں شریک ہوئیں۔ آپؑ کی اولاد میں سات بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں،

آپؐ کی ساری اولاد بہت صالح اور فرمان بردار ہے۔

آپؐ کی ساری اولاد دینی و دنیاوی لحاظ سے تعلیم یافتہ ہے، ان کے بیٹوں میں عبدالرؤف، محمد عمر فاروق، عبدالماجد، عبدالخالق، بیگی، عبدالماک اور احمد دین ساجد ہیں۔

اللہ نے اس گھر میں محبت و اتفاق ڈالا اور سب لوگ مل جل کر رہ رہے ہیں اللہ اس خاندان کو ہمیشہ آباد رکھے اور مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

(محترمہ عمیرہ چوہدری ایم اے)

## عالم باعمل و باوقار

حافظ جی اپنے شاگردوں پر خصوصی شفقت فرماتے اور اُن کی ہر قسم کی راہ نمائی فرماتے اور انہیں دعائیں دیتے۔ میں نے استاد جی کو دیکھا کہ وہ اتنی عاجزی و انکساری کے مالک تھے کہ سلام کرنے میں پہل کرتے، صلہ رحمی کرتے، تہجد کی نماز کا اہتمام کرتے اور صبح کی نماز کے بعد درس قرآن و تفسیر بیان فرماتے، لوگ دل جمعی سے استاد جی کا درس سنتے حتیٰ کہ گھروں میں عورتیں بھی درس سے مستفید ہوتیں۔

صبح کی نماز کے بعد درس کی شکل میں دو، تین دفعہ سورہ فاتحہ سے سورہ الناس تک قرآن مکمل کیا۔

حکمت و دانائی اور سمجھداری سے دین کی تبلیغ کا کام کیا۔ یہ ان کا عمل و اخلاق تھا کہ تقریباً پورا گاؤں ہی کتاب و سنت کے نور سے منور ہوا۔ جب کہ ہمارا گاؤں زمانہ جاہلیت کی رسومات اور شرک و بدعات کے خرافات کے اندھیروں میں تھا۔ الحمد للہ یہ حافظ صاحب کی شب و روز کی محنتیں، دعائیں تھیں کہ لوگ کتاب و سنت کی طرف گامزن ہوئے۔ آج الحمد للہ پورے علاقہ میں پانچ مساجد اور چار ادارے کام کر رہے ہیں جن کے حافظ صاحب مہتمم تھے۔ اللہ تعالیٰ ان مساجد و مدارس کو حافظ صاحب کے لیے صدقہ جاریہ فرمائے۔ تاقیامت یہ دین کا کام جاری و ساری رہے۔ آمین ثم آمین۔

اپنے تو اپنے غیروں کے ساتھ بھی حسن اخلاق، مہمان نوازی اور ہمدردی حد درجہ کی تھی۔

میں آپ کا ادنیٰ سا شاگرد تھا، اُن کے جوتے سیدھے کرنا اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتا تھا اور اُن کے پاس بیٹھنا باعثِ فخر سمجھتا تھا۔ میں نے استاد جی سے قرآن و حدیث کا علم حاصل کیا استاد جی اُن علمی شخصیات میں سے تھے جو ایک ولی اللہ کا درجہ رکھتے تھے۔ استاد جی جمالی و جلالی طبیعت کے مالک تھے۔ عمدہ شخصیت با رعب، پروقاہ اخلاق و کمالات کے مالک تھے۔

پوری جماعت حافظ صاحب کا ادب و احترام کرتی اور اُن کی بات پر لبیک کہتی۔ حافظ صاحب ایک حاضر دماغ اور ذہین، تاریخ اسلام اور تاریخ علماء اہلحدیث کی ڈکشنری تھے اور تاریخ پاکستان پر عبور رکھنے والی شخصیت تھے۔ احسان اور ہر کسی کی نیکی کو ہمیشہ یاد رکھنے والے اور اُس کو اچھے بدلے سے نوازتے تھے۔

اللہ تعالیٰ استاد جی کی دینی خدمات اور حسناات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ استاد جی بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ بندہ ناچیز کے پاس ایسے الفاظ نہیں کہ ان کے محاسن و اخلاق قلم بند کر سکے۔ اُن کی نماز جنازہ میں ہزاروں خواتین عزت و مآب باپردہ شامل تھیں اور ہر ایک کی آنکھ سے آنسو بے ساختہ جاری تھے کہ واقعی ہی اللہ کے ولی کا اٹھ جانا ”موتُ العالمِ موت العالمِ“ ایک عالم کی موت پورے جہان کی موت ہوتی ہے۔

استاد جی کو دفن کرتے ہوئے بے ساختہ میرے منہ سے یہ الفاظ نکلے:

لے استاد جی! حوالے رب دے، اُس دن فرما لگے جس دن رب ملاوے

حافظ جی یقیناً ایسی باعمل شخصیت تھے جن کے متعلق ایک شاعر نے کہا ہے:

کلیوں کو میں سینے کا لہو دے کے چلا ہوں

صدیوں مجھے گلشن کی فضاء یاد کرے گی

آپ کا شاگرد  
مولانا محمد رمضان مجاہد

## لواحقین کے تاثرات

### جرات و عزیمت

الحمدیث مہاجرین کا روپڑی علماء سے روحانی تعلق تھا اُن کی دعوت پر حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑیؒ حافظ عبدالقادر روپڑیؒ اور حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ اکثر سرگودھا تشریف لے آتے تھے۔ حافظ جی کو اپنے استاد مفتی جماعت محمد صدیقؒ کے ہمراہ تبلیغی پروگراموں میں شرکت کا موقع ملتا رہا۔ اس بنا پر حافظ جی کی خطابت میں حافظ عبدالقادرؒ اور حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ کے خطابات کی نمایاں جھلک نظر آتی تھی۔

اباجی اپنی تقریر میں موضوع کی مناسبت سے رب کے قرآن کی تلاوت کرتے ترجمہ کرتے پھر پنجابی انداز میں زندگی کی متحرک مثالیں دے کر مسئلہ کو سمجھانا اُن کا وطیرہ تھا۔ دیہاتیوں کو تبلیغ کرتے وقت زرعی امور کی مثالیں پیش کرتے اور بعض اوقات اُن کو جدید کاشت کاری کے طریقوں سے آگاہ کرتے۔

ہمارے اسلاف میں بعض ایسے عالم باعمل گزرے ہیں جنہیں دیکھ کر بے عمل لوگوں نے اپنی زندگی کو اسوہ حسنہ کے مطابق ڈھال لیا اور بار بار ایسا ہوا کہ بعض غیر مسلم افراد اُن کے کردار سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ محترم حافظ جی انہی اوصاف کے حامل اسلاف کی نشانی تھے۔

اباجی نے کبھی خاندان اور قبیلہ میں جا کر ڈنڈے کے زور پر تبلیغ نہیں کی حالاں کہ وہ تمام وسائل رکھتے تھے۔ آپ نے عملاً نمونہ پیش کیا صبح سے شام تک تمام امور قرآن و سنت کے مطابق ہوتے تھے۔ وہ رشتہ دار جو قطع تعلقی کیے ہوئے تھے۔ آپ اُن کا اخلاقی اور مالی تعاون کرتے اور حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ اُن کی راہ نمائی کرتے رہتے اور یہ سلسلہ مسلسل جاری رکھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُن کا تمام خاندان اور قبیلہ اُن کی عملی زندگی سے متاثر ہو کر الحمدیث ہوا۔

اباجی ہم کو مثالیں دے کر کہتے دیکھو! حافظ محمد دین ایک ہاری (کسان) کا بیٹا ہے۔ جس نے محنت لگن اور خلوص سے مقام حاصل کیا ہے۔

روایت بن چکی ہے جو قوم کو شعور دے گا تو اہل شہر اُس کی مخالفت ضرور کریں گے ارسطو کو برسرِ اقتدار طبقہ نے کہا قوم کو تعلیم اور شعور مت دو ورنہ شہر چھوڑ دو یا زہر کا پیالہ پی لو اس طرح ابا جی کے خلاف شرارتی لوگوں نے بہت پروپیگنڈا کیا۔ شور و غل کیا اور انتقامی طور پر مذہبی و سیاسی نوعیت کی رپورٹیں تھانہ اور سی آئی ڈی کے اداروں میں داخل کرائیں۔ بعض اوقات پندرہ درخو استوں میں پیشی کی تاریخ ایک ہی دن بھگتنا پڑتی۔

بقول شاعر

رقیبوں نے جا کر رپٹ لکھا وی تھانوں میں  
اکبر نامی نام لیتا ہے محمدؐ کا اس زمانہ میں

اباجی نے ان تمام ہتھکنڈوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اپنے موقف پر قائم رہے۔ آپ پر حملے ہوئے کئی بار ایف آئی آر کئی گیمیں عدالتوں کے چکر کاٹے لیکن آپ کے پایہ لغزش میں کمی نہ آئی اور علاقہ میں اہلحدیث کا علم بلند کیا اور سالانہ اہلحدیث کانفرنس مسلسل 32 سال تک اپنی نگرانی میں کروائی یہ اُن کی جرأت اور مستقل مزاجی کی جھلک ہے۔

اباجی شریں بیان خطیب کے ساتھ ساتھ بہترین طبیب، گاؤں کے سب سے بڑے زمین دار اور شرافت اور سیاست کے علم بردار تھے۔ تمام خوبیوں اور طاقت رکھنے کے باوجود ذرہ برابر تکبر اور تعصب نہ تھا۔ غریب، امیر، جماعتی احباب اور اہل دیہہ ہمہ تن خدمت کر کے خوش ہوتے۔ اباجی کی ایک خوبی یہ تھی کہ جو آدمی اُن کے مد مقابل ہوتا اس کی ذہنی استطاعت کے مطابق بات کرتے اور اس کی اہلیت کے مطابق کام لگاتے۔ میں نے زندگی میں بار بار دیکھا کہ S.S.P یا SHO سے بات کرتے تو مدلل انداز میں اُن کو قائل کرتے۔ پٹواری تحصیل دار یا ڈی سی کو قانونی موٹگانے سمجھاتے اور نقطہ نظر پر قائل کرتے۔

مخاطب علماء کو صرف و نحو میں نہ الجھاتے بلکہ قرآن و سنت سے حوالہ دے کر اس کا دماغ تروتازہ کر دیتے۔ طالب علم کو اس کی ذہانت کے مطابق مدرسہ یا کالج کی مثال دے کر آگاہ کرتے آپ اہلحدیث یوتھ فورس (AYF) اور اہلحدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن (ASF) کے



کارکنوں کو شہباز، شامین پکارتے۔ چڑیا کو شہباز پر جھپٹنا اور ممولے کو باز سے لڑنے کی مثالیں دے کر حوصلہ افزائی کرتے۔

(مہر عبدالخالق بن حافظ محمد دین جدہ)

راقم چک 23 کے شاہنوں کی جرات کا چشم دید واقعہ پیش کرتا ہے۔ رحمان پورہ سرگودھا میں مسجد الہمدیث تعمیر ہوئی مخالفین نے مسلک الہمدیث پر بے بنیاد الزامات لگا کر اہل محلہ کو بدظن کرنے کی تگ و دو کی۔ مقامی جماعت نے شہباز کے ازالہ کے لیے کانفرس کا اہتمام کیا تو شدت پسندوں نے برملا اعلان کر دیا کہ ہم کسی صورت کانفرس نہ ہونے دیں گے۔ تو اُس وقت شہر سرگودھا کی جماعت کی دعوت پر حافظ جی کی سرپرستی میں چک 23 کے شاہینوں کا قافلہ رحمان پورہ پہنچ گیا۔ فلک شگاف نعروں سے علاقہ میں ہلچل مچادی جو سینہ تان کر گلی کو چوں میں کھڑے ہو گئے کسی کو جلسہ میں گزربڑ پھیلانے کی جرات نہ ہوئی چک 23 کے شاہینوں میں جرات و استقامت حافظ جی کی دعوت و عزیمت کا شریک ہے۔

(مؤلف)

## محرومی کا احساس

میں اور میرا بھائی جلال دین والد گرامی کی وفات کے وقت کم سن تھے۔ حافظ جی نے ہم پر باپ کی طرح شفقت کا ہاتھ رکھا۔ ہمیں والدین کی موت کا احساس تک نہ رہا۔ دینی و دنیوی تعلیم دلائی۔ جوان ہوئے تو ہماری شادی کی۔ ہمیں اپنی اولاد کی پرورش اور تعلیم کی فکر نہ ہوئی جس چیز کی ضرورت ہوتی وہ فراہم کر دیتے اسی طرح حافظ جی کی اہلیہ نے ہمیں اپنے بچوں کی طرح رکھا۔ حافظ جی کی وفات کے بعد بہت صدمہ ہوا ہمیں یوں لگتا کہ ہمارے ماں باپ آج فوت ہوئے ہیں محترم جلال دین نے بھائی کے موقف سے اتفاق کیا اور کہا کہ وہ ہمارے لیے گھر میں برکت تھے جس سے ہم محروم ہو گئے اللہ اُن کو جنت میں جگہ عطا فرمائے اور ہم کو اتفاق کی دولت سے نوازے۔

(حافظ محمد سیلس)

## شفقت کا سایہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے  
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مجھے 2 مئی 2012ء کا دن یاد رہے گا جب میں سوئی ہوئی تھی پھوپھی جان نے جگا کر اطلاع دی کہ اباجی ہمیں داغ مفارقت دے گئے ہیں۔ میں مشینی انداز میں جاگی اور ساکت ہو گئی ذہن نے کام کرنا چھوڑ دیا ایسے لگا کہ ہر چیز جامد ہو گئی اور وقت کی رفتار رک گئی ہو۔ دل و دماغ اس حقیقت کو قبول بھی نہیں کر رہا تھا۔ حالاں کہ داداجی کی طبیعت آخری ایام میں بے حد خراب رہی اور ڈاکٹروں نے بھی جواب دے دیا تھا۔

مجھے ہمیشہ اس بات کا دکھ رہے گا کہ میں ان کا آخری وقت چہرہ نہ دیکھ سکی یہی وجہ ہے کہ مجھے ابھی تک یقین نہیں آتا کہ وہ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ عمرہ کے لیے گئے ہیں اور ابھی واپس آ جائیں گے۔

چند دن ٹھہر کر میں والدین کے ہمراہ جدہ سے پاکستان آئی ہوں وطن کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی دل غمگین ہو گیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی بے ساختہ آنسو نکل آئے۔ مجھے ان کے بغیر گھر اجنبی لگا۔ میں ہمیشہ پاکستان آنے کی ضد کرتی تھی کہ ہم عمر چچا زاد بہنوں کے ساتھ دل لگتا تھا لیکن اُن کی وفات کے بعد امی جان نے کہا تم بھی چلو گی تو میں نے پہلے انکار کر دیا تھا کہ اب پاکستان میں وہ شفقت و محبت کا سایہ ہی نہ رہا جس کے لیے جاؤں۔

داداجی نے ہمیں بچپن سے ہی نماز کی تلقین کی ہم بچیوں کو بھی مسجد میں لے جاتے اور آخری صف میں باجماعت پڑھنا نہ نماز پڑھواتے۔ بچپن میں جب ہم کچھ صدقہ کرتے تو آپ ہماری حوصلہ افزائی کے لیے اعلان کرتے اور بڑے ہو کر جب آپ کو صدقہ کے لیے رقم دیتے تو دادا جان و عادیۃ بیٹا! اللہ ہمیشہ تمہیں دینے والوں میں سے کرے۔

آپ جدہ سعودی عرب قیام کے دوران میرے کمرے میں تشریف لے آتے تو مجھے خوشی ہوتی الماری میں اسلامی کتب دیکھ کر حوصلہ افزائی کرتے اور کچھ دیر بیٹھ کر ان کتب کا مطالعہ

کرتے۔ جدہ میں آخری قیام کے دوران مجھے بلاتے اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کے درمیان ٹشو پیپر سے پانی صاف کرواتے کیوں کہ جگر ضعف کی وجہ سے پاؤں کی انگلیوں میں سوجن آگئی تھی۔ اور پانی جم جاتا تھا۔ اسی طرح دوسرے چھوٹے موٹے کام کرواتے تھے۔ موبائل میں رشتہ دار اور احباب کے ٹیلیفون نمبر اردو میں درج کرتے اور آپ فرماتے بیٹا میں کام اس لیے کہتا ہوں کہ آپ کی تربیت ہو جائے۔ آپ کے حکم پر کام کرنے کو فخر اور خوشی سمجھتی تھی آپ دعائیں دیتے اور ہمیشہ پیار سے مجھے ”بادشاہ“ اور بھی ”بھولا بادشاہ“ کہہ کر بلاتے۔

دادا جان ہمیشہ شفقت سے سمجھاتے جس سے غلطی کا احساس ہو جائے مگر دل آزاری نہ ہو۔ جب ہم خیریت دریافت کرتے اباجی کیا حال ہے؟ آپ سخت تکلیف کی حالت میں بھی کہتے ”الحمد للہ علی کل حال“ (اللہ کا شکر ہے ہر حال میں) اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اُن کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنائے اور اُن کی روح کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ اور ہمیں صبر کی نعمت سے نوازے اور اُن کے خیراتی اداروں کی نگہبانی کی توفیق دے۔ آمین

(امتل الروف متیم جدہ)

## نماز کی فکر

میرے دادا جان نہایت خوش اخلاق ملنسار اور ہرلعزیز شخصیت تھے۔ آپ نے میری پیدائش پر مجھے گھٹی لگائی اور میرے کان میں اذان دی اور میرا نام سعید تجویز کیا۔ میری تعلیم و تربیت میں اُن کا اہم کردار رہا۔ میں نے اپنا پہلا حج اُن کے ہمراہ کیا آپ نے ہمیں تمام ارکان سے آگاہ کیا اور ہر موقع پر راہ نمائی فرماتے رہے۔

آپ کو تاریخ اسلام پر اس قدر عبور تھا جب ہم تاریخی مقامات کی زیارت کے لیے گئے تو انہوں نے مذکورہ مقامات پر رونما ہونے والے واقعات سے روشناس کیا۔ ہماری فیملی 1994ء میں سعودیہ شفٹ ہوگئی چنانچہ آپ ہماری فرمائش پر سال میں دو دفعہ جدہ تشریف لے آتے تھے۔ میں بعض اوقات اُن کا جسم دبانے لگتا تو آپ سختی سے منع کر دیتے اللہ کا شکر ہے میری صحت ٹھیک ہے خواہ مخواہ مجھے عادی نہ بناؤ۔

آپ بچوں کی شرارتوں پر غصہ نہ فرماتے۔ عمر کے آخری حصہ میں شوگر کے مریض ہو گئے جس کی وجہ سے اُن کو بھوک بہت لگتی تھی۔ اباجی نے اُن کے کمرہ میں فرنج رکھوا دیا تاکہ بوقت ضرورت موسمی پھل کھالیں۔ بعض اوقات چھوٹے بچے فرنج کھول کر چیزیں کھا لیتے اور الماری خالی کر دیتے آپ اُن کی اس حرکت پر مسکرا دیتے۔ بچوں کو مسجد میں ہمراہ لے جاتے جو بچے نظر نہ آتا اُس کی باز پرس کرتے جب مرض کی شدت کی وجہ سے کوما میں چلے جاتے ہوش آنے پر سب سے پہلے نماز ادا کرتے۔

محترم دادا اباجی منبر پر بیٹھ کر وعظ و نصیحت کرتے اور چٹائی پر بیٹھ کر بچوں کو قرآنی تعلیم دیتے۔ میں نے قاری صاحب سے قرآن پاک حفظ کیا تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے کچھ پارے کچے ہو گئے آپ نے آخری پندرہ پاروں کا اعادہ اس قدر عمدگی سے کرایا کہ یہ پارے مجھے پہلے حصہ کی نسبت زیادہ یاد ہیں۔

ہم سب اُن کی سعودی عرب میں تشریف آوری کا بے صبری سے انتظار کرتے۔ اُن کے آنے سے گھر میں شادی کا سماں پیدا ہو جاتا اسی طرح جب آپ پاکستان چلے جاتے توجہ کی رہائش گاہ سنان نظر آتی۔

دادا جان دارفانی سے کوچ کر گئے ہیں لیکن ہمیں یوں لگتا ہے جسے وہ باہر صحن میں بیٹھے ہیں اُن کے بولنے کی آواز آرہی ہے میں اُن کے کمرہ میں جاتا ہوں تو ایک پل کے لیے خیال آتا ہے جیسے وہ اندر موجود ہیں لیکن دوسرے ہی لمحہ ہمیں یہ حقیقت قبول کرنی پڑتی ہے۔ اللہ کریم اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ اور ہمیں اُن کا بہترین جانشین بنائے۔

(سعید فاروق بن عمر فاروق)

چچا جاں نے کبھی ہمارے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کیا بلکہ اپنی بیٹیوں سے بڑھ کر اُنس کرتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دن پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اگر انسانوں کی قربانی جائز ہوتی تو میں سب سے پہلے تمہیں قربان کرتا آپ گھر میں بلا وجہ غصہ کا اظہار نہ کرتے اور ہم کو نماز اور پردہ کی تلقین کرتے رہتے کہ کہیں آپ کی وجہ سے مجھے قبر میں عذاب نہ ہو۔

(مبینہ یسین)

حافظ جی اپنی امانتیں میرے حوالے کرتے بہن بھائی مزاح کے طور پر مجھے نشی کہتے جب آپ کو پتہ چل گیا تو آپ نے میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ”نشی بننا بھی تو کوئی آسان کام نہیں میں اُن کا کوئی کام کرتی تو حافظ جی مجھے دعا دیتے جب کبھی کہتی ”بس“ تو جواب میں مسکرا کر فرماتے ”سکھی پئی وس“ آپ نے دروازے پر آئے ہوئے کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔ بلکہ منڈیر پر بیٹھنے والے پرندوں کا خیال رکھتے تھے ایک دفعہ بارش کا دن تھا کچھ پرندے گھر کی چھت پر آ کر بیٹھ گئے مجھے کہا کہ ”ان کو چاول ڈالوان کی کون سی ماں ہے۔“

(صفینہ یسلین)

اباجی جب بھی ہمیں کوئی اچھا کام یا نیک عمل کرتے ہوئے دیکھتے تو ہمیشہ ہمیں دعا دیتے اور انعام کے طور پر روپے پیسے دیتے میں اکثر اُن کو مکمل لے جاتا اور عمرہ کراتا تھا۔

(حمزہ روف)

اباجی مجھے بے حد پیارا اور محبت کرتے جب نماز پڑھنے جاتے مجھے ساتھ لے کر جاتے مجھ سے قرآن حکیم سنتے اور خوش ہو کر انعام دیتے جب کسی کام کے لیے بلا تے تو جواب میں جی کہتا تو آپ بہت خوش ہوئے۔

(فیصل روف، زید احمد)

## منبر کی خدمت میں سرفرازی

اللہ سبحانہ نے بنی نوع انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے جن کو شمار کرنا مشکل ہے رب کریم کا مجھ پر خاص احسان یہ ہوا کہ میری پیدائش دینی گھرانہ میں ہوئی۔ جب میں بچہ تھا تو میرے معلم محترم حافظ محمد دین نے نماز یاد کرائی جب اذان ہو جاتی تو آپ مجھے اور دیگر بچوں کو اپنے ساتھ مسجد میں لے جاتے تھے میں نے کم سنی میں پہلی دفعہ اذان دی تو اس وقت حافظ جی کے علاوہ میرے والد جی اور چچا مہر جلال دین گھر میں موجود تھے فوراً مسجد میں تشریف لائے حافظ جی نے انعام میں رقم دی اور شفقت سے ہاتھ پھیرا آپ نے اس موقع پر دعا کی

”اے اللہ تو اس بچہ کو دین سیکھنے کے لیے منتخب کر لے نماز کے بعد ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ رب کے حضور دعا کرو کہ اللہ اس بچہ کو اسلام کا خادم بنائے۔ اللہ کریم نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا جب میں نے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا تو آپ نے مجھے دینی مدرسہ میں داخلہ کے لیے کہا میں نے پہلے تو مال مٹول کی لیکن آپ کے اصرار پر جانے کے لیے تیار ہو گیا جب رخصت کرنے لگے تو حافظ جی نے میری تعلیمی ترقی اور تزکیہ میں کمال کے لیے رب کے دربار میں خصوصی التجا کی اور منبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا بیٹا! ”اس کی خدمت میں دین و دنیا کی سرفرازی ہے“۔ آپ نے چند نصیحتیں کیں ایک مجھے اچھی طرح یاد ہے ”مدرسہ کے اندر ماں باپ بہن بھائیوں اور دوستوں کی بڑی یاد آئے گی کیوں کہ اس وقت شیطان انسان پر حملہ کرتا ہے کہ یہ بچہ دین سے کسی نہ کسی طرح دور ہو جائے جب گھر کی یاد میں آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں تو کسی کے سامنے مت رونا بلکہ چھپ کر دل کا بوجھ ہلکا کر لینا واللہ جس طرح آپ نے فرمایا تھا میں اس پر عمل کرتا رہا۔ الحمد للہ میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی چھٹی کلاس کا طالب علم ہوں۔

حافظ جی کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ کے لیے چک کی مسجد میں منبر پر کھڑا ہوتا ہوں اللہ شاہد ہے کہ میرے دل کی کیا کیفیت ہوتی ہے میں ناچیزان کے لیے دعا گو ہوں کہ اے اللہ اُن کی قبر کو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بنا اور سید الکونین ﷺ کے ہاتھوں سے آب کوثر عطا فرما۔  
(محمد یعقوب بن محمد سیلین)

## مولویوں کی بیٹی پر فخر

نانا جان کی شخصیت میری آئیڈیل تھی اُن کی تمام تر خصوصیات کا ذکر کرنا میرے بس میں نہیں۔ ہم بچپن ہی سے اُن کے پاس رہتے تھے اس لیے میری تربیت ان ہی کے زیر سایہ ہوئی۔ جب آپ بیماری کی وجہ سے مضطرب ہو گئے تو میں اُن کا حساب کتاب لکھتی تھی۔ آپ نے مجھے نماز یاد کرائی اور اپنے ساتھ مسجد لے جاتے نماز بخجگانہ کی ادائیگی میں اُن کی تربیت کا اثر ہے۔ میرے لیے سعادت ہے کہ وہ اصرار کر کے مجھے عمرہ پر لے گئے اُن کے ساتھ حرم میں جانا نصیب ہوا۔

ہم ماں بیٹی رات کو اُن کے کمرہ میں سوتے تہجد کے وقت ان کے ساتھ اٹھتی یہ لمحے میری زندگی کے قیمتی لمحات ہیں۔ اس کے تین درجے ہیں ایمان و یقین اور احسان میں بلا مبالغہ کہہ سکتی ہوں کہ وہ احسان کے درجے کو پہنچے ہوئے تھے۔ مجھے ان کا سفید صاف ستھرا لباس اور آسمانی چادر بہت بھلی لگتی تھی ان کے چہرہ پر سفید داڑھی خوب چمکتی تھی۔ آپ کو چیزوں کے رکھنے کا نظم اور سلیقہ بہت عمدہ تھا۔ مجھے ہر نیک کام میں ان کے اٹھتے ہوئے قدم بہت بھلے لگتے تھے۔ ان کی ذات منظم ادارہ کی سی تھی۔ ان کا نماز میں قرأت کالب و لہجہ اور وعظ و نصیحت کا انداز نہایت دل نشین تھا۔

آپ بچپن ہی سے پیار کرتے تھے امی نے مجھے مخاطب ہو کر واقعہ سنایا کہ ”تو اس وقت بہت چھوٹی تھی اتفاقاً تیمارداری کے لیے محلہ میں جانا پڑا۔ ذرا دیر ہو گئی تو رونے لگی تو اباجی نے تر بوز کا پانی تیرے منہ میں ڈال ڈال کر بھوک مٹائی“۔ اس شفقت و محبت کی وجہ سے نانا کی بجائے اباجی کہہ کر پکارتی تھی۔

ایک دفعہ آپ عشاء کی نماز پڑھ کر گھر آئے تو میں صحن میں اکیلی برتن دھو رہی تھی مجھے دیکھ کر اہل خانہ کو ڈانٹا کہ ”بچی باہر برتن دھو رہی ہے تم اندر آرام سے بیٹھے ہو“ میں نے ایف ایس سی کے امتحان نمایاں میں پوزیشن حاصل کی تو اہل خانہ کا اصرار تھا کہ ایم بی بی ایس میں داخلہ لوں

لیکن میں ادھر جانا نہیں چاہتی تھی۔ جب آپ کو پتہ چلا تو فرمایا ”روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے بیٹی جہاں داخلہ لینا چاہتی ہو لے لو“ اس کے بعد مطمئن ہو گئی اور کسی کی فکر نہ رہی آپ کے پیار کی وجہ سے یوں لگتا تھا کہ وہی ہمارے ماں باپ ہیں۔ مجھے یچین میں ان کے گھرانہ کی لڑکی ہونے پر فخر ہوتا تھا۔ جب کوئی پوچھتا ”کس کی بیٹی ہو میں بڑے فخر سے بیان کرتی کہ میں ”مولویوں کی بیٹی ہوں“ ان کے سایہ میں مجھے یہی محسوس ہوتا تھا کہ جنت میں عیش کر رہی ہوں۔

آپ لوگوں کو سیدھے اور پورے نام سے بلاتے بعض اوقات گھر کے افراد کو ان کی خوبی کے مطابق لقب سے نوازتے۔ مثلاً چھوٹی خالہ بریرہ کو درویش کہتے اور مجھے صوفی کہہ کر پکارتے، تھوڑی سی خدمت کرنے پر دعاؤں کے انبار لگا دیتے مثلاً ”اللہ تمہیں شرم و حیا کے زیور سے آراستہ کرے“ ایک دفعہ پاسپورٹ بنوانے کے لیے سرگودھا شہر لے گئے انہوں نے شہر کی خوب سیر کرائی۔

میری دعا ہے کہ اللہ ان کو جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی قبر کو منور فرمائے۔ اور انہیں حوض کوثر کا جام نصیب فرمائے جنت میں ان لوگوں کا ساتھ نصیب فرمائے جن پر اللہ نے اپنا انعام فرمایا۔ اللہ سبحانہ اُن کی اولاد، جماعتی احباب اور ان کے اداروں کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

(عمیرہ چوہدری نواسی حافظ جی)



## رفقاء خاص

### مولانا سلیم اللہ کیر پوریؒ:

پاکستان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے تاہم غیر مسلم بھی آباد ہیں جن کو اسلامی دعوت دینا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، اہل سنت مکاتیب فکر کے اکثر علماء اپنے مسلک کے داعی ترجمان اور مناظر تو ہیں لیکن وہ غیر مسلموں کو دعوت کی صلاحیت سے محروم ہیں۔

مولانا سلیم اللہ کیر پوریؒ پاکستان کے ان چند علماء میں سے سرفہرست تھے جو مذاہب عالم کے پیروکاروں کو دعوتی و اصلاحی خطاب کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔ عصر حاضر کے شیریں بیان مقررین امتیازی مسائل پر تقریریں ازبر کر لیتے ہیں۔ مزید اچھلے سنا کر ہر جگہ داد و تحسین حاصل کرتے ہیں لیکن جب انہیں معاشرہ کی مہلک بیماریوں کے انسداد پر اظہار خیال کرنے کی دعوت دی جائے تو وہ معذرت کر لیتے ہیں۔

مولانا سلیم اللہ کیر پوریؒ ہر عنوان پر فی البدیہہ تقریر کرنے کا ملکہ رکھتے تھے، مولانا صاحب کو تصنیف و تالیف کا ذوق تو نہ تھا لیکن مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ خطبہ جمعہ کے لیے اسلامی مہینوں غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں اور پاکستان کے قومی دنوں کے لحاظ سے موضوع کا انتخاب کرتے۔ اس کی مناسبت سے ہفتہ بھر مطالعہ کرتے اور جمعہ کو ناشتہ کے بعد منہمک رہتے اور خطبہ کے لیے علمی نقاط کا خاکہ ذہن نشین کر لیتے۔ دوران خطبہ ممکنہ علمی شبہات کا ازالہ اس طرح کھول کر بیان کرتے کہ جس سے اہل علم اور کم فہم بیک وقت استفادہ حاصل کرتے تھے۔ وہ اس کو دوسروں تک پہنچانے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو جاتے تھے۔ سیاست اسلام کی اساس نہیں تاہم جز و ضرور ہے، وہ خطبہ جمعہ کی مناسبت سے قومی سیاست پر بھی بحث کر کے سامعین کی راہ نمائی کرتے یہی وہ آپ کے خصوصی اوصاف تھے جن کی بنا پر اہل سنت مکاتیب فکر میں سے تحقیقی ذوق رکھنے والے گرد و نواح کے احباب سفر کی صعوبت برداشت کر کے خطبہ پر بروقت تشریف لاتے۔

قادیانیت، عیسائیت اور شیعیت کا علمی محاسبہ کرنے کی خصوصی مہارت رکھتے تھے لیکن وہ

تقریر کے دوران جارحانہ انداز اختیار کرنے سے اجتناب کرتے بلکہ دلائل کی روشنی میں غور و فکر کا پیغام دیتے تھے البتہ وہ تقریر کے دوران ان چور دروازوں کو بے نقاب کرتے جن کے خواب اور من مانی تعبیروں نے ان رہ زنوں کو موقع فراہم کیا۔ اس طرح وہ تحریک اصحاب الحدیث کی حقیقت کو بانگ دہل بیان کرتے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کسی بزرگ کو معصوم عن الخطاء سمجھ کر نبوت کے مقام پر فائز نہیں کیا۔ مجھے کالج کی تعلیم کے دوران 19 ہلاک سرگودھا کی مسجد الحمدیث میں حافظ محمد ابراہیم کیر پوریؒ کی اقتداء میں مسلسل دو سال جمعہ پڑھنے کا موقع ملا۔ بعد ازاں مولانا سلیم اللہ پورؒ کی خطاب سے بارہا علمی استفادہ کیا، جب بھی کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہوئے الجھن محسوس ہوتی تو آپ سے راہ نمائی لیتا اور وہ مزید مطالعہ کے لیے کتاب کی نشاندہی کر دیتے۔ آپ کی ذاتی لائبریری سے جس کتاب کی ضرورت محسوس کرتا وہ مجھے مطالعہ کے لیے عنایت کر دیتے تھے۔

زہد و تقویٰ، مسلک کی پاسبانی اور علمی و تدریسی مہارت کے لحاظ سے کئی ایک نامور حیثیت کے عالم ہوں گے، تاہم کمیر پوری خاندان مذاہب عالم کو دعوتی و تحقیقی خطاب کے میدان میں ایک منفرد حیثیت کے مالک ہیں۔ یاد رہے مذاہب باطلہ کی تردید میں شہید اسلام امام العصر علامہ احسان الہی ظہیر شہیدؒ عرب و عجم میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

مولانا صاحب کی وفات سے چند روز قبل 12 اپریل کو میری ہمشیرہ فوت ہوئیں جو صوم و صلوة کی پابند اور تہجد گزار تھیں۔ ہمہ وقت قرآن مجید کی تلاوت کرتی رہتی تھیں ماں باپ کی وفات کے بعد شفقت و محبت کا آسرا تھیں۔ لیکن 18 اپریل 2011ء کو مولانا صاحب کی وفات کا سن کر اپنی ہمشیرہ کا غم بھول گیا اور یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ جماعت میں علمی و تحقیقی خطاب کے میدان میں جو خلا نظر آیا وہ کس طرح پُر ہوگا، اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اللہ کے فضل سے مولانا صاحب کے بیٹے حافظ سیف اللہ کا انداز خطاب باپ کی طرح تحقیقی ہے۔ انہیں مذاہب عالم کے مطالعہ کا ذوق ہے، وہ الحمدیث یوتھ فورس پاکستان کے رابطہ سیکرٹری اور ضلعی یونٹ کے صدر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے اس لیے ان کے مزاج میں تبلیغی جوش و ولولہ پایا

جاتا ہے، وہ نہایت محنت لگن سے دعوتی پروگراموں میں مصروف ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کے علم و عمل اور اخلاص میں برکت عطا فرمائے تاکہ وہ باپ کے لیے بہتر صدقہ جاریہ بناسکیں۔

مولانا صاحب کا جس سے جماعتی تعلق قائم ہوا اسے تازیت برقرار رکھا، وہ تنظیمی لحاظ سے مرکزی جمعیت اہلحدیث سے منسلک تھے، جمعیت میں دھڑے بندی ہوئی تو بھی انہوں نے 106 راوی روڈ سے تعلق نہیں توڑا۔ مولانا صاحب میاں عبدالستار آزاد آف سرگودھا کی معرفت سے بھلوال میں خطیب تعینات ہوئے چونکہ میاں جی علماء کے قدردان تھے اس لیے ان دونوں کے درمیان دوستی قائم ہوئی، بد قسمتی سے سرگودھا میں جماعتی گروپ بندی رہی انہیں سرگودھا شہر میں خطابت کی پیشکش ہوئی لیکن وہ اہل بھلوال سے جینے مرنے کے عہد پر قائم رہے اور میاں جی سے بے وفائی نہیں کی۔ مولانا سلیم اللہ بحیثیت امیر اور حافظ دین محمد بحیثیت ناظم ضلع سرگودھا کافی عرصہ رہے، ان کے درمیان پہلے کی نسبت زیادہ قربت ہو گئی، حافظ جی کے بھائی اور ان کی اولاد مولانا صاحب کا بے حد احترام کرتے تھے اور مولانا صاحب 23 چک کو اپنا دوسرا گھر سمجھتے تھے۔ اللہ کریم مولانا جی حافظ جی اور میاں صاحب کی اولاد کے مابین بھائی چارہ کی فضا قائم و دائم رکھے تاکہ اہل علم اور اہل ثروت مل کر اسلام کی ترجمانی اور جماعت کی پاسبانی کا فریضہ تنہا ہی سے ادا کر سکیں۔

قصبہ جھادریاں ضلع سرگودھا تقریباً پچاس ہزار کی آبادی پر مشتمل ہے، اتفاقاً کوئی اہلحدیث نہ تھا۔ حافظ حق نواز جو مدرسہ تقویۃ الاسلام میں معلم ہیں اور دارالسلام سے منسلک ہیں ان کے والد گرامی سے حاجی گل محمد نے جھادریاں میں سب سے پہلے مسلک اہلحدیث قبول کیا تو مقامی خطیب قاری محمد یعقوب احسن نے رفع الیدین پر اعتراض کیا کہ تم نے گھوڑے کی دم کی طرح کیا شروع کر دیا ہے۔ حکیم محمد حق نواز بلال میڈیکل والے نے اس علمی ازالہ کو رفع کرنے کے لیے مولانا سلیم اللہ کیرپوری کا انتخاب کیا اور جمعہ کے دن راقم الحروف کو ساتھ لے کر بھلوال چلے گئے تو مولانا صاحب اس وقت مطالعہ میں مصروف تھے، ہم نے مدعا بیان کیا تو آپ نے کہا کہ میں مقررہ وقت پر آ جاؤں گا البتہ آپ ڈاکٹر شبیر احمد اعوان سے مل لیں اور حالات سے آگاہ کر دیں کیوں کہ اس وقت میں جمعہ کی تیاری میں مصروف ہوں۔ البتہ آپ ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ

مقررہ وقت پر تشریف لائے، آپ نے ایمان بالرسالت کے تقاضے پر درس دیتے ہوئے کہا کہ رفع الیدین سنت ہے اور اس پر دلائل بھی دیئے۔ اس طرح تین سال تک ماہانہ درس کا سلسلہ چلتا رہا، اگر درس کے بعد لوگ انفرادی طور پر سوال کرتے تو آپ احسن انداز میں جواب دیکر مطمئن کرتے، بادشاہی مسجد جھوڑیاں کے امام مسجد حافظ ضیاء الدین نے مسلک اہلحدیث قبول کیا، اس دوران ڈاکٹر شبیر احمد اعوان آپ کے ہم سفر رہے۔ اس صورت میں کرایہ نہ لیتے تھے اگر ڈاکٹر صاحب کو کبھی مجبوری ہوتی تو آپ تنہا پروگرام میں شرکت ضرور کرتے تو اس صورت میں آمدورفت کے کرایہ کے حساب سے مبلغ 50 روپے لیتے شاہ اسماعیل شہید کے بارے میں پڑھا ہے کہ دور افتادہ علاقہ سے دیہاتی خطبہ جمعہ کے لیے دہلی مسجد پہنچا تو اس وقت خطبہ جمعہ ادا ہو چکا تھا، اس نے مایوسی کا اظہار کیا تو شاہ جی نے جو خطبہ پہلے دیا تھا اسے دوبارہ سنا دیا تھا۔

اللہ اکبر عصر حاضر میں دوبار ایسا مشاہدہ ہوا، جب لاہور جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو مقامی گاؤں کے احباب وہاں کے رہائش پذیر ہیں ان کے ہاں ٹھہرتا ہوں وہ بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک دفعہ ساتھی کو لے کر مسجد اقصیٰ اہلحدیث گلشن راوی میں گیا تو میں نے جمعہ کے بعد قاری عزیز احمد سے عرض کی کہ اس کو تو حید کی دعوت دو، تو انہوں نے قرآن وحدیث سے ثابت کیا کہ گنج بخش فیض عالم صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، علی جویری نہیں۔ نماز عصر کے بعد بھی سوال وجواب کا سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ اسے نماز مغرب تک وعظ ونصیحت کی، قاری جی کے بچے گھر جانے کی ضد میں روتے روتے سو گئے لیکن انہوں نے درس کو منقطع نہیں کیا، مولانا سلیم اللہ کیر پوری نہایت محتاط انداز میں بحث ومباحثہ کرتے، مخاطبین پر کافر مشرک بدعتی کافوئی لگانے سے پہلے پھبتی کہنے سے گریز کرتے۔ ایک دفعہ جھوڑیاں میں نماز عشاء کے درس کے بعد مقامی خطیب سے بحث ومباحثہ شروع ہوا محض ایک آدمی کو حجیت حدیث کا قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے اس دوران صبح کی اذان ہو گئی تو آپ نے اکتاہٹ محسوس نہیں کی۔

وہ یہی اصرار کرتا رہا آپ جواب دیں کہ رفع الیدین جو نہیں کرتا کیا اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ مولانا صاحب نے جوش میں آ کر کسی قسم کافوئی نہیں لگایا بلکہ اس انداز میں جواب دیا

کہ ہم نے ثابت کرنا ہے کہ رفع الیدین سنت ہے، نبی کریم ﷺ کا آخری نماز تک یہی معمول رہا۔ یہ فتویٰ آپ اپنے علماء سے پوچھیں اگر بحث و مباحثہ کے دوران مخاطب تند تیز لب و لہجہ اختیار کرتا تو مولانا صاحب اُسے دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کرتے اور اگر کوئی گفتگو میں سخت رویہ اختیار کرتا تو ڈاکٹر موصوف اپنے مخصوص انداز میں اسے سمجھاتے تو وہ خاموشی سے مولانا کی بات کو سنتا، تاہم مولانا صاحب پھر بھی اسے پیار سے مخاطب کرتے۔ مولانا صاحب کے مسلسل ماہانہ درس سے چند مقامی افراد نے مسلک اہلحدیث قبول کیا تو جب وہ نماز کے لیے جامع مسجد جاتے تو خفی مولوی نے طعنہ دیا کہ تم اپنی علیحدہ مسجد کیوں نہیں بنا لیتے؟

مولانا سلیم اللہ کبیر پوریؒ زندگی کا ریکارڈ ہے انہوں نے چندہ کی اپیل کے لیے مقامی جماعت کے علاوہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلا یا۔ جھاوریوں سے ان کو خاص اُنس تھا، مسجد کی جگہ خریدنے کی غرض سے مجھے ہمراہ لے کر سرگودھا گئے، مختصر احباب سے انفرادی طور پر ملے اس طرح مولانا کی مساعی جیلہ سے 5 مرلہ جگہ کے لیے رقم اکٹھی ہو گئی۔ مولانا عباس الہی ظہیر سرگودھا کے والد گرامی مولوی محمد ابراہیم اخبار والے جن کی تحریک سے جھاوریوں میں تبلیغی کام شروع ہوا، میں نے اس کو صورتحال سے آگاہ کیا تو انہوں نے مزید 5 مرلہ کے لیے قرض حسنہ دیا اس طرح مسجد کے لیے 10 مرلہ جگہ خریدی گئی۔ غازی عبداللہ غازی فیڈ فیصل آباد کے مالی تعاون سے یہ قرض ادا کیا گیا۔

مولانا مسجد کی تعمیر میں دلچسپی اور تعاون کرتے رہے جن میں حافظ محمد دین مرحوم، میاں عبدالستار آزاد، عبدالعزیز اور مولانا یعقوب گوجرویؒ نے بھرپور تعاون کیا۔ مولانا سلیم اللہ کبیر پوریؒ نے 1987ء میں افتتاحی خطبہ ارشاد فرمایا، میاں عبدالستار آزاد کی سربراہی میں سرگودھا اور 23 چک کے جماعتی احباب نے شرکت کی۔ حاجی محمد اسماعیل آف مقام حیات اعزازی خطیب رہے ان کے خاندان نے لاؤڈ سپیکر کی خریداری اور مسجد کی دیگر ضروریات کے سلسلہ میں بھرپور تعاون کیا۔

مولانا حاجی نے جھاوریوں کی جماعت سے تعلق قائم رکھا، بنیادی ارکان کے دکھ سکھ میں

برابر کے شریک رہے۔ قاری حبیب الرحمن یزدانی آف قائد آباد تشریف لائے انہوں نے نئی نسل کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی اور فاضل عربی کلاس کا اجراء کیا۔ مہر نصر اللہ جھواری و دیگر زیر تعلیم کثیر طلباء نے مسلک اہلحدیث قبول کیا۔ شہر کے ناظم مہر محمد امیر کی بیٹی نے ان سے قرآن مجید حفظ کیا۔ جھواریاں کے موجودہ خطیب محمد فاروق توحیدی بھی ان کے تربیت یافتہ ہیں۔

بچوں کی تعلیم و تدریس کے لیے ہمہ وقت قاری صاحب مقیم ہیں کثیر تعداد میں لوگ خطبہ جمعہ میں شرکت کرتے ہیں، یہ سب مولانا جی کے لیے صدقہ جاریہ ہے جنہوں نے مقامی جماعت تیار کی اور مسجد کی تعمیر کے لیے بنیادی کردار ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم سے نوازے۔ مولانا سلیم اللہ کبیر پورٹی نے مسلسل تین سال جھواریاں میں ماہانہ درس دیا کوٹ بھائی خان کے جماعتی ساتھی حکیم احمد دین اور عبدالخالق انصاری کی قیادت میں تشریف لاتے رہے، اس لیے مولانا جی کو ان سے خاص انس ہو گیا۔ وہ بحیثیت امیر ضلع تنظیمی دورہ پر جاتے تو وہ کوٹ بھائی خان میں ضرور قیام کرتے، چونکہ کوٹ بھائی خان کا با اثر طبقہ شیعہ تھا اس لیے ان کی مجالس عموماً منعقد ہوتی رہتی تھیں اس لیے مولانا جی کوٹ بھائی خان کے تبلیغی پروگراموں میں شرکت کر کے ان کے اثرات کو زائل کرتے۔

آپ رحماء بینہم کے موضوع پر خطاب کرتے اور دلائل سے ثابت کرتے کہ حضرت علیؑ کے حضرت ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ سے برادرانہ تعلقات تھے۔ حضرت علیؑ نے نہ صرف ان کی بیعت کی بلکہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے اور ان کے دور میں حج کے عہدہ پر رہ کر عدالتی فیصلے کرتے رہے۔ مولانا جی اختلافی مسائل کو عہدگی اور اصلاحی انداز میں اس طرح بیان کرتے کہ دوسرے مسلک اور مذہب کے افراد بھی اثر لیے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔

جھواریاں میں حافظ محمد بلال ولد حکیم محمد حق نواز کے جنازہ کے موقع پر بیان کیا کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اور مختلف آئمہ کا حوالہ دیتے ہوئے واضح کیا کہ جو فاتحہ کو نماز جنازہ میں پڑھنا ضروری نہیں سمجھتے ان کے بڑوں نے لکھا ہے اگر فاتحہ کو بطور دعا نماز جنازہ میں پڑھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں، اس لیے میری تمام احباب

سے گزارش ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ ضرور پڑھیں، حاضرین نے اس سے بہت اچھا اثر لیا۔ جب کہ دوسرے مکاتیب فکر کے علماء بھی جنازہ میں شریک تھے تاہم کسی نے اعتراض نہ کیا۔ مولانا کی اعلیٰ ظرفی تھی کہ جب ان کو پتہ چلا تو فردا فردا ان سے ملاقات کی، مولانا جی مرکزی جمعیت الہدیت کے نظم کے پابند تھے اور دستور سے سر موخرف نہ کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کے ضابطوں پر کاربند رکھنے کی تلقین کرتے اور جو خلاف ورزی کرتا اس کا سختی سے نوٹس لیتے۔ مولانا صاحب مرکزی مجلس شوریٰ منعقدہ سیالکوٹ میں شرکت کے لیے راقم الحروف کو حکم دیا کہ ایک دن قبل بھلول آجاؤ، اس طرح دو دن رات آپ کی رفاقت میں رہا۔ ایک قادیانی مظفر عدرائی نے میرے مضمون حیات مسیح علیہ السلام کا تعاقب کیا تھا سفر کے دوران اس کے دلائل کے رد کے سلسلہ میں آپ سے فیض حاصل کرتا رہا، قیام کے دوران انہوں نے خوب خاطر تواضع کی ان سے یہی ملاقات آخری ثابت ہوئی۔

نامور علمی شخصیت کا پہلا جنازہ حافظ مسعود عالم نے جامعہ سلفیہ میں پڑھایا جب کہ دوسرے دن بھلول میں مولانا عبد العزیز حنیف نائب امیر مرکزیہ نے رقت آمیز انداز میں نماز جنازہ پڑھائی۔ نضلع سرگودھا کے علماء احباب جماعت آپ کا آخری دیدار کر کے آنسو بہاتے رہے، اہل بھلول نے بلا امتیاز مسلک آپ کے جنازہ میں بھرپور شرکت کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

### میاں عبدالستار آزادؒ

اللہ سبحانہ کی مرضی ہے کہ کسی کو غربت دے کر آزماتا ہے کہ صبر کرتا ہے یا آہ و فغاں اور کسی کو دولت دے کر دیکھتا ہے کہ میرا بندہ شکر ادا کرتا ہے یا تکبر۔ محترم میاں عبدالستار آزاد خوش نصیب تھے جن کو اللہ ذوالجلال نے دولت عزت اور شہرت سے نوازا لیکن ان کے دل میں ذرہ برابر تکبر نہ آیا۔ آزاد ٹرنک ہاؤس کچہری بازار سرگودھا میں تاجر، علماء اور جماعتی احباب کی محفل جمی رہتی اس دوران کوئی جماعتی ساتھی آجاتا تو باعزت بٹھا کر جماعتی احوال دریافت کرتے انھیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو مشورہ دیتے پھر محفل کی گفتگو کو جاری رکھتے۔

عصر حاضر کے سرمایہ داروں میں بڑاپن کی بیماری سرایت کر چکی ہے کہ علماء ان کے در پر حاضری دیں۔ جب کہ میاں جی علماء کی بے حد عزت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ علماء اسلام کے نمائندے ہوتے ہیں میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مفتی جماعت ابوالسلام محمد صدیق مسجد سے نکلے تو میاں جی نے جوتی اٹھا کو ان کے آگے رکھی مفتی جی نے فرمایا میاں جی! آئندہ ایسا نہ کرنا کہ کوئی شیطان مجھے بہکا نہ دے تو میاں جی نے مسکرا کر فرمایا ادب پہلا مرتبہ ہے محبت کے قرینوں میں سے۔

میاں جی جامعہ علمیہ ڈی بلاک سرگودھا کے ناظم رہے۔ ان کے دور نظامت جامعہ میں حفظ و ناظرہ قرآن اور درس نظامی کی کلاسوں کا باقاعدہ سے اجراء رہا۔ اور سالانہ جلسہ کا اہتمام ہوتا تھا۔ مفتی جی کا علماء سے علمی اور میاں جی کا تنظیمی تعلق تھا۔ ملک کے نامور علماء اس میں شرکت کرتے رہے۔ حافظ احسان الہی ظہیر مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہو کر پاکستان تشریف لائے۔ القادیہ عربی کی تصنیف کی بنا پر قومی و بین الاقوامی علمی حلقوں میں شہرت حاصل کر چکے تھے وہ نومبر 1968ء میں پہلی دفعہ جامعہ علمیہ میں تشریف لائے۔ راقم کالج کا طالب علم تھا پہلی دفعہ الہمدیث علماء کا جلسہ سننے کا اتفاق ہوا۔

میاں عبدالستار آزاد روحانی طور پر غزنوی خاندان کے عقیدت مند تھے۔ سید محمد داؤد غزنویؒ نے مرکزی جمعیت الہمدیث تشکیل کی تو میاں جی اس سے منسلک ہو گئے سید جی نے ان کو شوروی کارکن نامزد کیا۔ جماعت میں گروپ بندی ہوتی آپ کو عہدوں کی پیش کش ہوئی لیکن آپ تاحیات مرکزی جمعیت الہمدیث پاکستان سے وابستہ رہے۔ آل پاکستان الہمدیث کانفرنس 1958ء میں سرگودھا منعقد ہوئی۔ میاں جی اس کے روح رواں تھے اور اس کا صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا۔

میاں جی مرکزی جمعیت الہمدیث ضلع سرگودھا کے امیر رہے آپ حافظ محمد دین کے ہمراہ سال میں ایک مرتبہ دیہی آبادی میں تبلیغی دورے پر تشریف لے جاتے آزاد ٹرنک ہاؤس کی بالائی منزل مرکزی جمعیت کا دفتر رہا۔ ضلعی شوروی کا اجلاس سال میں ایک مرتبہ ہوتا۔ حاضرین کو



اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت ہوتی اگر کوئی نوجوان جذباتی انداز میں شکایت کرتا تو آپ مسکرا کر اس کا جواب دیتے اور دلائل سے اسے مطمئن کرتے۔

میاں جی جماعتی امور میں خاطر خواہ دلچسپی لیتے تھے کسی جماعتی ساتھی کو قانونی یا سرکاری محکمہ میں مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ حتیٰ المقدور تعاون کرتے۔ اگر کوئی دعوت کرتا تو آپ قبول کرتے تھے۔ راقم نے اپنے عزیز احسان الہی ظہیر کے عقیقہ میں شرکت کی دعوت دی محترم میاں جی، مولانا سلیم اللہ اور حافظ محمد دین دن کے دوران علاقہ میں رکنیت سازی کی مہم جاری رکھی اور شام کے وقت ہمارے ہاں تشریف لائے۔ دعوتی احباب میں مولانا جی نے عقیقہ کے موضوع پر درس دیا پھر کھانا تناول فرمایا۔ میاں جی نیکی کے کاموں میں فراخ دلی سے حصہ لیتے تھے۔ آپ نے ذاتی خرچ سے سرگودھا میں دو مساجد تعمیر کیں اور انتظامی لحاظ سے ان کا تمام تر خرچہ میاں فیملی برداشت کرتی آرہی ہے۔ جھاریاں میں مسجد الہدیت کی جگہ خریدی تو میاں جی نے ایک مرلہ کی قیمت ادا کی۔

محترم میاں عبدالستار آزاد انتظامی لحاظ سے خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے آپ مرکزی جمعیت الہدیت پنجاب کے نائب امیر مقرر ہوئے جلد ہی آپ کو مرکزی جمعیت الہدیت پاکستان کا ناظم انتخابات مقرر کر دیا گیا ان کی نگرانی میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں انتخابی عمل شروع ہوا تو آپ نے غیر جانبدارانہ اور پرامن ماحول میں انتخابی عمل مکمل کیا۔ جب کہ لاہور اور سیالکوٹ میں منعقدہ اجلاس میں مقابلہ کی نوبت نہ آئی۔

سرگودھا میں دوسری مرتبہ 8-9 اپریل 2004ء کو آل پاکستان الہدیت کانفرنس منعقد ہوئی۔ میاں جی کی سرپرستی میں محترم عرفان اللہ ثانی نے میاں عبدالحفیظ اور محمد سعید موتی چور والے نے مرکزی کردار ادا کیا۔ شہر کے وسط کمپنی باغ میں منظوری مرکزی جمعیت کے ضلعی راہ نما کے اثر و رسوخ کا نتیجہ تھا۔ پنڈال اور خورد و نوش کا انتظام مثالی تھا۔ پہلے سے منعقد کانفرنسوں میں بازی لے گیا۔ کانفرنس کی تشہیر، جماعتی احباب سے ملاقاتیں اور علماء سے رابطوں کے سلسلہ میں میاں جی مولانا جی اور حافظ جی نے اہم کردار ادا کیا حافظ جی بیماری کی حالت میں میانوالی اور بھکر

تشریف لے گئے احباب کے دل باغ باغ ہو گئے کئی بسوں پر مشتمل قافلہ نے کانفرنس میں شرکت کی۔ میاں جی کو مطالعہ کا ذوق تھا۔ جماعتی جرائد ان کے نام جاری تھے۔ وہ ان کی جلد کا اہتمام کرتے تھے۔ ان کی لائبریری میں کتب کا وسیع ذخیرہ تھا۔ پارلیمنٹ میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے درخواست دائر ہوئی۔ اراکین کو بحث مباحثہ میں مہارت سکھانے کے لیے علمی ماہرین کی ضرورت محسوس ہوئی قمر الدین سیالویؒ نے حافظ محمد ابراہیم کبیر پوریؒ کا انتخاب کیا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لیے جو قادیانی کتب پارلیمنٹ میں پیش ہوئیں مولانا سلیم اللہ کبیر پوریؒ وہ کتب میاں جی کی لائبریری سے لے گئے تھے۔ اجلاس میں مسلم مبصر نے البدر کی بجائے الفضل کا حوالہ دے کر موقف اختیار کیا کہ خود مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے یہ سن کر مرزا ناصر نے مسکرا کر کہا۔ اس وقت الفضل کا اجراء بھی نہیں ہوا تھا۔ مسلمانوں کو وقتی طور پر تردد کا سامنا کرنا پڑا۔ مولانا سلیم اللہ اپنے چچا حافظ محمد ابراہیم کبیر پوریؒ کے حکم پر سرگودھا آئے میاں جی کی لائبریری سے البدر کا شمارہ لے کر واپس راتوں رات اسلام آباد پہنچ گئے دوسرے دن البدر پیش کیا مرزا ناصر کو ذلت آمیز پر شکست اٹھانا پڑی اس کے بعد بحث کا سلسلہ بند ہو گیا۔ قادیانیوں کے علمی محاسبہ میں دسترس اہلحدیث کے اسلاف میں تھی دوسرے مکاتیب فکر کے علمی احباب اس کا اعتراف کرتے تھے۔

میاں عبدالستار آزاد کا صاحب ثروت ہونے کے باوجود کس نفسی کا یہ عالم تھا کہ وہ علماء کرام کی عزت افزائی اور مہمان نوازی کو سعادت سمجھتے تھے۔ علماء حضرات علاقہ میں تبلیغی پروگرام پر آتے تو رات آپ کے ہاں قیام کرتے یا درہے اس وقت تیز ذرائع آمد و رفت کا دور نہ تھا۔ جناب سید محمد داود غزنویؒ، سید محمد ابوبکر غزنویؒ، حافظ محمد عبداللہ روپڑیؒ، حافظ محمد اسلمیل روپڑیؒ، حافظ عبدالقادر روپڑیؒ، شیخ القرآن محمد حسین شیخو پوریؒ، حافظ محمد عبداللہ شیخو پوریؒ، حافظ محمد یحییٰ شرقپوریؒ، مناظر السلام محمد صدیق جٹ فیصل آبادیؒ، حکیم عبدالرحیم اشرفؒ، جناب پروفیسر ساجد میر اور مورخ اہلحدیث محمد اسحاق بھٹی وغیرہ قابل ذکر علماء ہیں۔ محترم میاں جی نے جن کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ حکیم فیض عالم صدیقیؒ آف جہلم پر خوشاب کچی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا۔ وہ

میاں جی کی فیاضی سے غائبانہ باخبر تھے۔ انہوں نے آپ سے رابطہ کیا۔ میاں جی مقررہ وقت پر موسلا دھار بارش کے باوجود گاڑی لے کر اسٹیشن پر گئے بڑی مشکل سے ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی۔ حکیم جی ہر تاریخ پر رات آپ کے ہاں قیام کرتے دوسرے دن مقدمہ کی حاضری کے لیے خوشاب جاتے۔

میٹرک کے امتحان میں میری ڈیوٹی تھی، ہوٹل سے روٹی کھا کر ذاتی مکان پر سو جاتا۔ محترم میاں جی کو پتہ چلا تو انہوں نے حکم دیا کہ تہار ہنا مناسب نہیں۔ آپ میرے مکان پر رہائش اختیار کریں۔ آپ رات کو کچھ وقت میرے پاس بیٹھتے پھر جا کر آرام فرماتے۔ میرے بزرگ محمد صادق کو حادثہ پیش آیا مریض سول ہسپتال سرگودھا میں زندگی موت کی کشمکش میں تھا۔ چند مستورات میرے ہمراہ تھیں رات گزارنے کے لیے ان سے رابطہ کیا انھوں نے فراخ دلی سے فرمایا میرے گھر کو اپنا سمجھو۔ عمر کے آخری حصہ میں سفر کرنے سے معذور ہو گئے تو ضلعی علماء و احباب سے ملاقات کے لیے کبھی کبھار دعوت دیتے تھے۔ سیالکوٹ شوری کے اجلاس سے ضلعی احباب نے مشورہ کرنا تھا۔ میاں عبدالغفار آزاد نے اپنے ابا جی کے حکم پر دعوت کا اہتمام کیا۔ جس میں مولانا سلیم اللہ کیرپوری، حافظ محمد دین، مولانا محمد سرفراز پل ۱۱۱، حافظ عبدالغفور فروکہ، حافظ سیف اللہ کیرپوری، پروفیسر محمد یوسف مہر، محمد یوسف اور راقم شامل تھے۔

ان کی بیماری کی اطلاع سن کر تیمارداری کے لیے حاضر خدمت ہوا۔ سفید اجلا لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔ ہاتھ کے اشارے سے خیریت دریافت کی چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ دیکھنے میں مریض محسوس نہ ہوتے تھے۔ لیکن بیماری کی وجہ سے بول نہیں سکتے تھے۔ اہل خانہ نے علاج معالجہ اور تیمارداری کا حق ادا کر دیا۔ عزیز مہر محمد یوسف نے 13 جنوری 2013ء کو صبح فون پر فونگی کی اطلاع دی۔ تو مقامی ساتھیوں کے ہمراہ آخری دیدار کے لیے حاضر ہوا۔ شیخ الحدیث مولانا مسعود عالم نے رقت آمیز انداز میں جنازہ پڑھایا۔ علماء، لیڈروں اور شہر کے سماجی راہنماؤں اور کارکنوں نے بھرپور شرکت کی اللہ سبحانہ میاں جی کی دینی خدمات اور علماء کی عزت افزائی کو شرف قبولیت بخشے ان کی انسانی لغزشوں خطاؤں کو معاف فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

## حرف آخر

انبیاء اکرام کی دعوت کی اساس رہی تو لولا اللہ الا للہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔  
خاتم النبیین ﷺ کے بعد صحابہ و صالحین نے بھی یہی تبلیغ کی کہ کائنات میں کوئی ایسی  
ہستی نہیں جو کسی کی موت و حیات کی مالک ہو موت و حیات کا مالک اگر ہے تو صرف عرش والا۔  
جس نے تم کو پیدا کیا وہی سجدہ کے لائق ہے جو ماں کے پیٹ میں رزق دے سکتا ہے اسی سے  
رزق طلب کرو۔ وہ ہستی جو موسیٰ علیہ سلام کو نیل کی لہروں سے بچا سکتی ہے مشکل وقت میں اُس  
سے ہی مدد طلب کرو۔ بیماری میں مبتلا ایوب علیہ سلام نے جس رب ذوالجلال کو شفاء کے لیے  
پکارا تم بھی اسی کو پکارو۔ وہ اللہ جس نے ابراہیم علیہ سلام کے لیے آگ کو گلزار کر دیا اسی پر نگاہ رکھو  
وہی تمہاری مصیبت کو راحت میں بدل سکتا ہے۔

اللہ کا ولی وہ ہے جس کا اوڑھنا بچھونا کتاب و سنت ہو جو لوگوں کو در در پر سر جھکانے سے  
روک کر اکیلے رب کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی دعوت دیتا ہو۔ خاتم النبیین ﷺ کی شریعت  
میں کمی و بیشی کو عقیدہ ختم نبوت کے منافی سمجھتا ہو۔ حاضرین میں بر ملا اظہار کرتا ہو کہ اگر تم کو  
میرا قول و فعل نبی کے حکم کے خلاف نظر آئے تو میرا قول دیوار پر دے مارو اور کائنات کے  
امام ﷺ کا دامن تھام لو اگر کوئی وجہ پوچھے تو صاف صاف کہہ دے کہ نبی ﷺ کے حکم کی اتباع میں  
نجات ہے میری پیروی میں نہیں جو کسی کے سامنے دست سوال نہ کرتا ہو اسے جس چیز کی ضرورت  
پڑ جائے تو وہ عرش والے سے ہی مانگتا ہے۔

موجودہ دور کا المیہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں نے اُن کو پیر سمجھ لیا ہے جو در در پر نذرانہ لینے  
جاتے ہیں کرتے کیا ہیں؟ کبھی گھر کی کبھی گھر والوں کی صفائی کر کے چلے جاتے ہیں۔ درحقیقت  
اللہ کا ولی وہ ہے جو جیب بھرنے نہیں جاتا حکمت کا خزانہ دینے کے لیے جاتا ہے اگر کوئی اس کے  
پاس آئے تو سچے موتیوں سے دامن بھر کر جاتا ہے۔

حافظ محمد دین ولی اللہ تھے جہاں جاتے یا بلائے جاتے کتاب و سنت کے نور سے لوگوں

کے سینوں کو منور کرتے کسی سے نذرانہ طلب نہ کرتے بلکہ اگر کوئی غریب نادار ساتھی ہوتا تو اس کی مالی اعانت کرتے اگر کوئی آپ کے پاس ملنے آتا تو اس کی خدمت کرنا سعادت سمجھتے اور وہ اخلاق کے زیور سے آراستہ ہو کر جاتا۔ اگر نکاح خوان بن کر جاتے تو لینے کی بجائے بچی کو ہدیہ دیتے۔ ان کی زندگی اس امر کی شاہد ہے کہ آپ نے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلا یا جب ضرورت پڑی تو رب کو پکارا۔ شافع رحمہ اللہ کے اسوہ حسنہ کی پیروی اس کی زندگی کا نصب العین رہا۔ آپ نے دین میں محنت کی اللہ سبحانہ نے رزق میں برکت عطا فرمائی۔

• حافظ محمد دین نے طب کو ذریعہ معاش کی بجائے خدمت دین کا ذریعہ بنایا۔ آپ اللہ سبحانہ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے دوائی تیار کرتے اور دوائی دیتے وقت برملا اظہار کر دیتے کہ شفا دوا میں ہے نہ میرے ہاتھ میں بلکہ اللہ ہی شافی و کافی ہے۔ مرض کی مناسبت سے وظیفہ بتاتے اور صوم و صلوٰۃ کی تلقین کرتے۔

فاضل ٹاؤن سرگودھا میں فاطمہ نامی عورت کی وصیت کے مطابق ورثاء نے 50 مرلہ کا پلاٹ مسجد و مدرسہ کے لیے وقف کیا۔ محترم عرفان اللہ ثانی امیر مرکزی جمعیت الہمدیث سٹی سرگودھا شہر نے سنگ بنیاد کی تقریب کے لیے ڈاکٹر حافظ عبدالکریم ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت الہمدیث پاکستان کو دعوت دی ان کی طرف سے فون آیا اور راقم نے تقریب میں شرکت کی عزیزم چوہدری عبدالخالق خازن مرکزی جمعیت ضلع سرگودھا سے ملاقات ہوئی انہوں نے ذاتی واقعہ سنایا۔

”میرا ایک بیٹا پیدا ہوا اس کے بعد بچے پیدا ہوتے ہی فوت ہو جاتے ڈاکٹروں سے علاج کرایا لیکن بے سود آخر کار حافظ جی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے حقیقت سن کر دوائی تجویز کی اور پانی دم کر دیا اور ہمیں پڑھنے کے لیے وظیفہ بھی بتایا ہم نے اس پر عمل کیا اللہ کے فضل سے چاند سا صحت مند بیٹا پیدا ہوا ہم نے حافظ جی کے حکم پر اس کا نام عبداللہ رکھا۔ ہدیہ پیش کیا آپ نے معذرت کر لی عقیدت میں اضافہ ہوا۔ قینچی موڑ کے قریب بریڈ فیکٹری کا اجرا کیا اختتامی دعا کے لیے عرض کی آپ ان دنوں بیمار تھے اس کے باوجود وعدہ ایفا کیا اور پانی تک نہیں پیا۔

دعا اور علاج معالجہ سے بیماری تو رفع ہو سکتی ہے لیکن موت نہیں۔ کیوں کہ اللہ نے موت کا وقت متعین کر دیا ہے جس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ محبوب ہستی ﷺ جو ارادہ ظاہر کرے تو مالک الملک قبلہ تبدیل کر دے اشارہ کرے تو چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں منجر صادق ﷺ جناب خالد گو سیف اللہ کے خطاب سے نوازیں ان کی ساری زندگی میدان جنگ میں گزری وہ دشمن کی فوج میں سینہ تان کر لڑتے رہے کوئی ان کو گزند نہ پہنچا سکا۔ وہی محبوب ہستی ﷺ اپنے بیمار بیٹے ابراہیم کو ہاتھوں میں اٹھا کر آنسو بہاتے رہے اور آپ ﷺ رب کی تقدیر پر راضی برضا رہے اور صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔

حافظ محمد دین معالج بن کر دوا تجویز کرتے تھے پھر رات کو اٹھ کر ان کی شفاء کے لیے رب کے حضور دعا کرتے رہے۔ تقدیر کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے خود شوگر کے مریض بن گئے اہل خانہ اور جماعتی ساتھی رورور کر آپ کی صحت کے لیے دعا کرتے تھے۔ سرگودھا فیصل آباد اور لاہور میں زیر علاج رہے جدہ میں مقیم بیٹوں نے اپنے پاس بلا لیا ہسپتال میں داخل رہے حرمین شریفین میں صحت یابی کے لیے دعائیں منگوائی گئیں جوں جوں دعا اور دوائی کی مرض بڑھتا رہا کیوں کہ مرض الموت کا علاج کسی روحانی و جسمانی معالج کے پاس نہیں۔ بھائی جلال دین کے اصرار پر وطن واپس آئے چند دن بعد نماز فجر پڑھ کر لیٹے ہی تھے کہ فرشتہ اجل آپہنچا۔

دنیا دار الامتحان ہے موت کا ذائقہ چکھ لینے کے بعد انسان دارالجزا پہنچ جاتا ہے۔ روز محشر ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا سورج سوا نیزے کے برابر ہوگا جس کی تپش سے زمین تانبے کی طرح کانپ رہی ہوگی جسم پر کوئی کپڑا نہ ہوگا وہاں کوئی سایہ دار درخت نہ ہوگا لوگ جسم سے نکلنے والے پسینے میں غرق ہوں گے پیاس کی شدت سے زبانیں نکل کر پیٹ تک پہنچ چکی ہوں گی۔

دارالجزا کے دن وہ لوگ خوش نصیب ہوں گے جو دارالامتحان میں گرمیوں کی شدت کے دوران پسینہ سے شرابور ہو کر رزق کھاتے رہے سردیوں کی شدت میں ٹھٹھ کر مشقت کرتے رہے جونہی ان کے کانوں میں حی علی الفلاح کی صدا پڑ جاتی تو وہ سب کچھ چھوڑ کر وضو کر کے اللہ

کے دربار میں پہنچ جاتے کائنات کے امام مصلیٰ کا فرمان سن کر چوں چوں کیے بغیر گردنوں کو جھکائے رہے روز محشر ساقی کوثر کے ہاتھ سے ان خوش نصیبوں کو جام نصیب ہوگا جنت میں جانے تک ان کو پیاس نہ لگے گی۔

حافظ محمد دین سحری کے وقت اٹھ کر اللہ کے حضور گریہ زاری کرتے تھے دن چڑھتے مخلوق کی خدمت پر کمر بستہ ہو جاتے تھے قائد آباد بھکر کے ریگ زار میدانوں اور سون سیکس کے پہاڑی دشوار راستوں میں پیدل چل کر بے لوث تبلیغ کرتے رہے۔ کتاب و سنت کی آب یاری کے لیے اپنے علاقہ میں مساجد و مدارس کی بنیاد رکھی الہی تو ان کی محنت کو شرف قبولیت سے سرفراز فرما۔ روز محشر ان کو ساقی کوثر مصلیٰ کے ہاتھوں جام نصیب فرما اور جنت میں صدیق معمر، عثمان اور علی کی سنگت نصیب فرما۔

مرنبی، محرم اسرار اور مشفق مہرباں برادر م حافظ جی کو مل کر مجھے تسکین قلب اور روحانی فرحت حاصل ہوتی تھی ان کی جدائی سے چک 23 الف جنوبی سرگودھا دل افسردہ چشم اشک بار بوجھل قدموں سے جاتا ہوں لیکن چک کے ساتھیوں کی ملفساری ادب و اخلاق والفت یگانگت اسلام سے والہانہ عقیدت اور مسلکی جمعیت دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے کہ حافظ جی نے جو روحانی چمن آباد کیا ہے اس کی مہک باقی ہے۔

ضلع سرگودھا کی مرکزی جمعیت اہلحدیث مولانا سلیم اللہ کبیر پوری کی علمی و تحقیقی مہارت، میاں عبدالستار آزادی کی سیاسی بصیرت اور علماء کی قدر و منزلت اور حافظ محمد دین کی تواضع و انکساری و تنظیمی صلاحیت سے یکے بعد دیگرے محروم ہو گئی اللہ سبحانہ جماعت میں علمی، سیاسی اور تنظیمی خلا پر فرمائے اور مرحومین کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

الہی حافظ جی کے خاندان کو ان کے قائم کردہ اداروں کی خدمت و سرپرستی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

(عطا محمد جنجوعہ کوٹ بھائی خان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا حافظ محمد دینؒ۔۔۔ یادیں۔۔ تاثرات

ضلع سرگودھا پہلے ہی قحط الرجال کا شکار تھا کچھ اہل علم اسے فیض یاب کر کے یہاں سے منتقل ہو چکے اور بعض داعی اجل کو لبیک کہہ گئے جس کی بنا پر اہل سرگودھا محرومیوں کا شکار ہو گئے۔ حضرت مفتی جماعت شیخ الحدیث مولانا ابوالسلام محمد صدیق سرگودھا کی پہچان اور جماعت کی آن تھے ان کی وفات کے بعد بھی لوگ بدل یا نعم البدل کی تلاش میں سرگرداں تھے کہ بھلوال کی دور افتادہ بنجر زمین کو سیراب کرنے اور علم و عرفان سے مالا مال کرنے والی شخصیت، خاندان کبیر پور کے نامور سپوت حضرت مولانا سلیم اللہ کبیر پوریؒ ۱۸ اپریل ۲۰۱۱ء کو وفات پا گئے انا اللہ وانا الیہ راجعون ان کی وفات کے بعد علمی، تحقیقی اور جماعتی میدان میں جو خلا نظر آیا اس کے پر ہونے کی دور دور تک کوئی امید دکھائی نہ دے رہی تھی ابھی لوگ ان صدمات سے سنبھل نہ پائے تھے کہ ۲ مئی ۲۰۱۲ء کو حضرت مولانا حافظ محمد دینؒ کی وفات سے اہل سرگودھا سکتے میں آ گئے۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہوئی

حضرت حافظ صاحب جماعتی اور مسلکی زندگی کے محور اور مقناطیسی شخصیت کے مالک تھے۔ جو شخص ان سے ایک مرتبہ ملا ان کے اخلاق، مروت، منساری، تواضع کے سحر کا شکار ہو گیا۔ تعلقات کو بنانا پھر اسے نبھانا، احسان مندی کے جذبات کا پروان چڑھانا، دیرینہ تعلقات پر پہرہ دینا، حلقہ احباب قائم کرنا پھر اسے نبھانے کیلئے جانی مالی اور وقتی قربانی دینا یہ ان کے امتیازات تھے جنہوں نے ان کی شخصیت میں نکھار پیدا کر کے محبوب عوام بنایا۔

برادر مکرم حافظ محمد دینؒ کے جنازہ کے موقعہ پر حضرت الامیر المکرزیہ کے خطاب سے قبل عزیزان و برادران نے راقم الحروف کا انتخاب کیا کہ ان کی شخصیت سے متعلق کچھ تاثرات کا اظہار کریں آپ سے ان کے دیرینہ تعلقات رہے ہیں۔ اس موقعہ پر گرمی کے باوجود بے پناہ ہجوم اور شرکاء کے رنج و غم کے منظر کو دیکھ کر میں یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ اس دور افتادہ دیہات میں



ملک بھر سے آئے ہوئے احباب کا یہ عظیم اجتماع حافظ جی کی مقبولیت، دلنریزی، جماعتی محبت اور وارثی کا منہ بولتا ثبوت ہے جو ایل توحید کا خاصہ ہے۔ مجھے اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ آف گوجرانوالہ کے وہ الفاظ یاد آئے جو انہوں نے حضرت مولانا محمد اسلمی چیمہ کے جنازہ کے موقع پر کہے ”ہستے روں گے دلاں دے جانی ماپے تینوں گھٹ رون گئے“ اور اسی مضمون کو ایک عربی شاعر نے اس طرح ادا کیا ”و لیبک یزیدُ ضارِعُ الخصومة و مختبط مِمَّا تطهیم الطوائف“ عام میتوں پر ان کے عزیز واقارب رشتہ دار نوح کرتے ہیں مگر تجھ پر رونے والے غرباء، نادار، مساکین اور سائلین اور بے کسوں کی جماعت ہے جو تیری وفات کی بنا پر اچھے کفیل اور سرپرست سے محروم ہو گئے۔ اور اب ان کا کوئی پرسان حال نہ ہے۔ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر یہ عزم لے کر گیا کہ ان جذبات و تاثرات کو جلد ہی قلب بند کروں گا مگر تدریسی اور ذاتی مصروفیات نے اسے طاق نسیان میں ڈال دیا۔ اس پر مزید کہ حلقہ احباب میں سے کسی نے یاد دہانی کی زحمت بھی گوارا نہ کی عطا محمد جنجوعہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے

مجھے بیدار بھی کیا اور احساس بھی دلایا اور عہد رفتہ کا حوالہ بھی دیا جس سے ماضی کی یادیں ذہن میں گردش کرنے لگیں اور محبت کے لمحات کی حسین یادیں مہک اٹھیں۔ جس سے ان کا دمکتا ہوا چہرہ تبسم و حلاوت کا استراحت، کشادہ پیشانی، سفید سرخی مائل چمکتا ہوا رنگ، لطافت و ملاححت کا آئینہ دار آنکھوں کے سامنے گردش کر رہا ہے۔ کہ وہ میرے سامنے کھڑے حوصلہ افزائی اور تشکرانہ اور مدحیہ کلمات سے نواز رہے ہیں اور جماعتی علمی کارکردگی پر داد دے رہے ہیں ان کا چہرہ ”یزیدُک و جہہُ حُسناً اذا ما زدتہ نظراً“ کا آئینہ دار تھا۔

حضرت حافظ صاحب! ظاہری جمال اور حسین صورت کے ساتھ حسن سیرت کا مرقع بھی تھے میل جول، حسن معاشرت، اور ضیافت کے ادب و آداب کے وہ کون سے رموز تھے جن سے وہ آشنا نہ تھے۔ ہر شخص سے اس کے مزاج و مرتبہ کے مطابق معاملہ کرتے، انہی اوصاف حمیدہ کی بنا پر ان کے قریب ہونے کا موقع ملا۔

”نگہ بلند سخن دلنواز جان پر سوز، یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے“

جامعہ علمیہ سرگودھا میں تدریسی ذمہ داری اور جمعیت اہل حدیث سرگودھا کا عہدہ دار ہونے کی بنا پر ان سے تعلقات میں مزید وسعت اور گہرائی ہو گئی کسی مرحلہ پر جب ان کی ضرورت پڑی تو انہیں مستعد پایا آواز دی تو انہوں نے لبیک کہا۔

مرکز میں جب جماعتی نظم دو حصوں میں بٹ گیا ایک طرف مولانا معین الدین لکھوی اور مرحوم میاں فضل حق تھے اور دوسری طرف خطیب علامہ احسان الہی ظہیرؒ تھے۔ راقم الحروف زمانہ طلب علمی سے ہی خطیب ملت کا مداح اور عقیدت مند تھا اس لئے فطری طور پر میرا رجحان ان کی جمعیت کی طرف تھا مگر شہر سرگودھا کی سر زمین اس لئے ہموار نہ تھی مقامی طور پر جماعت کے دونوں گروپ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ساتھ وابستہ تھے۔ شہر کی کسی مسجد کی انتظامیہ ہمیں جلسہ یا کانفرنس کیلئے جگہ دینے پر رضا مند نہ تھی۔ راقم الحروف نے اس مشکل کا تذکرہ حافظ محمد دینؒ صاحب سے کیا انہوں نے نہایت فراخ دلی سے فرمایا۔ میرا گاؤں علاقہ بھاگٹانوالہ اس کیلئے حاضر ہے چنانچہ ضلع سرگودھا میں دو عظیم کانفرنسوں کا اہتمام کیا گیا۔ ایک کانفرنس شمالی حصہ چک 101 شمالی میں حضرت مولانا حافظ محمد سلیمان ساجد کے گاؤں میں اور دوسری کانفرنس جنوبی علاقہ بھاگٹانوالہ چک 23 میں منعقد ہوئی۔ اس دور میں خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد حسین شینو پوری جمعیت کے ناظم اعلیٰ تھے۔ اور انہوں نے تین روز ضلع سرگودھا میں قیام فرمایا اور اس کے ساتھ ہی ایک مجلس میں راقم کی تحریک پر مولانا حافظ محمد دینؒ صاحب کو جمعیت الحمد للہ سرگودھا کا ناظم مقرر کر دیا گیا۔ جناب دین محمد صاحب برادر خورد مولانا ابوالسلام محمد صدیقؒ نے ازراہ ظرافت کہا حافظ صاحب اس خوشی میں پارٹی ہونی چاہیے۔ مجلس کے اختتام پر حافظ محمد دین صاحب نے تمام شرکاء کیلئے ہوٹل میں کھانے کا اہتمام کیا۔

اب ہم نے آئندہ سال خطیب ملت علامہ احسان الہی ظہیرؒ کو کانفرنس کیلئے دعوت دی، ان کی پریس کانفرنس کا اہتمام شہر سرگودھا کے ایک شاندار ہوٹل میں کیا اور رات کو چک 23 الف

جنوبی بھاگناوالہ کی کانفرنس میں خطاب تھا۔

کانفرنس سے متعلق حافظ صاحب کی دوراندیشی کا واقعہ بھی بطور تقنین قارئین ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ صاحب کانفرنس سے چند روز قبل بازار میں ایک سینری کی دوکان سے ہاتھروم کا سامان خرید رہے ہیں میں نے پوچھا حافظ صاحب اس کی کیا ضرورت ہے۔ برجستہ فرمانے لگے ہم خطیب ملت علامہ احسان الہی ظہیر کوگاؤں میں بلا رہے ہیں اگر اتفاقاً انہیں رفع حاجت کا مسئلہ درپیش ہوا تو کیا ہم انہیں کھیت میں لے جائیں گے؟۔ اس شرمندگی سے بہتر ہے کہ ہم قبل از وقت اس کا انتظام کریں۔

اس طرح جماعتی زندگی کا ایک یادگار سفر ان کے ساتھ کرنے کا اتفاق ہوا محترم القام میاں محمد جمیل حفظہ اللہ کے دور نظامت میں مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی مرکزی شوروی کا اجلاس کونینہ بلوچستان میں ہوا۔ سرگودھا، جھنگ، شورکوٹ، ٹوبہ کے اضلاع کیلئے ریل کا ڈبہ فیصل آباد سے بک کروایا گیا بحیثیت ناظم شہریہ میری ذمہ داری تھی، حافظ محمد دینؒ اور مولانا سلیم اللہ کبیر پوریؒ سرگودھا سے تشریف لائے اور اس ڈبہ میں سوار ہوئے۔ دوران سفر انہوں نے خدمت و ضیافت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا کبھی مشروب، چائے اور کبھی فروٹ سے تواضع کر رہے ہیں۔ حالانکہ فیصل آباد سے میرے احباب ساتھ تھے۔ لیکن حافظ صاحب دیرینہ تعلق خاطر کو ملحوظ رکھتے ہوئے مکمل میرے ساتھ لطف و محبت کا مظاہرہ کیا۔

آخر میں حافظ صاحب کی ذوق سحر گاہی کا ایک واقعہ درج کرنا چاہتا ہوں کہ ایک مرتبہ سالانہ کانفرنس کے موقعہ پر حافظ صاحب کے گاؤں جانے کا اتفاق ہوا کانفرنس کے اختتام پر مسجد سے ملحق حجرے میں میرے لئے سونے کا اہتمام کر دیا گیا۔ تبجہ کے وقت حافظ محمد دینؒ تشریف لائے اور دھیمی آواز میں نوافل ادا کئے نہ بہت مختصر اور نہ طویل۔ ان کے طریقہ ادا نے عمل پر انگشت پیداک۔ اگر کہوں کہ ان کا صدقہ جاریہ ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ان کی حسناات کو قبول فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ بحر حال حافظ صاحب اپنی ذات میں انجمن تھے۔ انہوں نے اپنی دعوتی، تبلیغی، معاشرتی اور معاشی زندگی میں امنٹ نقوش چھوڑے جو ان کے عزیز واقارب اور اولاد کیلئے مشعل راہ اور سنگ میل ہیں۔ ان کی دعاؤں کے ثمرات ہیں کہ اللہ نے انہیں دینی اور دنیاوی نعمتوں سے مالا مال فرمایا ہے۔ اور یہ ان کی احسان مندی اور بر خور داری ہے کہ وہ والدہ محترم کے جاری کردہ منصوبوں کو پائے تکمیل تک پہنچانے کیلئے کوشاں ہیں اور ان کے دوستوں سے محبت کرتے ہیں۔

ان کے حالات زندگی اور واقعات کو کتابی صورت دینے کی فکر بھی ان کی محبت اور وارثی کی آئینہ دار ہے۔

اللہ تعالیٰ لکھنے اور لکھانے والوں کی کاوش قبول فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر پروفیسر سعید احمد چنیوٹی فیصل آباد

## حافظ جی کا مؤلف کے نام خط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

5-4-95

اَکْرمُ وَاکْرمُ الدِّینِ الدِّیْنِ السُّنْدِیِّ طاحِصہ صَیْبَہ حَفَظَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی

اَلسَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ

گزارشوں سے بندہ طالب خیریت و امین از رب المسرتین و رب المرین احوال؟ اللہ  
 شاید آپ کو معلوم ہو گا کہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ کو راقم اور عہد فاروق کی  
 والدہ ادائیل عہد کے لیے سرگودھا سے بذریعہ سیدہ بکسیرہ کین عازم سفر ہو کر ۲۵ رمضان  
 المبارک کو مکہ مکرمہ علی البقیع پہنچ کر ادائیل عہد کی سعادت حاصل کی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ  
 قبول فرمائے آمین۔ دورانِ لواف بیت اللہ مقام حلیم۔ مقام ابراہیم علیہ السلام کے سانسہ دوران  
 سعی صفا مدوہ نہایت ہی محزون و اندساری کے ساتھ گزر گیا اور اپنے مدعوین بزرگوں کے لیے  
 دعائیں کیں۔ مکمل حوصلہ افزائی و رہنمائی و شفقت بھری دعائیں راقم نے والدین اور خود  
 و راقم کے ساتھ رہیں۔ خفیں سرینہ دست بزرگوار بابا الدین مدعوں مغفور تھے۔ حضرت سیدنا ابی اللہ  
 حلیم صہ مدعوں۔ اور جناب استاد راقی حافظہ برہان الدین مدعوں مدعوں۔ تمام ماہوں اہل مدعوں  
 اور مقامات میں سے حضور نبوی اکملی و ادنی و مافی السدوان بی مدعوں و حضور نبوی اکملی و ادنی  
 مراد بی مدعوں کے علاوہ دیگر اصحابِ بیت و تمام محسنینِ فزات کے لیے دعائیں مغفرت کی ہیں اللہ  
 کے لیے بھی بہترین عزم یہ سلسلہ لواف مدعوں یعنی یہ لواف سے لیکر جب بھی مقدس مقامات پر  
 حاضر ہوئے و دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا الحمد للہ علی ذلک و علی کل حال حقیقت سے  
 جب بھی یہ موقع حیرہ ہو گا تو دیکھ لیتے ہیں کہ یہ سلسلہ از خود جاری ہو جاتا ہے  
 دینی طرح اُپر فاروقی میرے ساتھ ہوتی وہ مجھ سے بھی زیادہ روزگار ان بزرگوں اور مقامات  
 کے لیے دعائیں کرتی آپ فزات پہنچ کر اور اس کے کہ دعاؤں میں اللہ تعالیٰ بھاری حاضری ہوا کرتی ہوتی  
 انتہائیں قبول فرمائے آمین۔ اب ادائیل حج کے انتہائی میں بیت اللہ کے عت و تندرست  
 کے ساتھ ہم سکین مقاموں کو سعادت نصیب فرمائے۔ جمعہ الوداع الحمد للہ بیت اللہ کے سامنے  
 صبر احرام میں ادا کیا۔ علیغیر ذلک رسائی کر نیکی غرض و مقصد آپ تمام اہل خانہ و اہل چاشت سے  
 دعاؤں کی پس کرنا مقصود ہے کہ اہل بیت حقائق نبوی اس وقت و تھا تو نبی پرور ام نہ تھا  
 یہ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کا فائز حالت و درباب بہرہ اُردیے جو فکر و سمجھ سے باہر ہیں  
 بلکہ مقام حلیم میں جو بیت اللہ کا بغیر حجت کا حقیقت سے دعاؤں یا اللہ کر خود میں بلایا سے

مجلس

طوائف دعا

ایک ماہر فنیہ خادم (محمد حسن) کے نام سے  
5-4-55



## کتاب ملنے کے پتے

دفتر مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان (106 راوی روڈ لاہور)

مرکزی جامع مسجد اہلحدیث (چک نمبر 23 الف جنوبی بھاکشانوالہ سرگودھا)

مرکزی جامع مسجد اہلحدیث (بلاک 19 سرگودھا)

(فون 048-3717475)

مکتبہ فرسان عزیز سید (نور انٹرنیشنل پاکستانی سکول چودہ)

00966504386905

کتاب السرائے الحمد پلازہ سیکنڈ فلور (اردو بازار لاہور)

مکتبہ قدوسیہ (غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور)